يُخرج الحيّ من الميّت

حصہ ثالثہ

فضل الباری
فی
تنقید صحیح البخاری

من

تالیفات محی السنۃ قامع البدعۃ سیف الاسلام قاطع اعناق الکفرۃ اللئام ناصر شریعۃ جدہ خیر الانام فخر الحکماء الالٰھیین ظھیر الملۃ والدین مولینا السید علی اظھر دامت برکاتہ۔ جو محض اس غرض سے لکھی گئی کہ تمامی اہل اسلام میں اتفاق ہو اور باہم خود ہا کا اختلاف دفع ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث صحیحہ غیر صحیحہ سے متمیز ہوں۔ اتفاقی اختلافی میں فرق نمایاں ہو تاکہ اتفاقی حدیثوں پر تمامی اہل اسلام عامل ہوں اور اختلافی کی تحقیقات کریں اور موضوعات وضعاف سے محفوظ رہیں اور اختلاف ونزاع کی بیخ کنی ہو۔

واللہ علے کل شئ قدیر

مطبع اصلاح کجھوا ضلع سارن نظیر حسین نے چھاپکر شائع کیا

احقر الزمن علی حسن جونپوری تحریر نمود

فہرست کتب موجودہ دفتر اصلاح کھجوہ ضلع سارن

امتحان اہلقرآن۔ قول فصل۔ الکوثر یہ تین رسالے بجواب اہلقرآن شایع ہوئے جو اسکے مدعی ہیں کہ ہمارا تمام قرآن پر ہے نہ حدیث پر نہ اجماع پر ان رسالوں نے یہ ثابت کر دیا کہ ایک معمولی حکم وضو ہے جسمیں مسح رجلین کا حکم ہے مگر تمھارا عمل اسکے بالکل خلاف ہے قول فصل ۱؍ الکوثر جو آخری رسالہ ہے۔

امراء شیعہ۔ اس میں اون سلاطین اور امرا کی تاریخ ہے جنھوں نے نہایت کامیابی سے سلطنت کی خصوصاً آل بویہ جسمیں کئی نسل تک سلطنت رہی اور خلفائے بنی عباس اونکے ماتحت رہے۔ ۸؍

ارسال الیدین۔ جسمیں یہ ثابت کیا گیا کہ اصل عمل رسول مقبول نماز پڑھنے میں یہی تھا کہ مثل شیعوں کے نماز ہاتھ کھول کر پڑھتے اہلسنت نے محض مخالفت شیعہ کی غرض سے یہ ایجاد کیا کہ نماز میں ہاتھ باندھتے ہیں قیمت ۸؍

اصلاح کی پرانی جلدیں تو نہیں ہیں مگر جلد ۷ جلد ۸ جلد ۹ جلد ۱۰ جلد ۱۱ جلد ۱۲ جلد ۱۳ جلد ۱۴ جلد ۱۵ جلد ۱۶ جلد ۱۷ مل سکتی ہیں اور نامرتب جلدیں فی نمبر ۱؍ کے حساب سے مل سکتے ہیں

البسملہ۔ جسمیں بیشمار حدیثوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جناب رسالتمآب نماز میں بسم اللہ باواز بلند پڑھتے تھے جو شعار شیعہ ہے مگر خلفائے ثلاثہ نے بسم اللہ کو اوڑا دیا کیونکہ کفار مکہ اس سے چڑھتے تھے۔ قیمت ۲؍

بدعت اہلسنت جسمیں ہزاروں بدعتیں انکی درج ہیں قیمت

تاریخ الاذان حصہ اول۔ اذان کو تو سب مسلمان جانتے ہیں کہ جو پنجوقتہ نماز کے قبل دیجاتی ہے مگر اسکا کسکو علم ہے کہ اذان کی ابتدا کیونکر ہوئی۔ اسپر کیا کیا حادثے گذرے کس کس خلیفہ نے کیا کیا کام کیا۔ ان سب حالات کو آپ اس کتاب میں دیکھ سکتے ہیں۔ دوسرا حصہ اسکے بعد چھپے گا قیمت ۲؍

تصحیح تاریخ حصہ اول جن لوگونکو فن تواریخ سے موانست ہے اور اس فن کے حالات سے مطلع ہونا چاہتے ہیں اونکو اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں ملسکتی جس میں ادن مورخین کی ایمانداری نہایت وضاحت سے دکھائی گئی ہے جو بڑے عالم علم تاریخ ہیں اگر آپنے اسکی قدردانی کی تو دوسرا حصہ بھی جلد شایع ہوگا ۱۲؍

تحقیق صوم عاشورا یہ رسالہ بھی اصلاح کیساتھ شایع ہوچکا ہے اب علیحدہ بطور کتاب ہے جسمیں اسکی تحقیقات کیگئی ہے کہ جتنی روایتیں اہلسنت نے اس مادہ میں بنائی ہیں کہ آنحضرت بتقلید یہود روزہ عاشورہ رکھتے تھے محض موضوع ہیں۔ قیمت ۴؍

تنقید بخاری حصہ اول حصہ دوم حصہ سوم۔ یہ عجیب کتاب ہے جسمیں صحیح بخاری کے ہر ہر روایت کی حقیقت دکھائی گئی ہے باب بسم اللہ سے تا بہ آخر تنقید کیگئی ہے تخمیناً سو حصہ ہوگا جسمیں سے تین حصہ چھپ چکا ہے اور چوتھا زیر طبع ہے اگر خدا نے چاہا اور یہ کتاب پوری تیار ہوگئی تو اہلحق کو ہمیشہ کیلئے سنیوں کے جھگڑوں سے فرصت ہوجائیگی کیونکہ اسلام میں بڑا یہ مرض پیدا ہوگیا ہے کہ قرآن کے مقابلہ میں صحیح بخاری و صحیح مسلم پیش کی جاتی ہے۔

يخرج الحي من الميت

حصہ ثالثہ

فضل الباری فی تنقیح صحیح البخاری

من

تالیفات محی السنة قامع البدعة سیف الاسلام قاطع اعناق الکفرة اللئام ناصر شریعة جده خیر الانام فخر الحکماء الالھیین ظھیر الملة والدین مولانا السید علی اظھر دامت برکاته

جو محض اس غرض سے لکھی گئی کہ تمامی اہل اسلام مین اتفاق ہو اور باہم دیگر کا اختلاف رفع ہو جناب رسالت مآب کی احادیث صحیحہ غیر صحیحہ سے متمیز ہون۔ اتفاقی۔ اختلافی مین فرق نمایان ہو تاکہ اتفاقی حدیثون پر تمامی اہل اسلام عامل ہون اور اختلافی کی تحقیقات ہو وین اور موضوعات وضعاف سے محفوظ رہین اور اختلاف ونزاع کی بیخ کنی ہو واللہ علی کل شئ قدیر

در مطبع اصلاح کجھوہ ضلع سارن طبع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی **اما بعد** یہ حصہ ثالثہ ہے فضل الباری
تنقید بخاری کا جو باب من الایمان ان یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ سے شروع ہوتا ہے
کیونکہ اسکے قبل کی شرح مع جرح تنقید بخاری حصہ اول و دوم مین درج ہو چکی ہے۔

اصلی غرض تو اس شرح کی یہی ہے کہ مسلمانون مین اتحاد و اتفاق پیدا ہو اور ہر شخص اعلاء کلمۃ
اللہ مین مشغول ہو کیونکہ اشاعت قرآن و اتباع رسول اللہ کا اصلی مانع یہی ہے کہ صحیح بخاری
مسلم مین صدہا نہین ہزارہا روایتین مخالف قرآن بھری ہوئی ہین۔ اسوجہ سے جو لوگ
کے دلدادہ ہین وہ احکام قرآن کو اسی وجہ سے نہین مانتے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم مین
خلاف روایتین موجود ہین اسلئے قرآن کو یا رسول اللہ کو اگر دیکھتے ہین تو اوسی نظر سے
جس نظر سے بخاری نے دکھایا۔

تنقید بخاری نے اسلامی دنیا مین ایک عجیب انقلاب ڈالا ہے کہ عام طور سے خیا
مین انحراف پیدا ہو رہا ہے اور خود علمائے اہلسنت[ف] اسکی پردہ کشائی پر آمادہ ہین۔
اگرچہ صحیح بخاری کی تنقید اوسی وقت سے شروع ہے جسوقت سے اسکی تصنیف ہے۔ مگر
اس غرض سے کہ بخاری نے توہین اہلبیت طاہرین کا بہت کچھ مواد جمع کیا ہے سب کے پردہ دا

ف ملاحظہ ہو اخبار اہلفقہ جو خاص امرتسر سے حنفیوں کا معزز اخبار نکلتا ہے اور جناب مولوی عمر کریم صاحب کی
الجرح علی البخاری جس نے نہایت صفائی سے حقیقت بخاری کو عام طور سے واضح کیا ہے۔ ۱۲۔ ایڈیٹر

کام لیا۔

پہلا اعتراض جو بخاری پر کیا گیا ہے یہ ہے کہ کتاب کی ابتدا ہی خلاف سنت ہے جسکا نام بدعت ہے
علامہ عینی لکھتے ہین ان من الواجب علی مصنف کتاب او مولف رسالۃ ثلاثۃ اشیاء
وھی البسملۃ والحمد والصلوٰۃ ×× ثم ان البخاری لم یات من ھذہ الاشیاء الا بالبسملۃ
صہ ۱۵ جلد اول

یعنی ہر مصنف پر واجب ہے کہ تین چیز کو ابتدائے کتاب مین لائے ایک بسم اللہ دوسرے حمد خدا تیسرے
صلوۃ رسول اللہ صپر اور بخاری نے بجز بسم اللہ کے اور کچھ نہ لکھا ہے[۱]
یہ ایک پرانا اعتراض ہے کہ جو کتاب سنت رسول کی تعلیم کیلئے لکھی جائے اور اوسکا نام صحیح رکھا
جائے۔ اوسکی ابتدا ایک ایسے طریق سے کی جائے جو مخالف سنت ہو تو پھر اوس کتاب سے کیا امید ہو سکتی
ہے۔ گر ہمین مکتب است و این ملا۔ کار طفلان خراب خواہد شد۔

اس اعتراض کے جواب مین محدثین نے اتنی کاروائیان کین کہ پناہ بخدا۔ بہت سے جواب نکالے
مگر علامہ عینی کلمہ انصاف فرماتے ہین ثم انہم اعتذر واعن البخاری باعذار ھی بمعزل عن
القبول۔

یعنی بہت سے عذرات بخاری کی طرف سے کئے گئے۔ مگر وہ سب ناقابل قبول ہین۔ مگر آخر مین
خود ایک جواب نہایت معقول دیا ہے والاحسن فیہ ما سمعتہ من بعض اساتذتی الکبار
انہ ذکر الحمد بعد التسمیۃ کما ھو داب المصنفین کما ذکرہ فی بقیۃ مصنفاتہ وانما سقط
ذلک من بعض المصنفین فاستمر علی ذلک ۔ صہ ۱۶

---

[۱] اس بحث کو مولوی عمر کریم صاحب حنفی نے نہایت تفصیل سے لکھا ہے لہذا افادہ ناظرین کیلئے پوری
عبارت درج کیجاتی ہے ملاحظہ ہو الفقہ مورخہ ۹ نومبر ۱۹۱۴ء
"کتاب بخاری کی آغاز امام بخاری نے جو بطریق مسنون نہین کیا ہے۔ یعنی اسکے شروع مین نہ تو حمد لکھا ہے
نہ صلوۃ۔ ہم اسکے متعلق کوئی امر اپنی طرف سے لکھنا نہین چاہتے بلکہ علامہ عینی نے کتاب عمدۃ القاری شرح بخاری
(جلد ا صفحہ ۱۵) مین جو کچھ لکھا ہو صرف اُسی کا نقل کر دینا کافی سمجھتے ہین اور وہ یہ ہو۔ ذکروا ان من
الواجب علی مصنف کتاب او مولف رسالۃ ثلثۃ اشیاء وھی البسملۃ والحمدلۃ و

یعنی احسن جواب یہ ہے جو ہمنے بعض اساتذہ کبار سے سنا ہے کہ بخاری نے بسم اللہ کے بعد حمد خدا بھی لکھا تھا جو عام مصنفوں کا قاعدہ ہے جیسا کہ دیگر مصنفات مین بھی لکھا ہے۔ مگر صاف کرنیوالوں سے بعض نے اوسکو حذف کر دیا لہذا اب وہی نقل جاری ہے۔

اس حکایت کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مقدمہ فتح الباری مین ہے۔[۱] انتسخت کتاب البخاری من اصلہ الذی کان عند صاحبہ محمد بن یوسف الفربری فرایت فیہ اشیاء مبیضۃ منہا تراجم لم یثبت بعدہا شیٔ ومنہا احادیث لم یترجم لہا فاضفنا بعضہا الی بعض ص۸

یعنی حافظ ابو اسحٰق ابراہیم بن احمد مستملی کہتے ہین کہ ہمنے اصلی نسخہ صحیح بخاری کا محمد بن یوسف فربری کے پاس دیکھا جس مین بہت سی جگہ پر خالی جگہ چھوڑی تھی کہ بعض جگہ باب تھا مگر حدیث نہ تھی اور بعض جگہ حدیث تھی مگر باب نہ تھا جسپر ہمنے اضافہ کیا بعض کا بعض پر۔

[۱] ملاحظہ ہو اخبار اہلحدیث ۱۸ محرم جلد ۲۹ جواب مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی ۱۳۳۱ھ

بقیہ نوٹ ص۲ والصلوۃ ومن طریق الجائز اربعۃ اشیاء وھی مدح الفن وذکر الباعث وتسمیۃ الکتاب وبیان کیفیۃ الکتاب من التبویب والتفصیل اما البسملۃ والحمد لہ فلان کتاب اللہ متوج بہما ولقولہ صلی اللہ علیہ وسلم کل امر ذی بال لم یبدء فیہ بذکر اللہ وبسم اللہ الرحمن الرحیم فہو اقطع۔ رواہ حافظ عبد القادر فی اربعینہ وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام کل کلام لا یبدأ فیہ بحمد اللہ فہو اجذم رواہ ابو داود والنسائی۔ وفی روایۃ ابن ماجہ کل امر ذی بال لم یبدأ فیہ بالحمد اقطع ورواہ ابن حبان وابو عوانۃ فی صحیحہما وقال ابن صلاح ھذا حدیث حسن بل صحیح واما الصلوۃ فلان ذکرہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مقرون بذکرہ تعالی ولقد قالوا فی قولہ تعالی ورفعنا لک ذکرک معناہ ذکرت حیثما ذکرت وفی رسالۃ الشافعی رحمہ اللہ تعالی عن مجاہد فی تفسیر ھذہ الایۃ قال لا اذکر الا ذکرت اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ وروی ذلک مرفوعا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی جبریل علیہ السلام الی رب العالمین قالہ النووی فی شرح مسلم ثم ان البخاری رحمہ اللہ لم یات من ھذہ الاشیاء الا بالبسملۃ۔

مگر افسوس یہ نہ لکھا کہ اوس اصلی بخاری مین بھی الحمد تھا یا نہین۔ کیونکہ یہ جواب تو اس اعتراض کا دیا گیا ہے کہ بخاری کے ابواب اور احادیث مین ربط نہین۔ تو اگر وہ یہ کہدیتے کہ اوس مین الحمد للہ تھا تو بہت کچھ تسکین ہو جاتی۔

لیکن اسپر کسی نے غور نہین کیا کہ اس جواب سے صحیح بخاری کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے کیونکہ جب اوسمین اسقدر کتربیونت ہوا کہ کسی نے الحمد ہوڑا کسی نے باب بھرا کسی نے حدیث کا جوڑ لگایا۔ تو پھر وہ کتاب کیا ہوئی۔

مگر یہ ایک نرالا جواب ہے کہ کسی کاتب نے الحمد کو حذف کر دیا۔ کیونکہ کاتبون کا عام قاعدہ تو یہی ہے کہ وہ

بقیہ نوٹ ۱۲ صفحہ ۴ خلاصہ مطلب اس تقریر کا یہ ہے کہ ہر کتاب کے مصنف پر واجب ہے کہ کتاب کا شروع تین چیز سے کرے ایک بسملہ دوسرا الحمد اور تیسرا الصلوۃ۔ لیکن بسم اللہ اور حمد پس اس واسطے کہ ایک تو قرآن شریف کا آغاز بھی پہلے انہین دونون سے ہے۔ اور دوسرے یہ کہ حدیث مین آیا ہے کہ جو شئی کہ بغیر ذکر اللہ اور بغیر بسم اللہ کے شروع کی جاتی ہے پس وہ اقطع اور اجذم ہے یعنی ایسی شئی مین خیر نہین ہے اور اس حدیث کو حافظ عبد القادر نے اربعین مین اور ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور ابو عوانہ نے اپنی اپنی صحیح مین روایت کیا ہے اور کہا ابن صلاح نے کہ یہ حدیث حسن ہے بلکہ صحیح ہے۔ اور صلوۃ پس اسکا حکم بھی مثل بسم اللہ اور حمد کے ہے لیکن بخاری نے کتاب بخاری مین ان تینون مین سے سوائے بسم اللہ کے اور کسی سے نہین کیا فقط

پس اس تقریر سے علامہ عینی کے یہ معلوم ہوا کہ امام بخاری نے کتاب بخاری کا آغاز بطریق مسنون نہین کیا ہے کہ جس سے اسکا اقطع اور اجذم ہونا لازم آتا ہے۔

اس کے بعد علامہ عینی ان عذرات کی بہ نسبت جو لوگون نے بخاری کیطرف سے اس خصوص مین بیان کئے ہین لکھتے ہین ثم انھم اعتذروا عن البخاری باعذار ھی بمعزل عن القبول۔ یعنی لوگون نے جو عذرات اس حمد و صلوۃ کے نہ لکھنے کے بارہ مین بخاری کی طرف سے پیش کیا ہے وہ کوئی بھی قابل قبول نہین ہے۔ بعد اسکے علامہ عینی نے ایک ایک عذر کو لکھکر اسکا جواب باصواب دیا ہے کہ جسکو ہم بخوف طوالت یہان نقل نہین کرتے جسکا دل چاہے کتاب مذکور مین دیکھے

الغرض علامہ عینی نے امام بخاری پر اعتراض کو قایم رکھا ہے۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ امام بخاری کسیطرح اس الزام سے بری نہین ہو سکتے کہ انہون نے کیون کتاب بخاری کا آغاز بغیر حمد و صلوۃ کے کیا اور کیون حدیث صحیح کی مخالفت

جس طرح کتاب دی جاتی ہے یا کوئی چیز اوسی طرح نقل کرتے ہین۔ جسپر کہا جاتا ہے نقل را چہ عقل مگر بخاری کے کاتب جدید وضع کے تھے جو دیباچہ ہی کو اوڑا گئے اور وہ لکھوانے والا نہ معلوم کس دماغ کا تھا جو اوسنے پہلا صفحہ بھی نہ دیکھ لیا کہ اوسے معلوم ہوتا کاتب صاحب نے یہ حرکت کی ہے کہ کتاب کا دیباچہ ہی اوڑا دیا۔ اور اوسی مطابق نقل کا سلسلہ چلا۔

اگر روایت سرقہ بخاری پر نظر کی جائے جو تنقید بخاری حصہ اول صفحہ ۱۳ مین درج ہو چکی ہے تو نہایت واضح طور سے معلوم ہو سکتا ہے کہ چونکہ بخاری نے اس کتاب کو علل علی بن مدینی سے بطور سرقہ تصنیف کیا تھا اسلیے خطبہ نہ لکھ سکے کیونکہ ابھی تو وہ کتاب مسودہ ہی تھی کہ پیام اجل آ ہونچا۔

اور چونکہ مولوی وحید الزمان صاحب نے خود روح بخاری سے سنا ہے کہ فلان باب ہمارا باندھا ہوا نہین ہے لہذا صحیح بخاری کو بھی مثل خلافت خلیفہ اول سمجھ لینا چاہیے جو نہ بقاعدہ نص درست ہے نہ بقاعدہ استخلاف نہ بقاعدہ اجماع اور پھر وہ خلافت چل گئی اوسی طرح بخاری کی صحت کو سمجھنا چاہیے کہ گو کسی قاعدہ سے درست نہو مگر مان لی گئی۔

حق یہ ہے کہ کتاب بخاری کچھ ایسا مجموعہ لطائف ہے کہ جسقدر اس مین غور کیا جائے حقیقت کھلتی جاتی ہے ابن حجر لکھتے ہین ذکر الفربری انہ سمع منہ تسعون الف وانہ لم یبق من یرویہ غیرہ کہ صحیح بخاری کو خود بخاری سے نوہ ہزار (۹۰۰۰۰) آدمیون نے سنا تھا۔ مگر اب بجز فربری اون مین سے کوئی باقی نہ رہا۔

مگر نہ معلوم آخر اونکو طاعون ہوا یا سب جنگ یمامہ کی طرح کسی جنگ مین مارے گئے جو بجز فربری کوئی راوی نہ باقی رہا۔ کیونکہ نوہ ہزار راویون سے ایک راوی کا باقی رہ جانا نہایت عجیب ہے۔

مگر خداوند عالم رحمت کاملہ اپنی نازل کرے جناب علامہ محمد بن علی بن شہر آشوب علیہ الرحمہ پر جو علمائے شیعہ سے تھے اور علمائے اہلسنت بھی اون کی توثیق کرتے ہین وہ اسکی وجہ کتاب المناقب مین لکھتے ہین ثم انہ جاء الی بغداد فقال لہ احمد بن حنبل لم سمیت کتابک و رواتہ اکثرھم خوارج فلم یسمع احد منہ فعم دمع الفربری سماع کل کراس بدانق فلھذا رواتہ لیس الا من الفربری ثم ان قاضی بخارا قال لم رویت عن الخوارج فقال انھم ثقات لا یکذبون فحبسہ ابا محیوتہ۔

یعنی بخاری جب بغداد مین آئے تو امام احمد بن حنبل نے کہا تمنے اپنی کتاب کا نام صحیح کیون رکھا۔ حالانکہ اکثر راوی اسکے خارجی ہین امام احمد بن حنبل کے اس کلام نے یہ اثر کیا کہ پھر کسی نے بخاری سے اون کی صحیح کو نہ سنا تب فربری سے یہ قرار کیا کہ ہر روز ایک کراس (جز) جسے صحیح کا سنا کرو ایک دانق (سکہ) ہم دیا کرینگے۔ اسی وجہ سے بخاری کی روایت صرف فربری سے ہے۔ پھر جب بخارا گئے تو وہانکے قاضی نے پوچھا تمنے خوارج سے کیون روایت کی تو کہا کہ وہ سب ثقہ ہین جھوٹھ نہین بولتے۔ اسکے بعد سے قاضی نے اونکو حبس کیا۔

اگرچہ ہم علامہ ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ کی **توثیق** طبقات المسرین شمس الدین تلمیذ سیوطی اور لسان المیزان ابن حجر عسقلانی اور بغیۃ الرعاۃ سیوطی سے لکھکر دکھا سکتے ہین کہ یہ کیسے عالم شیعہ جلیل القدر تھے کہ خود علمائے اہلسنت ان کے مداح ہین۔ مگر بخیال طول نہین لکھتے کیونکہ مقصود دوسرا ہے۔

مسلم کے روایت نہ کرنے کی وجہ — اس روایت سے آپکو یہ بھی معلوم ہوگا کہ مسلم نے جو اپنی صحیح مین ان سے کوئی روایت نہین لی اوسکی بھی غالباً یہی وجہ ہو کہ انکی ناصبیت مشہور ہو چکی تھی سب نے ان سے روایت لینا ترک کر دیا تھا۔ اس خوف سے ان کی روایت صحیح مسلم مین نہ لی کہ مثل صحیح بخاری۔ صحیح مسلم بھی متروک ہو گی جیسا ابن حجر ایک جگہ تو یہ لکھتے ہین قلت وقد انصف مسلم فلم یحدث فی کتابہ لا عن ھذا ولا عن ھذا ص۴۸۲ مقدمہ

یعنی مسلم نے انصاف کیا جو اپنی کتاب صحیح مین نہ روایت بخاری لکھا نہ روایت ذہلی (جس سے بخاری سے جھگڑا ہوا)

دوسری جگہ یہ لکھتے ہین لکن مسلم فرق اکثر کتابہ فی کتابہ و تجلد فیہ حق الجلادۃ حیث لم ینسبہ الیہ ص۴۸۵

یعنی مسلم نے بڑی دلیری یہ کی کہ کتاب صحیح بخاری کے اکثر حصہ کو اپنے صحیح مسلم مین لے لیا مگر بخاری کی طرف نسبت نہ کی۔

جس سے پھر اوسی واقعہ کی تصدیق ہوتی ہے جو حکایت تصنیف بخاری مین پہلے مذکور ہوا کہ علل علی بن المدینی سے اس کتاب کو ترتیب دیا۔ کیونکہ جب خود مسلم نے حیات بخاری مین یہ

کارروائی کی جبکہ اون کی کتاب مرتب ہو چکی تھی۔ تو پھر بخاری کی چوری اور سینہ زوری پر کیا تعجب ہو سکتا ہے۔

اب دوسرا مزہ دار قصہ سنئے کہ دعوی تو یہ کیا جاتا ہے کہ بخاری نے صحیح کو مسجد الحرام مین تصنیف کیا سولہ برس مین۔ جسپر ابن حجر لکھتے ہین یدل علیہ قولہ انہ اقام فیہ ست عشرۃ سنۃ فانہ لم یجاور بمکۃ ہذہ المدۃ کلہا ص۴۸۹

کہ بخاری نے سولہ برس تک تو کبھی بھی مکہ مین نہین قیام کیا جس سے وہ دعوی غلط ہوا۔

رہا ابن حجر کی یہ تاویل ابتدائے تصنیف اور ترتیب ابواب تو مسجد الحرام مین ہوئی۔ اور تخریج احادیث اپنے شہر مین کرتے تھے یا دوسرے شہرون مین۔ تو اسکا جواب دوسری روایت مین موجود ہے ان البخاری حول تراجمہ بین قبر النبی ومنبرہ وکان یصلی لکل ترجمۃ رکعتین ص۴۸۹

یعنی ابن عدی نے جماعت مشائخ سے روایت کی ہے کہ بخاری نے اپنی کتاب کے کل ترجمون کو (باب) درمیان قبر رسول اور منبر لکھا اور ہر ترجمہ کیلئے دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اب کہئیے کس پر ایمان لائیگا سولہ برس مکہ مین رہ کر لکھنا یا مدینہ مین رہ کر لکھنا اور ہر ترجمہ پر دو رکعت نماز پڑھنا یا ہر حدیث پر دو رکعت نماز پڑھنا جیسا کہ طبقات شافعیہ علامہ سبکی جلد ۲ مین ہے قال الفربری قال لی محمد بن اسمعیل ما وضعت فی الصحیح حدیثا الا اغتسلت قبل ذلک وصلیت رکعتین۔

یعنی فربری بخاری سے راوی ہے کہ ہر حدیث کے درج صحیح کرنے پر پہلے غسل کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔

اب فربرائی جہان کے محمد بن یوسف فربری راوی بخاری ہین مقدمہ فتح الباری مین ہے قال وراق البخاری رأیتہ استلقی ونحن بفربر فی تصنیف کتاب التفسیر وکان اتعب نفسہ فی ذلک الیوم فی التخریج فقلت لہ انی سمعتک یقول ما اتیت شیئا بغیر علم فما الفائدۃ فی الاستلقاء فقال اتعبت نفسی الیوم وہذا ثغر خشیت ان یحدث حدث من امر العدو فاحببت ان استریح واخذ اہبۃ فان غافصنا العدو کان بنا حراک ص۴۸۷

یعنی وراق (کاتب) بخاری بیان کرتا ہے کہ ہم فربر مین تھے کتاب التفسیر بخاری تصنیف ہو رہی تھی
ہ بخاری چت لیٹے ہمنے کہا یہ کیا ہمنے تو سنا تھا کہ تم کہتے تھے جو کچھ ہم اس مین لائے ہین بغیر علم نہین
لائے پھر لیٹنے سے کیا فائدہ۔ کہا آج ہمنے تعب بہت اوٹھایا اور یہان دشمن ہے اگر حملہ کرے
و ہم مین طاقت ہو چاہیئے اسلئے ذرہ لیٹ گئے۔

یئے جب صحیح بخاری کی تصنیف مکہ مین ہوئی تھی جہان سولہ برس رہے۔ تو پھر مدینہ مین کیونکر
ھی گئی اور جب مدینہ مین لکھی گئی تو فربر مین کس طرح تصنیف ہوئی جس سے وہ اس درجہ
ستہ ہوئے۔

وسری روایت اوسی وراق کی یہ ہے کہ بخاری رات کو پندرہ مرتبہ یا بیس مرتبہ اوٹھتے اور
راغ روشن کرتے اور حدیثونکو نکالتے اور اوسپر نشان بناتے ص۴۹۷ مقدمہ

پھر یہ بھی روایت تو خود بخاری سے ہے اقمت بالبصرۃ خمس سنین معی کتبی اصنف
ج وارجع من مکہ الی البصرۃ ص۴۸۵
ی بصرہ مین ہمنے پانچ برس قیام کیا جہان ہماری کتابین ساتھ تہین تصنیف کیا کرتے پھر حج
باتے اور بصرہ واپس چلے آتے۔

اس روایت پر ایمان لایا جائے مکہ مین سولہ برس رہکر تصنیف کرنے پر یا مدینہ مین تصنیف
نے پر یا فربر مین یا بصرہ مین تصنیف کرنے پر۔

ان اختلاف بیانیون نے اہلسنت کو اسدرجہ مجبور کیا کہ علامہ شیخ عبدالحق دہلوی اسماء
بال مشکوۃ مین لکھتے ہین۔ نقل عنہ انہ قال صنفت کتابی ثلث مرات و مرت علیہ
نخبۃ فبیضتہ فمن ذلک کثر الاختلاف فی نسخ البخاری و نسخہ کلہا روایات وقالو
ن ان یعرض علی رسول اللہ احادیثہ فما حصل لہ العلوبہ یوما او الہام
ب ولا یبعد احتمال ذلک فی حق ھذا الرجل ص۱۵۷ نسخہ قلمیہ

ی بخاری سے منقول ہو کہ کہا ہمنے اپنے کل کتابون کو تین مرتبہ تصنیف کیا اور دھویا اور صاف
ی وجہ سے نسخ بخاری مین بہت اختلاف ہوا۔ اور کہا کہ ممکن ہے کہ وہ عرض کرتے تھے رسول آ
ی حدیثونکو تو جسکا علم حاصل ہوتا اوس روز یا الہام ہوتا تو اسکو لکھتے تھے اور نہین بعید

یہ احتمال اس شخص کے حق مین۔

اس تاویل نے خود آپکو بتا دیا ہوگا کہ ان اختلاف بیانون نے کہ ہر حدیث پر غسل کرتے دو رکعت نماز پڑھتے وہ بھی خاص روضہ رسول مین درمیان روضہ و منبر تب حدیث لکھتے۔ اسپر مجبور کیا کہ یہ تاویل کرین کہ یہ سب علم مکاشفہ مین ہوتا تھا۔

مگر افسوس کہ اس زمانہ کے مکاشفہ مولوی وحید الزمان صاحب نے سبکو خاک ملا دیا کیونکہ خود بخاری نے آگرا ون سے کہدیا کہ یہ باب ہمارا باندھا ہوا نہین ہے۔ الحدیث

غلطی صریح بخاری اب ان روایات اور واقعات کو دیکھیے اور پھر بخاری کی اس خطا کاری کو طبقات شافعیہ مین ہے جلد ۲ صفحہ

قال ابو احمد الحاکم فی الکنی عبد اللہ الدیلمی ابو بشر وقال البخاری و مسلم فیہ ابو بشر بشین المعجمۃ قال الحاکم وکلاھما اخطاء فی علمی انما ھو ابو بسر وخلیق ان یکون محمد بن اسمعیل مع جلا سنہ ومعرفتہ بالحدیث اشتبہ علیہ فلما نقلہ مسلم من کتابہ تابعہ علی زلتہ ومن تامل کتاب مسلم فی الاسماء والکنی علم انہ منقول من کتاب محمد بن اسمعیل حذو القذۃ بالقذۃ حتی لا یزید علیہ فیہ الا مایسھل عدہ وتجلد فی نقلہ حق الجلادۃ اذ لم ینسبہ الی قائلہ

ابو احمد حاکم کہتے ہین بخاری و مسلم نے کنی مین ابو بشر لکھا ہے بشین معجمہ حالانکہ ہمارے علم مین دونون خطا کی کیونکہ وہ ابو بسر ہے۔ محمد بن اسمعیل بخاری سے ایسی غلطی کا ہونا تو تعجب نہین کیونکہ وہ با القدر صاحب معرفۃ الحدیث تھے ممکن ہے اونپر مشتبہ ہوگیا ہو۔ مگر تعجب ہے مسلم سے کہ جب اونہ نے بخاری کی کتاب سے نقل کیا تو اس غلطی مین بھی انکی متابعت کی۔ حالانکہ جو شخص کتاب مسلم م کریگا تو اوسکو معلوم ہوگا کہ وہ کتاب قدم بقدم نقل کتاب بخاری ہے۔ الا اینکہ اسقدر زیادتی کی ج اونکا آسان ہے۔ مگر مسلم نے یہ کمال درجہ کی جلادت کی کہ نقل کیا اوسکی کتاب کو اور کہین اوس نسبت نہ کی۔

جس سے آپ قیاس کر سکتے ہین کہ اگر یہ صحیح بخاری اس طرح لکھی جاتی جسکی تعریف مین اسقدر گپین کی گئی ہے۔ تو یہ فاش غلطی اوسمین رہ جاتی کہ ابو بسر کو ابو بشر لکھ جاتے۔

اگرچہ جو بیانات مختلفہ اس مقام پر کئے گئے ہین کہ بخاری نے اس طرح اوسکو لکھا وہی کافی ہین اسکے غلط ہونے کو کیونکہ جب وہ ایسے حافظ تھے اور ایسے حافظہ والے تو پھر تین مرتبہ کتاب کیون لکھی جاتی اور رات کو اوٹھ اوٹھ کر چراغ کیون جلاتے اور اصلاح کیون دیتے رہتے ۔ مگر چونکہ کتاب اونکی علل علی بن مدینی سے بسرقہ لکھی گئی تھی اسلئے اوسکے اخفا کیلئے یہ کوشش کی گئی ۔

ہان حاکم نے جس غلطی کی طرف اشارہ کیا اوسکی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ جو لوگ انکے ساتھی تھے وہ اوسی زمانہ مین کہا کرتے کہ یہ تو کچھ لکھتے نہین جیسا کہ طبقات شافعیہ مین ہے سمعت حامد بن اسمعیل واخر یقولان کان البخاری یختلف معنا الی السماع وھو غلام فلا یکتب حتی اتی ذلک ایاما فلنا نقولہ صـ٥٣ـ

یعنی حامد بن اسمعیل وغیرہ کہتے تھے کہ بخاری ہمارے ساتھ حدیث سننے کو جاتے تھے اور وہ لڑکے تھے مگر لکھتے نہ تھے جب چند روز گذر جاتے ہم لوگون نے چند بار کہا بھی ۔

جس سے اصلی حالت تو معلوم ہوئی کہ بخاری اس بے پروائی سے حدیثین سنا کرتے کہ نہ لکھتے نہ اوسکی حفاظت کرتے ۔ پھر بتائیے کیا حدیثین یاد رہتی ہونگی ۔

طرفداران بخاری نے اس روایت کیساتھ یہ بھی بڑھایا ہے کہ جب بخاری کو لڑکون نے زیادہ دق کیا تو ایک روز بخاری نے کہا کہ اچھا جو کچھ تمنے لکھا ہے لاؤ ۔ انھون نے زبانی پڑھکر سب سنا دیا ۔ مگر یہ ایسا وضعی قصہ ہے کہ روایات مذکورہ اسکے رد کو کافی ہین ۔ کیونکہ اگر ایسا حافظہ قوی ہوتا تو رات مین پندرہ بیس مرتبہ اوٹھکر نشان بنانے کی ضرورت نہ ہوتی اور ایک ایک کتاب کو تین تین مرتبہ لکھنے کی ضرورت نہ پڑتی ۔ اوسپر یہ حالت ہوئی کہ بقول حاکم خطا کیا ۔

طرہ تو یہ ہے کہ بخاری جہان حدیث سنتے تھے وہان لکھتے ہی نہ تھے بلکہ جب اپنے گھر بخارا آتے تب لکھتے مقدمہ فتح الباری مین ہے قال محمد بن الازھر السجستانی کنت فی مجلس سلیمان بن حرب والبخاری معنا یسمع ولا یکتب فقیل لبعضھم مالہ لا یکتب فقال یرجع الی بخاری فیکتب من حفظہ صـ٤٨٧ـ

یعنی محمد بن ازہر سجستانی کہتے ہین کہ ہم مجلس سلیمان بن حرب مین تھے اور بخاری ہمارے ساتھ سنتے تھے لکھتے نہ تھے کسی نے پوچھا کیون نہین لکھتے تو کہا کہ جب بخاری جاتے ہین تو اپنے حافظ

سے لکھتے ہین۔

ان روایات کی غرض یہ ہے کہ رسول اللہؐ سے بھی انکا درجہ بڑھا دین کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ علمہ شدید القوی × رسول اللہؐ کو شدید القوی نے تعلیم دیا پھر فرماتا ہے سنقرئک فلا تنسی الا ما شاء اللہ انہ یعلم الجہر وما یخفی ونیسرک للیسریٰ۔ ہم تمکو ایسا پڑھا دینگے کہ نہ بھولو۔

ان سب پر حضرت کی یہ حالت تھی کہ ایک ایک لفظ سنکر یاد کرتے جسپر خدا کو منع کرنا پڑا لا تحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه وقرانه فاذا قرانا ہ فاتبع قرانه کہ وحی کے پڑھنے کے لئے اپنی زبان نہ چلایا کرو کہ جلد یاد کرلو۔ ہمپر اوسکا جمع کرنا اور پڑھانا جب ہم پڑھا کرین۔ تو اوسی طرح پڑھا کرو کہ ہمپر اوسکا بیان کرنا ہے۔

باایںہمہ رسول اللہؐ قرآن کو فوراً لکھواتے اور کسقدر تاکید کرتے کہ ہمیشہ لکھا کرو کہ لکھنے سے علم محفوظ ہوتا ہے۔

مگر بخاری کا یہ حال تھا کہ نہ مجلس درس مین حدیثونکو لکھتے نہ گھر آکر۔ بلکہ سال دو سال بعد جب بخارا جاتے تب لکھتے پھر بتائیے ان حدیثونکا کیا حال ہوگا۔ حالانکہ وہ ایسے کم حافظہ تھے کہ رات رات کو اوٹھکر کتاب مین اصلاح دیا کرتے۔ اور ایک ایک کتاب کو تین تین مرتبہ لکھتے۔ حالانکہ ادنے طالب العلمون کا یہ حال ہے کہ کبھی اونکو اپنی تصنیفات پر نظر ثانی کرنیکا بھی اتفاق نہین ہوتا۔

دوسرا اعتراض عام بخاری پر یہ ہے کہ جو شرط صحت مقرر کیا ہے اوسکی خلاف ورزی کی دیکھو ان لا یذکر الا ما رواہ صحابی مشھور عن النبیؐ له راویان ثقتان فاکثر۔ ثم یرویه عنه تابعی مشھور بالروایة عن الصحابة له ایضاً راویان ثقتان فاکثر۔ ثم یرویه عنه من اتباع الاتباع الحافظ المتقن المشھور علی ذلک الشرط ثم کذلک الثالثة قد قال الحاکم الاحادیث المرویة بھذہ الشریطة لم یبلغ عددھا عشرة آلاف حدیث وقد خالفا شرطھما فقد اخرجا فی الصحیحین حدیث عمر بن الخطاب رض انما الاعمال بالنیات ولا یصح الا افراد کما سیاتی ان شاء اللہ وحدیث المسیب بن حزن والد سعید بن المسیب فی وفاة ابی طالب ولم یرو عنه غیر ابنه سعید واخرج مسلم حدیث

حمید بن هلال عن ابی رفاعہ العدوی ولم یرو عنہ غیر حمید وقال ابن الصلاح واخرج البخاری حدیث الحسن البصری عن عمرو بن تغلب انی لا اعطی الرجل والذی ادع احب الی۔ لم یرو عنہ غیر الحسن قلت فقد روی عنہ ایضاً الحکم بن الاعرج نص علیہ ابن ابی حاتم واخرج ایضاً حدیث قیس بن ابی حازم عن مرداس الاسلمی یذہب الصالحون الاول فالاول ولم یرو عنہ غیر قیس بن الصامت عن رافع بن عمرو الغفاری ولم یرو عنہ غیر عبد اللہ قلت ففی الغیلانیات من حدیث سلیمان بن المغیرة ثنا ابن حکم الغفاری حدثنی جدی عن رافع بن عمرو فذکر حدیثاً واخرج حدیث ابن ابی بردہ عن الاغر المدنی انہ لیغان علی قلبی ولم یرو عنہ غیر ابی بردہ قلت قد ذکر العسکری ان ابن عمر رض روی عنہ ایضاً وروی عنہ معاویہ بن قرة ایضاً وفی معرفة الصحابة لابن قانع قال ثابت البنانی عن الاغر۔ اغر مزینہ واعز من قول الحاکم قول المیانسی فی ایضاح ما لا یسع المحدث جہلہ شرطهما فی صحیحیہما ان لا یدخلا فیہ الا ما صح عندهما وذلک ما رواه عن رسول اللہ اثنان من الصحابة فصاعداً وعن کل واحد من الصحابہ اربعة من التابعین فاکثر وان یکون عن کل واحد من التابعین اکثر من اربعة والظاہر ان شرطهما اتصال الاسناد بنقل الثقة عن الثقة من مبتداه الی منتہاه من غیر شذوذ ولا علة ص۵ عمدة القاری جلد اول

یعنی بخاری ومسلم نے صحت کا یہ طریقہ رکہا ہے۔ کہ راوی صحابی مشہور ہو رسول اللہ سے جس کے دو راوی ثقہ ہوں یا زیادہ۔ پھر اوس سے تابعی مشہور بروایت۔ راوی ہو جس کے دو راوی ثقہ ہوں۔ پھر اوس سے تبع تابع روایت کرتے ہوں جو حافظ۔ مشہور۔ متقن ہو اسی شرط پر۔ پھر اسی طرح تیسرے۔ کہا حاکم نے کہ جو حدیثین اس شرط سے مروی ہوئی ہیں اونکی تعداد دس ہزار سے زیادہ نہین۔ اور بخاری ومسلم نے خود اپنی شرائط مقررہ کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ حدیث انما الاعمال بالنیات کو دونوں نے لکھا ہے (بخاری کی پہلی حدیث یہی ہے) راوی اسکے عمر ہین۔ مگر افراد اون سے صحیح نہین کیونکہ صرف عمر راوی ہین اور ہے صرف علقمہ

راوی ہے اور علقمہ سے صرف محمد بن ابراہیم راوی ہین حالانکہ صحابی سے دو آدمی کو راوی ہونا چاہیئے۔ اسی طرح تابعی سے دو راوی ہو۔ پھر تبع تابع سے دو اور یہان صرف ایک ہی راوی ہے لہذا حدیث صحیح رہی چہ جائیکہ متواتر ہو۔ عینی صہ۱۲

اسی طرح حدیث مسیب بن حزن پدر سعید بن المسیب دربارہ وفات حضرت ابوطالب (کہ وہ کفر پر مرے) صحیح نہین ہے کیونکہ مسیت سے صرف سعید بن مسیب راوی ہین جو اونکے بیٹے ہین (حالانکہ دو راوی ہونا چاہیئے) مسلم نے حدیث حمید بن ہلال کی روایت کی ہے ابی [illegible] عدوی سے اسکے سوا دوسرا کوئی راوی نہین (تو حدیث صحیح نہ رہی) کہا ابن الصلاح نے کہ بخاری نے روایت کی حدیث حسن بصری کو عمرو بن تغلب سے کہ حضرت نے فرمایا ہم بعض کو دیتے ہین اور جسکو نہین دیتے وہ احب ہے طرف ہمارے بجز حسن کوئی اسکا راوی نہین (تو حدیث صحیح نہین رہی)

عینی کہتے ہین کہ بقول ابن ابی حاتم حکم بن اعرج بھی اسکا راوی ہے۔ اسی طرح بخاری نے حدیث قیس بن ابی حازم کو مرداس اسلمی سے روایت کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا جائینگے صالحین اول۔ پس اول۔ اسکا راوی غیر قیس کوئی نہین۔ عینی کہتے ہین کہ زید بن علاقہ نے بھی اسکی روایت کی ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے ذکر کیا۔ نیز مسلم نے حدیث عبداللہ بن صامت کو رافع بن عمرو غفاری سے حالانکہ بجز عبداللہ کوئی اوسکا راوی نہین۔ عینی کہتے ہین غیلانیات مین یہ روایت سلیمان بن مغیرہ سے بھی آئی ہے۔ حدیث ابو بردہ کو بھی اغر مازنی سے روایت کیا ہے۔ حالانکہ غیر ابی بردہ اور کسی نے روایت نہین کی عینی کہتے ہین۔ کہ ابن عمر سے بھی اسکی روایت آئی ہے معویہ بن قرہ نے بھی اوس سے روایت کی ہے۔ معرفۃ الصحابہ ابن قانع مین ہے کہ ثابت بن بنانی نے کہا اغر سے اور اغر مزنی ہے۔

قول حاکم سے بھی زیادہ غریب قول میانشی ہے ایضاح مالا یسع المحدث جہلہ مین کہ بخاری مسلم کے نزدیک شرط صحت یہ ہے کہ نہ داخل کرین صحیحین مین مگر اوس روایت کو جو صحیح ہو اور مشہور وہ اسطرح کہ دو یا زیادہ صحابی اوسکے راوی ہون اور ہر صحابی سے چار تابعی نے روایت کی ہو۔ اور ہر تابعی سے راویون کی تعداد چار سے زیادہ ہو۔ اور ظاہر یہ ہے کہ شرط اون دو

کی اتصال اسناد ہے بنقل ثقہ دوسرے ثقہ سے از ابتدا تا انتہا بغیر شذوذ و علۃ کے۔
اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ہنوز یہی نہیں معین ہے کہ بخاری و مسلم نے صحت کی شرط کیا مقرر کی ہے کہ کس قاعدہ سے وہ کسی حدیث کو صحیح کہتے ہین اور کس قاعدہ سے غیر صحیح۔ کیونکہ ہنوز شرائط صحت مین اختلاف ہے۔
دوسرے یہ کہ بقول حاکم معلوم ہوا اس قاعدہ سے کل دس ہزار حدیث صحیح ہے جسمین سے کل چار ہزار حدیث تو صحیح بخاری مین ہے۔ عینی ص۵
پھر یہ دعوی کب ہے کہ بخاری کہتے ہین احفظ مائۃ الف حدیث صحیح واحفظ مائتی الف حدیث غیر صحیح وقال وراقہ سمعتہ یقول ما نمت البارحۃ حتی عددت کم ادخلت فی تصانیفی من الحدیث فاذا ہو مائتی الف حدیث۔ مقدمہ فتح الباری ص۔۔ کہ ہم ایک لاکھ حدیث صحیح یاد رکھتے ہین اور دو لاکھ غیر صحیح۔ وراق بخاری کا بیان ہے کہ خود بخاری کہتے تھے کل ہم نہ سوئے جبتک کل حدیثونکو گن نہ لیا جسے اپنی تصانیف مین داخل کیا ہے تو وہ دو لاکھ حدیثین ہین۔
کیونکہ جب کل حدیث صحیح دس ہزار ہے۔ تو ایک لاکھ کہان سے آئی۔ اور جب خود بخاری کہتے ہین کہ ایک لاکھ حدیث صحیح یاد ہے۔ دو لاکھ غیر صحیح۔ تو اب جو اونھون نے اپنی تصنیفات مین دو لاکھ حدیثین داخل کین۔ تو بالفرض اگر ایک لاکھ حدیث صحیح ہے تو باقی ایک لاکھ تو یقینی غیر صحیح ٹھہرین پھر تبلائے بخاری ایک لاکھ حدیث غیر صحیح کے راوی ہوئے یا نہین۔
تیسرے یہ کہ بخاری اور مسلم دونون نے اپنے معاہدہ کی پابندی نہین کی کہ جو قاعدہ صحت کا مقرر کیا اوسکے خلاف حدیثین نقل کین حالانکہ مدعی اسکے ہین کہ ہم وہی روایت لیتے ہین جو ہمارے نزدیک صحیح ہو۔ تو ایسا محدث کب قابل اعتماد ہوسکتا ہے جو قاعدہ مقررہ کے خلاف ورزی کرے
چوتھے یہ کہ بخاری نے تو اور بھی کمال کیا کہ جس حدیث کو اونھونے صحیح بخاری کا کلمہ بات بنایا وہ ایسی حدیث ہے کہ جسپر شرائط مقررہ اونکی کسی طرح صحیح نہین۔ تو جب بسم اللہ ہی غلط ہوا تو آئندہ کیا امید ہے۔
مقدمہ دعوی کیا جاتا ہے کہ جتنے غیر صحیح احادیث لکھا ہی نہین اور بصورت اوسکی یہ ہوتی ہے کہ

پہلی ہی حدیث بے قاعدہ ہے۔

کہین تو دعوی ہے کہ ایک لاکھ صحیح حدیث یاد ہے اور دو لاکھ غیر صحیح۔ اسپر ترقی کی جاتی ہے کہ خرجت الصحیح من ستمائۃ الف حدیث۔ مقدمہ ص۔ کہ چھ لاکھ حدیث سے اسکی تخریج کی۔ پھر کسپر ایمان لایا جائے۔

دوسپر طرہ یہ ہے قال البخاری ما کتبت فی کتاب الصحیح الا اغتسلت قبل ذلک وصلیت رکعتین۔ مقدمہ ص

کہ بخاری کہتے ہین جب مینے کوئی حدیث لکھی تو اوسکے قبل غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ مگر نہ معلوم یہ کیسا غسل تھا اور کیسی نماز کہ بجائے صحیح روایتونکے ابتدا جو کی تو غیر صحیح حدیث سے جیسا کہ فتح الباری مین ہے قال ابو جعفر الطبری قد یکون ھذا الحدیث علی طریقۃ بعض الناس مردود۔ لکونہ فردا لانہ لا یروی عن عمر الا من روایۃ علقمہ ص

کہا ابو جعفر طبری نے کہ یہ حدیث بعض طریق پر مردود ہے۔ کیونکہ وہ فرد ہے۔ اسلئے کہ عمر سے صرف علقمہ نے روایت کی۔ پس جب پہلی حدیث بخاری کی مردود ہوئی۔ تو باقی کتاب کے مردود ہونے مین کیا عذر ہے وقد مر اکثر ذلک فی الحصۃ الاولی

بہر حال یہ علم حاکم تو عام طور پر بخاری و مسلم کی نسبت ہے کہ جو شرط مقرر کیا اوسکے خلاف حدیث لائے جو مردود ہے۔

اب تیسرا اعتراض عام سنئے السابعۃ فی الصحیح جماعۃ جرحھم بعض المتقدمین وھو محمول علی انہ لم یثبت جرحھم بشرطہ فان الجرح لا یثبت الا مفسرا مبین السبب عند الجمھور ومثل ذلک ابن الصلاح بعکرمہ واسماعیل بن ابی اویس وعاصم بن علی وعمرو بن مرزوق وغیرھم قال واحتج مسلم بسوید بن سعید وجماعۃ

یعنی صحیح بخاری مین ایسی جماعت ہے کہ بعض متقدمین نے اونپر جرح کی ہے۔ اور یہ محمول ہے دبخاری نے اسکی یون تاویل کی) کہ اون کی جرح موافق شرط بخاری ثابت نہین کیونکہ جرح وہی مقبول ہے جو مفسر و مبین السبب ہو نزدیک جمہور کے۔ اسکی مثال ابن الصلاح نے دی۔ عکرمہ۔ اسمعیل بن اویس۔ عاصم بن علی۔ عمرو بن مرزوق

غیرہ سے کہا کہ احتجاج کیا ہے مسلم نے سوید بن سعید اور دوسری جماعت سے جسمین طعن مشہور ہے۔
ابن الصلاح نے کہ اس سے معلوم ہوا کہ بخاری و مسلم کا مذہب یہ تہا کہ وہی جرح مقبول ہے جسمین
سبب بیان کیا جائے "

س سے معلوم ہوا کہ بخاری اور مسلم کا یہ قول بصراحت نہیں ہے۔ بلکہ اونکے طرز عمل سے یہ سمجھا گیا کہ وہ
روحین سے روایت کرتے ہین تو اسوجہ سے کہ اونکے جرح کی تفصیل نہین ہے۔ علامہ عینی اس
ل ابن الصلاح کے جواب مین لکھتے ہین کہ بہت سے راوی تو ایسے ہین جنکے جرح کی تفصیل
دیگئی ہے چنانچہ عکرمہ کے بارمین قول ابن عمر ہے کہ اونہونے نافع (اپنے غلام) کہا کہ ہمپر تو
سطرح جہوٹ نہ باندھنا جسطرح عکرمہ نے ابن عباس پر افترا کیا۔ اور عکرمہ کی تکذیب کی ہے مجاہد۔
ن سیرین۔ مالک نے۔ کہا (امام) احمد (ابن حنبل) نے کہ وہ رای خوارج صفریہ پر تھا۔ کہا ابن
ی نے کہ وہ خارجی تہا بر اصول نجدہ (یہ ایک خارجی تہا جسکا فرقہ علیحدہ ہے) اور کہا کہ وہ رای
تہا تلوار کا (یعنی قتال کرنے کو مسلمانوں سے جایز جانتا تھا) مگر سب نے اوسکی توثیق کی ہے اور اوس
یت لی ہے شاید کہ وہ داعی نہ تھا۔

اسمعیل بن اویس (راوی بخاری) تو ایسا ہے جسنے خود اقرار کیا ہے کہ ہمنے وضعی حدیثیں بنائیں۔
ماکہ نسائی نے حکایت کی ہے سلمہ بن شبیب سے۔ کہا ابن معین نے کہ وہ تو دو فلس کے برابر بھی نہیں
ہے وہ اور اوسکا باپ دونو سارق حدیث ہین۔ نضر بن سلمہ مروزی بروایت دولابی کہتا ہے
کذاب تھا۔ حدیث گڑہتا تھا مالک سے مسایل ابن وہب کا۔

صحیح بخاری بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ والصلوۃ علی نبیہ و آلہ الطاہرین
بعد تنقید البخاری کے دو حصے ملک مین شایع ہو چکے جسکے اثر سے تمام اہل علم کو حقیقت دین اسلام
ی معلوم ہوئی یہان تک کہ خود اہل سنت جو گو زبان سے اصح الکتب بعد کتاب الباری صحیح البخاری کہتے
ں۔ مگر دل مین فوق کلام الباری کے معتقد تھے۔ راہ حق پر آنے لگے اور عام طور پر تحقیق شروع
ی جس سے بہت سی حدیثوں کی موضوعیت کا اقرار کرنا پڑا۔
بلکہ دنیا مین کوئی حق ایسا نہین ہے جسکا باطل سے مقابلہ نہ کیا گیا ہو لہذا بعض ناحق کوشوں نے
لگایا کہ تنقید بخاری کا جواب دیا جائے مگر یہ جبتک ممکن نہوا تھا لانکہ اہلحدیث کا اہم شمس بن

رہا عاصم بن علی تو کہا ابن معین نے وہ لاشے ہے اور دوسرے نے کہا وہ کذاب بن کذاب ہے
نے اوسکی اور اوسکے باپ کی تصدیق کی ہے۔

عمرو بن مرزوق کو ابو طیالسی نے منسوب الی الکذب کیا ہے مگر ابو حاتم نے توثیق کی ہے۔

سوید بن سعید راویان متکلمین سے مشہور بتلقین ہے۔ ابو حسین نے کذاب ساقط کہا ہے۔ ابو داؤد کہتے
کہ یحییٰ کو سناکر وہ کہتے ہیں اسکا قتل کرنا چاہیئے ہے۔

دارقطنی نے اپنی کتاب الاستدراکات والتتبع علی البخاری ومسلم میں ان کے دو سو حدیثوں
طعن کیا ہے اور ابی مسعود دمشقی کا بھی ان حدیثوں پر استدراک ہے۔ اسی طرح ابی علی غسانی نے
تعقیبہ میں۔

یہ مختصر حال ہے اختلال صحیح بخاری کا جسپر قدیم سے علمائے اہل سنت کا اعتراض ہے کہ بخاری
رواۃ اسکے خوارج ہیں ملتانی ہیں وضاع ہیں اور کسی شرط کی بخاری کو پابندی نہیں ہے۔
اگر ان مطالب کی توضیح کیجائے تو کئی مجلد تیار ہوں۔ کیونکہ ایک ایک راوی اسکا ایسا جو پاٹا ہوا
الکذوبات کا ہو مار طیار ہو سکتا ہے مگر چونکہ آیندہ ان امور کا بہتری طور پر موقع آئیگا لہذا
پر اکتفا ہوا۔

تمام و کمال بخاری چونکہ تنقید بخاری نے طرفداران بخاری میں ایک عام طور کی بے چینی
کردی ہے لہذا ہم چاہتے ہیں کہ اجمالی رنگ میں انکے پورے حالات بھی کر جائیں تاکہ معلوم
کس پایہ کا ہے۔

اسکی ضرورت واقعی الگی ہے بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ خاص اسی غرض سے یہ کانفرنس قایم ہوئی
اور ہم بھی متمنی تھے کہ کوئی اہل علم ادھر متوجہ ہو کہ شاید بقیہ اسرار واضح ہوں۔ مگر
افسوس کی عقل آجاتی ہے جسکے لئے رسالہ نقل و ہمہ دانی حدیث اصح بعد کلام اللہ سے
آج تک کوئی ایسا شخص نہ پیدا ہوا جو تنقید بخاری کا رد کرسکتا۔
تنقید بخاری کے دو حصے تو اسطرح رہے کہ ہل من مبارز کی صدا بلند ہوئی مگر کوئی
تنقید بخاری نے جو اصلاح بابت جلد ۵ ۱ سے شایع ہوا ہے خاص اثر کیا کہ مولوی ثناء اللہ
ایسا شخص جو آریوں کے مقابلہ سے نہ صرف حمایت قرآن مجید میں مشہور ہے بلکہ جواب

رکھا گیا مغیرہ جو اوسی صورت مین ہو سکتا ہے کہ بردزبہ غلام قرار پائے اور جعفی کہنا ہی اوسی قا
ہے کہ جس قبیلہ کا شخص کسی کافر کو قیدی بنا کر غلام بناتا وہ اوسی قبیلہ کیطرف منسوب ہوتا۔

تہذیب التہذیب عسقلانی مین ہے مولاھم ابو عبد اللہ البخاری صـ۴۷ جلد ۹۔

یعنی یمان جعفی کے غلام تھے ابو عبداللہ بخاری کیونکہ موے کے معنے اس مقام پر غلام کے
پھر نہ معلوم انکے خاندانی غلام ہونے سے اس زمانہ مین کیون انکار کیا جاتا ہے حالانکہ جتنے ائمہ اہلبیت
ہین حسن بصری وغیرہ سب یا اکثر غلام تھے۔ (نوٹ صفحہ ۱۸ مین یہ نوٹ دیکھو)

مغیرہ جد اعلی بخاری کے یمان جعفی حاکم بخارا کے ہاتھ پر اسلام لایا۔ یہ نام اور اسکا اسلام
قرینہ ہے کہ بردزبہ غلام حیثیت سے تھا جسکے بیٹے کا نام عربی نام رکھا گیا کیونکہ عربون کا یہ
ہے۔ پہر اوسکا مسلمان ہونا۔ بخلاف بردزبہ کے صاف بتا رہا ہے کہ غلام زادہ تھا کیو
کو غلام اور اوسکے اولاد پر پورا اختیار ہوتا ہے۔

ابراہیم پسر مغیرہ کے نسبت مقدمہ مین ہے واما ولدہ ابراھیم بن المغیرۃ فلم نق
شئی من اخبارہ صـ۴۶۳ھ

یعنی ابراہیم بن مغیرہ کا کوئی حال نہین معلوم ہوا جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ د
ابراہیم محض معمولی غلامی کیحالت مین رہے جس سے کوئی حال باپ بیٹے کا نہ معلوم ہو
اسمعیل بن ابراہیم۔ پدر بخاری کے نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ بڑے مالدار تھے چنانچہ مقدمہ
حکی وراقہ انہ ورث من ابیہ مالا جلیلا وکان یعطیہ مضاربہ فقطع لہ ع

ایسا نہ تھا کہ جسے مسلمان خاموشی ولا پروا ہی کے ساتھ سنتے اور خاموش ہو رہتے بلکہ م
لئے یہ ایسا ضروری سوال تھا کہ اپنے اپ ہر مسلمان کا فرض تھا کہ وہ اس ضروری سوال پر اپنے
مطابق روشنی ڈالتا اور ہماری ڈالی ہوئی برقی روشنی مین قرآن کے تاریک پہلو کو دیک
کرتا بہرحال آج ہم پھر تمام مسلمانون کو کھلا چیلنج دیتے ہین کہ وہ اس مضمون پر متانت و م
ساتھ وچار کرین اپنی کہین ہماری سنین "

کیا یہ عجیب بات نہین کہ ہو رب ہمہ ہم - اوٹر - دکہن کے و ہم بی سنین اور غیرت نہ آئے صاد
کی غیرت تو اگرچہ اوسیوقت سے جا چکی جبتے مگر کیا قدیم خادم بہو لوا ری بھی ان آریون

خمسہ وعشرین الفا صفحہ ۵۶۵-

یعنی وراق بخاری کا بیان ہے کہ اونکو اپنے باپ کے میراث سے بہت کچھ مال ملا تھا جسکے مضاربہ سے پچیس ہزار ملتا تھا دوسرا واقعہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابو حفص نے بضاعت بخاری کو بھیجا تو بعض تجار نے پانچ ہزار درہم نفع پر لینا چاہا تو بخاری نے نہ دیا دوسرے تاجروں نے دس ہزار نفع دینا اوسپر قبول کیا صفحہ ۵۶۵

اس مالداری کا نتیجہ ضروری یہ ہے کہ ایسا لڑکا کھیلنے کودنے مین زیادہ مشغول رہے جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا اسمعیل کی وفات بخاری کے صغر سنی مین ہوئی۔ ومات اسمعیل و محمد صغیر فنشاء فی حجر امہ صفحہ ۵۶۳

یعنی اسمعیل نے بخاری کے کمسنی مین وفات کی اور محمد بن اسمعیل بخاری نے اپنی ما کے کنار عاطفت مین پرورش پائی۔ پس اگر اسمعیل محدث بھی تھے تو بخاری اون علوم سے محروم رہے۔ اور ایک کمزور عورت کے تربیت سے کہان تک آدمی عالم ہوسکتا ہے۔

ولادت بخاری ۱۳ شوال ۱۹۴ھ مین ہوئی بمقام بخارا اول سماعہ سنہ خمس و مائتین طبقات شافعیہ صہ ۳ جلد ۲

یعنی ۲۰۵ھ مین انھونے سماع شروع کیا جس سے گیارہ برس کی عمر مین حدیث کی سماعت معلوم

مبارکپوری سیرۃ البخاری مین لکھتے ہین امام بخاری کا خاندان کبھی غلامی کی طرف منسوب نہین ہوا اسلئے ہمکو اسکے نفی کیلئے وہ زحمتین نہین اوٹھانی پڑین جو ہمارے ہمعصر شمس العلما نعمانی صاحب کو

غلامی مردنہ بنیگا ہمارا مطلب اس تحریر سے یہ ہے کہ مناسب تو یہ تھا کہ اسوقت بخاری کی بحث اوٹھا رکھی جاتی۔ قرآن کی حمایت مین سب اہل اسلام متفق ہوجاتے مگر بخاری پرستون کا قرآن تو بخاری ہے وہ کب ماننے والے ہین آپ یہ سنکر اور بھی حیران ہونگے کہ تنقید بخاری کے جواب کا تو حوصلہ کیا گیا مگر عجب مستانہ چال ہے کہ تنقید بخاری کا ایک حرف لکھینگے نہ اوسکے کسی اعتراض یا استدلال کا جواب دینگے پھر بتائیے یہ کس قسم کا جواب ہے ہان چونکہ انکی غرض حق پوشی ہے اس لئے جو کچھ انسے ہو وہ الم ہے۔ مگر ہماری غرض تو اظہار حق ہے لہذا ایک نمبر تک تو ہم اونکی عبارت بجنسہ لکھینگے تاکہ اہل فہم کچھ سمجھین اور اگر آیندہ اونھون نے تنقید بخاری کی عبارت نہ نقل کی تو ہم بھی قدر ضرورت پر اکتفا کرینگے

ہوئی ہے - مگر خود بخاری کہتے ہین کہ ہمکو حفظ حدیث کا الہام دس برس کے سن مین ہوا یا اس سے کم مین جیسا کہ مقدمہ مین ہے صفحہ ۵۶۴

مگر عجب فرہ ہے کہ مریدان بخاری نے اسی سن گیارہ سالگی مین اونکو ایسا علامہ بنا دیا کہ داخلی ایسے محدث کو انھوننے ٹوک دیا کہ سند مین غلطی کرتے ہو - کیونکہ خود بخاری سے روایت ہے فقال لہ انسان ابن کم کنت حین رددت علیہ قال ابن احدی عشرۃ سنۃ مقدمہ صفحہ ۵۶۴ -

یعنی کسی نے پوچھا کہ تم نے کس سن مین داخلی پر اعتراض کیا تو کہا گیارہ برس کے تھے -

اب کون ہے جو بخاری سے یا اوسکے طرفدارون سے پوچھے کہ جب اول سماع آپکا گیارہ برس کے سن مین شروع ہوا تو یہ کمال کہان سے آگیا کہ داخلی ایسے محدث کو آپنے ٹوک دیا -

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین اول رحلتہ علی ھذا سنۃ عشر و مائتین صفحہ ۵۶۴ -

یعنی سب سے پہلا سفر انکا جو طلب علم حدیث کے لئے ہوا تو ۲۱۰ھ مین جس سے جہان وہ قول غلط ہے کہ ۲۰۵ھ مین انھوننے حدیث سنا وہان گیارہ برس کے عمر مین اعتراض کرنا بھی داخلی پر غلط ہوا حالانکہ خود بخاری کہتے ہین کہ جب ہم سولہ برس کے ہوئے تو کتاب ابن المبارک و وکیع کو حفظ کیا

سیرۃ النعمان لکھتے وقت اوٹھانی پڑین اور اسکے لئے ان کو بھی کئی صفحے سیاہ کرنے پڑے صفحہ ۱۱

اس دیدہ دلیری کا کیا جواب دیا جائے کہ عسقلانی تو صاف لکھتے ہین وہ جعفی کے ہوئے یعنی غلام یا آزاد کردہ مگر کہتے ہین کہ غلام کا داغ اونکے نہین لگا انکا یہ طنطنہ صرف اس بنیاد پر ہے کہ عسقلانی نے سمجھون کہکر خاموش ہو جائین گے - وہ تحریر حسب ذیل ہے -

تصحیح البخاری بجواب تنقید البخاری ناظرین اہل حدیث کو معلوم ہوگا مسلمانون مین روایت کے لحاظ سے ایک ہی کتاب قابل فخر ہے جسکا نام صحیح البخاری ہے جسکو منکرین روایت اور غیر قائلین حدیث بھی مان گئے - (۳) سید احمد خان مرحوم علیگڈھی بھی تسلیم کرتے ہین کہ روایت کے لحاظ سے صحیح بخاری سب سے مقدم ہے (۴) مگر خوش قسمتی سے مسلمانون مین فرقہ شیعہ اسکا قائل نہین - گذشتہ زمانہ مین منکرین ایک ہی گروہ شیعہ تھا - (۵) اب دو گروہ ہین ایک شیعہ جو خلافت اصحاب ثلاثہ کے منکر ہین - دوم وہ جو خلافت کے تو قائل ہین بلکہ امام ابو حنیفہ صاحب کی تقلید کا دم بھرتے ہین

اوسکے بعد بہائی - ماں کیساتھ حج کو نکلے -

فلما طعنت فی ثمانی عشرۃ صنفت کتاب قضایا الصحابہ والتابعین صفحہ ۵۶۴

یعنی جب اٹھارہواں سال شروع ہوا تو تمنے کتاب قضایا الصحابہ والتابعین کو تصنیف کیا -

کیا خوب مثل ہے کہ سب جھوٹے مرگئے انکو بخار بھی نہ آیا - گیارہویں سال اپنے سماع شروع کیا اور سولہویں برس کتاب ابن المبارک کو حفظ کیا اٹھارہویں سال مصنف بن گئے - اس گپ کا بھی کہیں ٹھکانا ہے - حالانکہ خود ابن حجر راوی ہین کہ محمد بن یوسف فربالی کے دروازہ پر بخاری بصورت امرد بیٹھے تھے وکان من البخاری اذ ذاک غلاما سوتمانیہ عشر عا یا او دو ینھا کہ اوسوقت

تہذیب مین تو مولاہم لکھا - مگر مقدمہ فتح الباری مین جا کر یہ تاویل کی کہ انکو جعفی اسوجہ سے کہتے ہین کہ بخاری کے دادا مغیرہ یمان جعفی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور بعض کا یہ مذہب ہے کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہے وہ اوسکی طرف منسوب ہوتا ہے - مگر ایسی تاویل ہے کہ ہر شخص اسپر مضحکہ کرے کیونکہ کروڑون آدمی مسلمان ہوئے ہین مگر کبھی وہ اوس قبیلہ کے طرف نہین منسوب ہوئے پر بخاری کو کہانسے یہ سرخاب کا پر لگ گیا کہ وہ اسوجہ سے جعفی کہلائے کہ یمان جعفی کی ہاتھ پر مسلمان ہوئے نہ اسوجہ کہ اونکے غلام تھے مجمع بحار الانوار مین ہے واسم المولی یقع علی الرب والمالک والسید - والمنعم والمعتق والناصر والمحب والتابع والجار وابن العم والحلیف والعقید والصھر والعبد والمعتق والمنعم علیہ ۴۶۵ پہر نہ معلوم یہی لغت کہانسے نکل آئی کہ جو کسیکے ہاتھ پر مسلمان ہو وہ بھی اوسکا مولا کہلاتا ہے - بہرحال بخاری بھی ابوحنیفہ کیطرح قید غلامی سے آزاد نہو سکے -

مگر صحیح بخاری کی مخالفت مین وہ شیعہ سے آگے نہین تو پیچھے بھی نہین - یہ دونون گروہ ایک ہی تہیلی کے چٹے بٹے ہین اس لئے ہمارا جواب دونون سے متعلق ہوگا - **الجواب**

(۱) تنقیح پہلا امر غور طلب یہ ہے کہ حمایت بخاری کے لئے کہڑے ہوئے ہین اور صرف اس اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہین کہ بخاری نے حمد و صلوۃ کیون نہ لکھا - مگر واہ رے تقلید کہ آپنے بھی نہ بسم اللہ لکھا نہ الحمد للہ - تقلید ہو تو ایسی کہ لا کہہ رسول اللہ سمجھا ہین جسکو خود اڈیٹر صاحب لکھتے ہین حدیث شریف مین وارد ہے کل امر ذی بال لم یبدء فیہ بحمد اللہ فھو ابتر جو کام اللہ کی حمد کے ساتھ شروع نہ کیا جائے وہ مقطوع اور خراب ہے - مگر آپ نہ مانین

بخاری کا سن اٹھارہ سال تھا یا اس سے بھی کم تو کیا ایسی حالت مین کہ خود تعلیم پا رہے تھے وہ مصنف ہو سکتے ہین طرہ تو یہ ہے کہ خود ابن حجر حاشد بن اسمعیل سے روایت کرتے ہین کہ بخاری ہمارے ساتھ مشایخ کے بیان جایا کرتے تھے تو سولہ سولہ روز گذر جاتا تھا کہ وہ لکھتے نہ تھے۔

حافظۂ بخاری آخری روایت دراصل تو انکے بے توجہی کے متعلق ہے کہ پڑھنے لکھنے مین جی نہ لگاتے تھے مگر مریدون نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حافظہ ایسا قوی تھا۔

اشتمال بلادر ابن حجر وراق بخاری سے روایت کرتے ہین و بلغنی انه شرب البلاذر فقلت له مرة فی خلوة هل من دواء للحفظ فقال لا اعلم ثم اقبل علیّ فقال لا اعلم شیئا انفع للحفظ من نهمة الرجل ومداومة النظر وقال اقمت بالمدینه بعد ان حججت سنة جردا اکتب الحدیث قال فاقمت بالبصرة خمس سنین معی کتبی اصنف و

مولوی شبلی صاحب کا یہ فیصلہ انصافانہ ہے وہ اسلام کے قریب تر زمانہ مین اکثر وہ لوگ حدیث و روایت کے امام نظر آتے ہین جن پر اس قسم کی غلامی کا اطلاق ہو چکا تھا۔ امام حسن بصری۔ ابن سیرین طاوس عطا ابن یسار۔ نافع عکرمہ مکحول۔ جو اپنے زمانہ کے مقتدائے عام تھے خود یا انکے باپ دادا غلام رہ چکے تھے صفحہ ۱ اسیرة النعمان۔

پھر بخاری کے غلام زادگی سے انکار زبردستی نہین تو کیا ہے۔ ہان اگر غلامونکو امام بنانیسے کچھ عار و ننگ آتا ہے تو مذہب شیعہ اختیار کر لو جنکے ائمہ اشرف ناس ہین۔ ورنہ تم تحقیقات کی بعد اپنے خلفائے ثلثہ کو بھی خاندانی ننگ و عار سے پاک نہ پاؤگے۔ ۱۲ علی حیدر

(۲) نامعلوم یہ دعوے کس بنیاد پر ہے کیونکہ اگر علما کے قول کا اعتبار ہے تو صدہا علما نے بخاری کو مفضول اور دوسری کتابونکو افضل کہا ہے۔

دیکھیے مقدمہ ابن الصلاح عن الشافعی رض انه قال ما اعلم فی الارض کتابا فی العلم اکثر صوابا من کتاب مالک، عن ابی علی الحافظ انه قال ما تحت ادیم السماء کتاب اصح من کتاب مسلم بن الحجاج ص۷

بلکہ بعض علما تو صحیح نسائی کو اوس سے افضل سمجھتے ہین فتح المغیث مین ہے ومن ثم صرح بعض المغاربه بتفضیل کتاب النسائی علی صحیح البخاری ص۱۲

واحج وارجع من مکہ الی البصرۃ قال وانا ارجوان تبارک اللہ تعالیٰ للمسلمین فی ہذہ المصنفات ص۵۰۵

یعنے میں نے سنا تھا کہ بخاری نے ملا ورکا استعمال کیا ہے تو ایکروز میں نے پوچھا کوئی دوا حافظہ کے لئے تو بخاری نے کہا نہیں معلوم (بتایا نہیں) پھر کہا حفظ کے لئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے کہ آدمی متہم کرے اور برابر کتاب دیکھتا رہے حج کے بعد میں ایک سال تک مدینہ میں اسلئے قیام کیا کہ حدیثوں کو لکھ ڈالین - پھر پانچ برس تک بصرہ مین قیام کیا جہان ہماری کتابین ہمارے ساتھ تھین اور ہم تصنیف کرتے حج کرنے جاتے - پھر بصرہ چلے آتے - خدا سے امید ہے کہ ان مصنفات کے ذریعہ سے مسلمانون کو برکت ملے -

اب غور فرمایئے کہ صرف سال بھر مدینہ مین رہے ہین جہان انھون نے حدیثین لکھین اور پانچ برس بصرہ مین آکر رہے جہان کتابین بھی ساتھ تھین اور اوسی سے تصنیف کرتے تو اب وہ روایتین کیا ہوئین جنھین بیان کیا تھا -

(۱) ما وضعت فی کتابی الجامع الصحیح حدیثا الا اغتسلت قبل ذلک و صلیت رکعتین -

(۲) وعن البخاری قال صنفت الجامع من ستمائۃ الف حدیث فی ستہ عشرۃ سنۃ -

(۳) صنفت کتابی الجامع فی المسجد الحرام وما ادخلت فیہ حدیثا حتی

یعنی بعض علماء مغرب نے کتاب نسائی کو افضل سمجھا ہے کتاب صحیح بخاری سے -

اڈیٹر صاحب اگر آپنے فن حدیث کی کوئی کتاب نہین دیکھی تو کاش بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز صاحب ملاحظہ فرماتے ص۱۰۶

حافظ ابو طاہر بسند خود از حسن ابن محمد بن ابراہیم رازی روایت کردہ کہ در گفت بخواب دیدم پیغمبر خدا را میفرماید من اراد ان یستمسک بالسنن فلیقرء سنن ابی داؤد و از زکریا بن یحیی ساجی روایت کردہ میگفت کہ اصل اسلام کتاب اللہ است و ستون اسلام سنن ابی داؤد - و ابن الاعرابی گفتہ است کہ اگر شخصے را غیر کتاب اللہ و سنن ابی داؤد حاصل نشود او را در دین فی

استخرت الله بقد وصلیت رکعتین وتیقنت صحته صـ ۵ مقدمہ

(۱) یعنے جو حدیث میں نے صحیح بخاری میں داخل کیا اوسکے لیے غسل کیا اور دو رکعت نماز

(۲) صحیح بخاری کو چھ لاکھ حدیثوں سے منتخب کر کے سولہ برس میں تصنیف کیا۔

(۳) ہمنے صحیح بخاری کو مسجد الحرام میں تصنیف کیا اور جب تک استخارہ نکر لیا اور نماز نہ پڑھ لی اور صحت کا یقین نہ حاصل کیا۔ داخل صحیح نہ کیا۔

ان روایتوں کو جسمین اسقدر مبالغہ کیا گیا ہے ۔ پہلی روایت سے ملاتی تو بدیہی

جہاندیدہ بسیار گوید دروغ ۔ کا مضمون ہے کہ ایکدفعہ تو یہ بیان کیا کہ سات سال پھر مین حدیثین لکھین ۔ اور پانچ برس تک بصرہ مین تصنیف کرتا رہا۔

اب مدت تالیف کو سولہ برس بتاتی ہین ۔ اور مقام تصنیف مسجد الحرام جہان ہر حدیث پر نماز پڑھتے اور غسل کرتے ۔ جسپر ابن حجر لکھتے ہین قلت الجمع بین هذا وبین ما انه كان تصنيفه في البلاد انه ابتدأ تصنيفه وترتيب ابوابه في المسجد ثم كان يخرج الاحاديث بعد ذلك في بلده وغيرها ويدل عليه قوله اقام فيه ست عشرة سنة فانه لم يجاور بمكة هذه المدة

کہ ان مختلف روایتوں مین اس طرح جمع ہو سکتا ہے کہ ابتداے تصنیف تو جہان ابواب کو مرتب کیا پھر اپنے شہر مین جا کر حدیثوں کو لکھا جسکی دلیل یہ ہین کہ مسجد الحرام مین سولہ برس تک رہے ۔ حالانکہ ہرگز وہ سولہ برس

ولبندہ باشد ولہذا در کتب اصول ما بہ اجتہاد در افن علم حدیث تمثیل بسن نمودہ اند۔

تو پھر معلوم ان علما کے تصریح کے خلاف انکا یہ قول وہ ایک ہی کتاب قابل مان لیا جائے ۔ حالانکہ اتنے علما کے تصریحات خلاف انکے موجود ہین اور خود رسول ہے کہ سنن ابو داود کو پڑھو کہ تمسک بسنت حاصل ہو ۔ اسیلیے آپ اہل سنت سے خارج رہتے ہین۔

(۳) اب معلوم ہوا کہ آپ بھی سید احمد خان صاحب پر ایمان لائے اسوجہ سے

منبرہ وکان یصلی لکل ترجمۃ رکعتین کہ بخاری نے ترجمہ (یعنی باب) تو بابندہا قبر و رسول و منبر کے درمیان اور ہر ترجمہ کیلیئے دو رکعت نماز پڑہی۔

یہ باوس دعوی کے معارض ہے جو پہلے بیان کیا کہ مسجد الحرام مین بیٹھکر سولہ برس مین تصنیف کیا اسکی تاویل ابن حجر یہ کرتے ہین ولا ینافی ھذا ایضا ما تقدم لانہ یحمل علی انہ فی الاول کتبہ فی المسودۃ وھنا حولہ من المسودۃ الی المبیضہ۔

یعنی یہ روایت بہی پہلے روایت کے منافی نہین ہے۔ کیونکہ ہم یہ تاویل کرینگے کہ پہلے مسودہ کیا تہا۔ اور اب صاف کیا۔

کیا کوئی معمولی عقل کا انسان ان غلط بیانیون کو دیکہہ سنکر کہہ سکتا ہے کہ خود بخاری صاحب صادق القول تہے۔ کیونکہ اختلاف تو ہمیشہ علامت دروغگوئی سمجہا گیا ہے۔ مگر واہ رے اہل سنت کہ اون کے یہان جسقدر کوئی غلط کہے وہی سچا ہے۔ کہان تو بخاری نے یہ کہا کہ پانچ برس بصرہ رہکر مینے تصنیف کیا۔ اوسپر ترقی کی تو سولہ ۱۶ برس قیام مکہ کے مدعی ہوئے۔ اوس سے نہ تسکین ہوئی تو عظمت صحیح بخاری جتانے کو اسکا دعوی کیا کہ خود روضہ رسول مین بیٹہکر درمیان قبر شریف و منبر تصنیف کیا۔

یہ بات دوسری ہے کہ وہ بیچارے حسن اعتقاد اہل سنت کے اصول پر ہر قول بخاری پر آنکہ بند کرکے ایمان لائین مگر کوئی عقلمند تو نہین باور کر سکتا وہ تو صاف کہدیگا ھذا الکذب البریہ

نتیجہ قوت حافظہ بخاری حافظہ بخاری مین اسقدر مبالغہ کیا گیا ہے کہ جسوقت سے انہونے

---

(۵) لیکن نہ معلوم تیسری گروہ کو کیون چہوڑ دیا جو آیمہ محدثین و بڑے محققین سے ہین جنمین سے بعض کا نام ابہی مذکور ہوا۔ تو کیا انکو بہی آپ شیعہ کہین گے یا حنفی۔؟

اصل یہ ہے کہ یہ نتیجہ ہے اوس محسن کشی کا جو بخاری نے اپنے استاد علی بن المدینی کے کتاب العلل کو سرقہ کرکے۔ صحیح بخاری کو مرتب کیا جسکے صدمہ سے علی بن المدینی نے انتقال کیا۔ اوس بادہ کا نتیجہ آہ کا پہلا نتیجہ بخاری کو یہ ملا کہ اونکے شاگرد مسلم نے صحیح بخاری کو اولٹ پلٹ کر کے صحیح مسلم کیا جسپر آجتک انکے علما چلا چلا کر کہہ رہے ہین فانہ اخذ من کتابہ یکسلہ (؟) من الکثر کونہ فی کتابہ وجعلہ حق الجلا وہ حیث لم ینسبہ الیہ

حدیثونکا شروع کیا اوسیوقت سے لکھتے نہ تھے چنانچہ سابقاً مذکور ہوا کہ حاسد ابن اسمعیل بیان کرتے ہین کہ بخاری لکھا نکرتے جب ہملوگون نے اعتراض کیا تو سولہ روز کے بعد سب حدیثین انھون نے زبانی سُنا دین چنانچہ پندرہ ہزار سنائیں - بلکہ محمد بن ازہر سختیانی کا بیان ہے فقیل لبعضہم ماله لا یکتب فقال یرجع الی بخاری فیکتب من حفظہ مقدمہ کہ کسینے پوچھا تو جواب دیا کہا کہ وہ یہان لکھتے ہی نہیں جب بخارا لوٹ کر جاتے ہین تب اون حافظے سے لکھتے ہین اسکا نتیجہ ہوا کہ تہذیب الراوی میں سیوطی لکھتے ہین قال والذی یظہر لی من کلام ابی علی انه قدم صحیح مسلم لمعنی اٰخر غیر ما یرجع الی ما نحن بصدده من الشرائط المطلوبة فی الصحة بل لان مسلماً صنف کتابه فی بلده بحضور اصوله فی حیاة کثیر من مشائخه فکان یتحرز فی الالفاظ و یتحری فی السیاق بخلاف البخاری فربما کتب الحدیث من حفظه و لم یمیز الحافظ رواته ولهذا ربما یعرض له الشک وقد صح عنه انه قال رب حدیث سمعته بالبصرة فکتبته بالشام صـ

کلام ابو علی (یہ ہے کہ ما تحت ادیم السماء کتاب اصح من کتاب مسلم کہ آسمان کے نیچے۔ صحیح مسلم سے بڑھکر کوئی کتاب صحیح نہیں۔) سے جو بات ظاہر ہوئی وہ یہ ہے کہ انھون نے صحیح مسلم کو بخاری پر اسوجہ سے ترجیح دیا کہ مسلم نے اپنی کتاب کو اپنے شہر مین بحضور اصول اور زندگی مین اپنے مشائخ کی تصنیف کیا جسمین سے وہ الفاظ حدیث مین بہت احتیاط کرتے اور سیاق کا بہت خیال کرتے

مقدمہ فتح الباری صـ ۵

مسلم نے بخاری کے اکثر حصہ کتاب کو اپنے کتاب مین لے لیا اور اسکی غلطی بھی درست کی اور کہین بخاری کا نام بھی نہیں لیا نہ اوسکے طرف نسبت کی۔

دوسرا نتیجہ یہ ملا کہ ہر طرف سے محدثین محققین رد بخاری پر آمادہ ہو گئے صدہا کتابین آجتک بخاری کی رد مین ہو چکین پھر لکھتے ہین

عرصہ ہوا شیعون نے بذریعہ اصلاح ایک سلسلہ مضمون شروع کیا تھا جسکا نام "تنقید بخاری" تھا اس مضمون کو تو ہم نے قابل توجہ نہ جانا - نیز چونکہ شیعون نے اوس مضمون کو

بخلاف بخاری کہ اکثر اوقات وہ اپنے حافظہ سے لکھتے۔ جس سے رواۃ مین تمیز نہ کر سکتے۔ اسلیے اکثر اون کو شک ہوجاتا۔ کیونکہ بسند صحیح ثابت ہے کہ بخاری نے کہا اکثر محدثین جنہے بصرہ مین سنی ہین اورا ونکو شام مین لکھا ہے۔

جس سے بخوبی معلوم ہوا کہ جس قوت حافظہ کو وہ فضایل مخصوصہ بخاری سے بیان کرتے ہین۔ اوسنے اون کو اس عذاب مین مبتلا کیا کہ نہ رواۃ کی تحقیق ہوسکی نہ الفاظ حدیث اپنے حالت پر رہ سکے حالانکہ تمامی اہل علم کو معلوم ہے کہ ایک حرف ایک لفظ کے بدلجانے سے کیسا کچھہ عظیم تغیر ہوجاتا ہے۔

اس عبارت سے آپکو یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ اصلیت حافظہ بخاری یہی ہے کہ بعض روایتین بصرہ مین سنتین اونکو شام مین لکھا۔ یا شام مین سنا تو بصرہ مین لکھا جو تقریباً ہر مصنف کو پیش آتا ہے کہ بعد تصنیف خیال آجاتا ہے جبکو پھر وہ لکھدیتے ہین۔ مگر طرفداران بخاری نے اس سے اتنا بڑا طومار باندھدیا کہ بصرہ کوفہ مین جو حدیثین سنین اوسکو بیان لکھتے ہی نہین بلکہ جب بخارا پہونچے تو لکھتے۔

حفظ قرآن حالانکہ انکا حافظہ ایسا کمزور تھا کہ حدیث تو بڑی چیز ہے جسمین ہزارون نام ہوتے ہین ہزارون واقعات محض حفظ سے حفاظت اوسکی ممکن نہین۔ قرآن مجید تک ونکو پورا یاد نہ تھا۔ کیونکہ صدہا مقامات پر آیات کے لکھنے مین غلطی کی ہے۔ چنانچہ تنقید بخاری حصہ اول ص۲ مین دیکھہ چکے ہین کہ آیہ یا اہل الکتاب کو اونہون نے و یا اہل الکتاب لکھا جسپر شارحین

رسالہ کیصورت مین شایع کیا ہے اس لئے بعض احباب کا ارادہ تھا کہ جواب بھی رسالہ کی صورت مین شایع ہو پہلے دو حصون کا جواب تو غالباً ایسا ہی ہوگا۔ آج رسالہ اصلاح (شیعہ) اس مضمون کا نمبر ۲ حصہ دیکھنے مین آیا۔ جسکو دیکھکر دل قابو مین نہین رہ سکا اس لئے التزام کیا گیا ہے کہ اسکا جواب اہل حدیث مین دیا جائے۔

تنبیہ: شکر خدا کا کہ بد حواسی کا پہلے ہی اقرار کیا۔ مگر نہ معلوم آپنے قابل التفات نہ سمجھا ہا، کا جملہ لودیہ النجم سے کیون سرد کیا جو الشمس و تنقید بخاری کے جواب نہ لکھنے کا عذر کیا کرتے ہین۔ ہان صاحب ہمکو اتنا دیکھ کہ دو حصہ تو آپ کے التفات کے قابل نہ تھے مگر تیسرے کیونکر قابل التفات ہوگیا حالانکہ

بخاری نے کیسی کیسی زبردست تاویلین کین کسینے پورا ایک جملہ مقدر مانا کسینے کہا یہ ابوسفیان راوی کی غلطی ہے۔ کسینے کہا کہ یہ قرآن کا آیہ ہی نہین ہے بلکہ خود حضرت کا کلام ہے جسکے بعد یہ بھی اسکے مطابق نازل ہوا بحذف واو۔ کسینے کہا یہ آیہ دو مرتبہ آیا۔ ایکدفعہ بحذف واو۔ ایکدفعہ واو کیساتھ۔

اب دوسری آیتین ملاخطہ ہون صحیح بخاری باب فصل صلوۃ العصر مین ہے حاشیہ فتح الباری جلد ا جزء ۳ صفحہ ۳۱۲ مین ہے ثم قرء فسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب حالانکہ قرآن مجید مین وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب ہے۔ یعنی فا نہین ہے بلکہ واو ہے مگر تعجب ہے کہ ابن حجر عسقلانی کو یہ غلطی بخاری نہ معلوم ہوئی۔ ورنہ ضرور کوئی توجیہ کرتے۔

اس اعتراض کو جناب مولوی عمر کریم صاحب نے بھی غلطی بخاری مین پیش کیا ہے، جسکا جواب مولوی ابوالقاسم صاحب بنارسی نے اسطرح دیا ہے۔

افسوس یہ بھی آپکو مفید نہین کیونکہ امام بخاری کی یہان کوئی غلطی نہین ہے اس لئے کہ امام نے آیت کو اپنے کسی دعوے و اجتہاد کی دلیل مین نہین پیش کیا ہے بلکہ وہ تو حدیث کا ٹکڑہ ہے جسکو جریر صحابی قدیم نے روایت بیان کرتے وقت حدیث کی تائید مین پڑھا ہے جسپر قرء لفظ کا دال ہے۔ اور قرآن مجید چونکہ صحابہ کی زبان (عربی) مین نازل ہوا اور وہ سات حرف پر۔ لہذا اہل زبان (صحابہ) کو وسعت تھی کہ جس طرح مناسب سمجھین پڑھین تفصیل سات کی بیان سے

مصنف شخص واحد ہے۔ طرز تحریر ایک ہی ہے۔

ہان یہ تو ارشاد ہو کہ اہلحدیث کانفرنس مین جواب تنقید بخاری کیہ ورت پاس ہوئی تھی۔ جسکو کئی سال کا عرصہ گذر گیا آج تک ایک حرف کا بھی جواب ہوا ہے؟ اور وہ شخص مرگیا جسکے اصرار پر تسکین کے لئے آمادگی ظاہر کرتے تھے کہ دلعم تزدیدے نہ نکلے پھر انجمن صادقین کے ممبر ہوکر کیون جھوٹھ بولتے ہین۔

بہرحال اس تحریر سے یہ امر تو یقینی معلوم ہوا کہ ابھی تک تنقید بخاری ہر دو حصہ کا جواب نہ ہوسکا جسکی نسبت فرماتے ہین کہ پہلے دو حصون کا جواب تو غالباً ایسا ہی ہوگا، مگر

دوسرا باب فضل العمل فی ایام التشریق پارہ ۴ صفحہ ۲۲۵ فتح الباری میں ہے قول بخاری

(۱) اختلاف کلمہ کا فی نفسہا ساتھ زیادتی و نقصان کے جیسے ننشزہا اور ننشرہا اور سارعوا کو وسارعوا پڑھیں (۲) اختلاف تذکیر و تانیث جیسے یکن و تکن (۳) تفسیر ساتھ جمع و واحد کے جیسے کتبہ اور کتابہ (۴) اختلاف تصریفی جیسے تشدید و تخفیف یکذِبون و یکذّبون میں (۵) اختلاف اعرابی جیسے ذو العرش المجید بکسر الدال اور المجید برفع الدال (۶) اختلاف حروف جیسے فسبح اور وسبح (۷) اختلاف لغات جیسے تفخیم و امالہ وغیرہ (مرقات صفحہ ۴ جلد ۱) پس جبکہ صحابی کو اختیار تھا کہ وسبح کو باجازت رسول فسبح پڑھیں چنانچہ اونھوں نے پڑھا اوسکو رواۃ نے امام بخاری تک نقل کیا اور امام نے اوسکو اپنی صحیح میں درج کیا۔ اس سے تو اون کی روایت کے غایۃ درجہ محفوظ ہونے کا ثبوت ہوتا ہے جس سے کمال صحیح بخاری کا ثابت ہوتا ہے ہاں عثمانی مصحف میں وسبح ہے جو زیر تلاوت ہے اس سے امام بخاری کی صحیح پر کوئی اعتراض نہیں۔ — اہلحدیث

اس تحریر میں جن فقرات پر کھینچ دیا گیا ہے وہ قابل غور ہے کہ صرف حمایت بخاری کے لئے تحریف قرآن جائز کر دیا گیا کہ صحابہ کو اختیار تھا جس طرح چاہتے پڑھتے۔ عثمانی مصحف کا خطاب دیا گیا۔ اور یہ نہ ہو سکا کہ کہیں بخاری سے غلطی ہوئی کہ وسبح کو فسبح پڑھ دیا۔

جب اتنے بڑے صحابہ سے یہ غلطی ممکن ہے کہ وسبح کو فسبح پڑھیں۔ تو کیا اونہیں صحابہ کی ہوا نہیں۔

ہاں صاحب یہ جو آپ لکھتے ہیں وہ اسلئے اسکا التزام کیا گیا ہے کہ اہلحدیث میں اسکا جواب دیا جائے،، تو کیا التزام کی یہی صورت ہے کہ اسکے بعد جو دوسرا نمبر اہلحدیث کا شائع ہوا اوسمیں بھی یہ التزام نہ رہ سکا۔ قولہ

فاضل اڈیٹر اصلاح صحیح بخاری پر اودھار کھائے ہوئے ہیں اس لئے اونکو بخاری کی نسبت بہت سے شبہات ہیں۔ اس مضمون میں اونھوں نے پہلا شبہہ یہ کیا ہے (جسپر بھی ساتھ تبرا آمیز سرخی لکھی ہے) کہ امام بخاری نے اپنی صحیح کے شروع میں حمد و صلوۃ نہیں لکھی بجز بسم

باب فضل العمل فی ایام التشریق وقال ابن عباس واذکروا اللّٰہ فی ایام معلومات

فتح الباری مین ہے وقال ابن عباس ویذکروا اسم فی ایام معلومات کذا للابی ذر عن الکشمیہنی وفی روایۃ کریمہ وابن شبویہ وقال ابن عباس واذکروا اللّٰہ الی اخرہ وللحموی والمستملی ویذکروا اللّٰہ فی ایام معدودات۔ واعترض علیہ بان التلاوۃ ویذکروا اسم اللّٰہ فی ایام معلومات۔ واذکروا اللّٰہ فی ایام معدودات

بخاری نے آیہ واذکروا اللّٰہ فی ایام معدودات کو جو سورہ بقرہ ع ۹ مین ہے واذکروا اللّٰہ فی ایام معلومات بنایا جو صریحی تحریف ہے۔

تیسرا آیہ واذکروا اسم اللّٰہ فی ایام معلومات ہے جو سورہ حج پ ۱۷ ر ۱۰ ع ۱۰ مین ہے۔

حافظ بخاری نے دونون آیتون کو ایک کرکے واذکروا اللّٰہ تو سورہ بقرہ سے لیا اور فی ایام معلومات سورہ حج سے تو کیا ایسے شخص کے نسبت یہ گمان ہوسکتا ہے کہ اسکا حافظ ایسا قوی تھا کہ بصرہ سے حدیثین سُنکر بخارا جاکر لکھتا۔

یہ ترکیب کیون نہین مانی جاتی کہ قرآن مین عمداً تحریف کیا کیونکہ اسکا تو آپکو اقرار ہی ہے کہ اونکو اختیار تھا۔

تو قراءت ابن مسعود یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین مین کیون نہین کہتے کہ عثمان نے اپنے اختیار خاص سے ان علیا مولی المومنین کو نکالدیا۔

بعض شراح کے اقوال جوابیہ نقل کرکے تمسخر اڑایا ہے۔ غرض سارے مضمون کی جان یہی ایک سوال ہے گو مضمون رسالہ کے چار ورقون پر ہے مگر روح اوسکی یہی سوال ہے۔

(۳) تنقیح نقد کو اودھار کہنا آپ ہی کا کام ہے۔ تنقید۔ نقد مین ہوتی ہے یا اودھار مین۔ حاشا وکلا کہ ہم لوگون کو صحیح بخاری کے نسبت کسیطرح کا شک وشبہ ہو بلکہ بعین الیقین معلوم ہے کہ وہ اسکے مصداق ہین اے اہل کتاب کیون حق و باطل کو مخلوط کرتے ہو اور جان بوجھ کر حق کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو یا اھل الکتاب لم تلبسون الحق بالباطل و تکتمون الحق وانتم تعلمون بھروزنامہ ہے وان منہم لفریقا یلون السنتہم بالکتاب

یہین سے اسکا بھی جواب ہوگیا جو شیعوں پر غلط اعتراض کیا جاتا ہے کہ اون مین کوئی حافظ قرآن نہین ہوتا۔ کیونکہ جب بخاری کو قرآن یاد نہ تھا تو دوسرون پر کیا اعتراض ہے حالانکہ صدہا شیعہ حافظ قرآن موجود ہین۔

اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے واجیب بانه لم یقصد التلاوة وانما حکی کلام ابن عباس وابن عباس اراد تفسیر المعدودات والمعلومات فتح الباری یعنی بخاری نے اس نیت سے نہین لکھا کہ یہ کلام خدا ہے۔ بلکہ حکایت کی کلام ابن عباس کی۔ اور ابن عباس کی غرض تفسیر معدودات و معلومات تھی مگر کیا خوب جواب ہے ع خود فراموشی کند تہمت دہد اوستاد را۔

کہ حضرت ابن عباس نے تلاوت غلط کی سو قصور اونکا ہے نہ بخاری کا۔ کیا اچھا ایمان ہے کہ بخاری کی حمایت مین ابن عباس جو بنص رسول عالم قرآن تھے غلط تلاوت کرنے والے قرار پائے اور بخاری بچگئے۔ کیونکہ صاحب اگر بفرض محال ابن عباس سے ایسی غلطی ہوگئی تھی تو بخاری نے کیون نہین درست کیا۔ کیا اس سے وہ تحریف کرنیوالے کہلاتے۔

اس سے بھی انکو کلام ابو علی کی تصدیق ہوگی جو کہتے تھے بخلاف البخاری انما کتب الحدیث من حفظه ولم یمیز الحافظ من رواته وبهذا ربما عرض له الشک کہ مسلم بڑے احتیاط عالمانہ حدیث کو لکھا کرتے بخلاف بخاری کہ اکثر وہ اپنے حافظہ سے لکھا کرتے جس سے اکثر شک اونکو عارض ہوتا۔

لتحسبوه من الکتاب وما هو من الکتاب ویقولون هو من عند الله وما هو من عند الله ویقولون علی الله الکذب وهم یعلمون کہ ایک فریق اون مین سے کتاب کو زبان مروڑ کر پڑھتے ہین تاکہ سمجھو وہ جو کچھہ پڑھتے ہین کتاب ہے۔ حالانکہ وہ کتاب سے نہین۔ اور کہتے ہین کہ وہ خدا کے طرف سے نازل ہوا۔ حالانکہ نہین نازل ہوا خدا کے طرف سے اور خدا پر جھوٹ بولتے ہین حالانکہ وہ جانتے ہین

غور کیجئے تو یقیناً معلوم ہوگا کہ صحیح بخاری بالکل انہین آیات کے مطابق ہے کہ حق کو مخفی رحق و باطل کو مخلوط کیا۔ جسقدر تعریف لوگون نے بیان کی کہ انھون نے انکو مسجد الحرام مین بیٹھکر سولہ برس

ان ابن حجر نے حضرت ابن عباس کو بھی بچانا چاہا کہا اراد تفسیر المعدودات والمعلومات جسکا مطلب یہ ہے کہ غرض ابن عباس تفسیر معدودات و معلومات تھی۔ لہذا پابندی آیہ قرآن کی نہین کی۔ مگر نہ معلوم اگر ابن عباس اسی تفسیر کو آیہ قرآن کو صحیح طور پر پڑھکر بتلاتے تو کیا بگڑ جاتا۔

اس تحریر سے جہان انکو حافظ بخاری کا حال معلوم ہوا کہ قرآن کی یہ آیت انکو پورے طور سے یاد نہ تھی۔ وہان کلام ابو علی کی بھی تصدیق ہوئی کہ بخاری روایتون مین بڑی بے احتیاطی کرتے تھے۔ اوسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل سنت کو بجانب بخاری ایک صحابی پر الزام تحریف لگادینے مین بھی عذر نہین۔

یہ تین آیتین مطابق عدد متبرک خلفائے ثلثہ لکھی گئی ہین جن سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ بخاری کا حافظ ایسا کمزور تھا کہ قرآن کی معمولی آیتون مین غلطی کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ شاید آجتک کسی نے اسکا دعوی نہین کیا کہ بخاری حافظ قرآن تھے۔

حفظ احادیث اب آئیے اس دعوے کی حقیقت سنئے جو اسکا دعوی کیا جاتا ہے کہ بخاری کو

جناب مولوی عمر کریم صاحب حنفی نے بھی اس اعتراض کو غلطی بخاری مین پیش کیا ہے جسکا جواب مولوی ابو القاسم صاحب بنارسی یہ دیتے ہین۔ بہر صورت وہ ابن عباس کا قول ہے کیونکہ اوسکے پہلے بالتصریح قال ابن عباس کا جملہ موجود ہے۔ آپکو اسکے سابق اس صریح جملہ کے رہتے ہوئے کیونکر معلوم ہوا۔ سیاق و سباق سے یہ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ قرآن کی آیت ہے نہ قول عمر

مین لکھا۔ خاص قبر رسول و منبر رسول کے درمیان مین لکھا۔ ہر حدیث پر غسل کیا دو رکعت نماز پڑھی اسلئے کہ لتحسبوہ من الکتاب کہ تم اسکو وحی غیر متلو سمجھو۔ حالانکہ خدا فرماتا ہے ما ھو من الکتاب ہرگز وہ کتاب خدا اور سنت رسول سے نہین ہے۔ جان بوجھ کر خدا پر رسول پر جھوٹ باندھتے ہین۔ خلطوا عملا صالحا واخر سیئا کا مضمون ہے کہ جھوٹ سچ سب ملا ہوا ہے پھر یہ کہنا " بخاری کے نسبت بہت سے شبہات ہین " کسقدر لغو ہے۔ کیونکہ شبہ اگر ہے تو علمائے اہل سنت کو جو اصح الکتاب بعد کتاب الباری کا بھی لقب دیتے ہین اور پھر ہزارون اعتراض کرتے ہین۔

تین لاکھ حدیثین یاد تھین۔

مقدمہ فتح الباری مین ہے سمعت البخاری یقول احفظ مائۃ الف حدیث صحیح واحفظ مائتی الف حدیث غیر صحیح وقال وراقہ سمعتہ یقول ما نمت البارحۃ حتی عددت کم ادخلت فی تصانیفی من الحدیث فاذا ھو نحو مائتی الف حدیث ص۵۰۰

یعنی بخاری کہتے ہین لاکھ حدیث صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح یاد ہے۔ ایکروز بخاری نے کہا مین سونے کے قبل اپنے تصنیفات کی حدیثون کو شمار کیا تو وہ دو لاکھ حدیثین تھین۔

تدریب الراوی سیوطی مین ہے ص۳۹

قال العراقی فی ھذا الکلام نظر لقول البخاری احفظ مائۃ الف حدیث صحیح و مائتی الف حدیث غیر الصحیح قال ولعل البخاری اراد بالاحادیث المکررۃ الاسانید والموقوفات فربما عد الحدیث الواحد المروی باسنادین حدیثین۔ زاد ابن جماعۃ فی المنھل الروی اوارادالمبالغۃ فی الکثرۃ قال والاول اولی و قیل یرید ان ھذا ھو الذی وان الاحادیث الصحاح التی بین اظھرنا بل و

ابن عباس کا،، اگر ابن عباس کا قول نہین ہے تو قال ابن عباس کے کیا معنے حالانکہ امام بخاری کا جنرل اصول (عام قاعدہ) یہ ہے کہ جب قرآن کی آیت نقل کرتے ہین تو قول اللہ یا قال اللہ یا ہم شکل اسکے جملہ لاتے ہین چنانچہ اوسکے دو ورق پہلے اولٹ کر اوسی صحیح بخاری مین دیکھئے فرماتے ہین۔ ابواب صلوٰۃ الخوف وقال اللہ واذا ضربتم فی الارض الخ اسکے قبل کتاب جمعہ مین فرماتے

افسوس کہ جو روش آپکی مسافر آگرہ کے ساتھ تھی جسپر وہ ہمیشہ لعن وطعن کرتا رہا وہی روش آپنے یہان بھی اختیار کی کہ مضمون تنقید بخاری اپنے طور پر خلاصہ کر لیا کہ "حمد وصلوٰۃ نہین لکھی،، اگر ایسا ہی خلاصہ کرنا تھا تو پھر جواب کی کیا ضرورت تھی۔ یہی کافی تھا جو کچھ تنقید بخاری مین لکھا گیا ہے وہ غلط ہے پھر اسقدر زحمت کیون اوٹھائی۔

زیادہ افسوس تو اسکا ہے کہ انجمن صادقین کے ممبر ہو کر آپ اسقدر جھوٹ بولتے ہین کہ لکھا ہے "بہت سا حاشیہ تبرا آمیز چڑھایا ہے،، اگر آپ ایک تبرا بھی ثابت کر دین تو فی تبرا ایکروپیہ انعام ملیگا۔ دوسرا جھوٹ یہ لکھا ہے "بعض شراح کے اقوال جوابیہ کو نقل کرکے تمسخر اوڑایا ہے،، جو بالکل غلط ہے

غیر الصحاح لو تتبعت من المسانید والجوامع والسنن والاجزاء وغیرها لما بلغت مائة الف بلا تکرار بل وجد خمسین الفا ویبعد کل البعد ان یکون رجل واحد حفظ بافادت الائمہ جمیعہ فانہ انما حفظہ من اصول مشائخ وهی موجودہ صـ۲۹

یعنی بخاری نے جو دعوی کیا ہے کہ ہم ایک لاکھ حدیث صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح یاد رکھتے ہین تو شاید اس سے مراد وہ حدیثین ہین جنکی سندین مکرر ہین اور موقوفات بھی اوسمین شامل ہین جس سے ایک حدیث کو اونھون نے دو کیا ابن جماعہ کہتے ہین کہ بلکہ مراد بخاری اس سے مبالغہ ہے کثرت مین اور کہا گیا ہے کہ اول اولی ہے کیونکہ جو حدیثین ہمارے سامنے ہین صحاح وغیر صحاح جو مسانید سنن - جوامع - اجزا - مین ہین اگر اونکا تتبع کیا جاے تو لاکھ سے بلکہ پچاس ہزار سے بھی زیادہ نہون - پھر یہ بھی نہایت مستبعد ہے کہ ایک شخص کو وہ حدیثین یاد ہون جو غیر ونکو یاد ہو - حالانکہ سب اونھون نے اصول مشایخ سے یاد کیا ہے جو ہمارے سامنے موجود ہے انتہی -

ہین باب وفرض الجمعة بقول الله تعالی اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة الخ
علی ہذا القیاس آپ جہان قرآن کی آیت دیکھین گے اوسکے قبل الفاظ صریحہ والہ برآیت قران ملین گے - اور یہان سابق مین جب قال ابن عباس کا لفظ موجود ہے تو کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ سیاق وسباق کے مخالف ہے چنانچہ آپکے علامہ عینی صاحب لکھتے ہین

کیونکہ خود عینی شارح بخاری کا قول ہے ثم انہم اعتذروا (عن البخاری) باعذار ہی بمعزل عن القبول

یعنے بہت سے شارحین نے بخاری کیطرف سے بہت سا عذر کیا ہے جو کسیطرح قابل قبول نہین پھر اسمین نقاد علام نے کونسا تمسخر کیا - قولہ

ہم نہین چاہتے کہ اس سوال کو طول دین - اسلئے جواب دینے سے پہلے فاضل اڈیٹر اور اوسکے منیر ون سے اتنا پوچھتے ہین کہ آپ لوگ بڑے بڑے مولانا واولانا حکماء اور فخر الحکماء ہین مگر اتنا تو فرمایئے کہ بخاری اور صحیح بخاری مین کچھہ فرق ہے یا دونون (مضاف مضاف الیہ) آپکی نگاہ مین ایک ہی ہین -

سچ کہا ہے سارے جھوٹے مر گئے۔ مگر ان کو بخار بھی نہ آیا کیونکہ جب کل حدیثیں صحیح ہوں یا غیر صحیح پچاس ہزار سے زیادہ نہیں ہیں تو انکو صحیح و غیر ملا کر تین لاکھ کہاں سے پیدا ہو گئی۔

بستان المحدثین شاہ عبد العزیز صاحب میں ہے و از جملہ شش لکھ حدیث کہ نزد او موجود بود انتخاب نمودہ شروع بکردہ و آنچہ بسیار صحیح بود بر بیان اکتفا نمودہ

کہاں تو علمائے متقدمین تین لاکھ پر رو رہے تھے شاہ صاحب نے چھ لاکھ بنا دیا۔ یہ دعوی بخاری اس درجہ غلط تھا کہ آخر خود علمائے اہل سنت کو اقرار کرنا پڑا کہ بخاری نے مبالغہ سے کام لیا۔ پس جب حضرت اپنی ستائش میں وہ اس درجہ مبالغہ کو جائز جانتے تھے۔ تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اپنے بزرگوں کی مدح و ثنا میں کس درجہ مبالغہ سے کام لیا ہوگا۔

طرفہ تو یہ ہے کہ اوسی تدریب الراوی میں ہے و جملۃ ما فی صحیح البخاری سبعۃ آلاف و مأتان و خمسۃ و سبعون حدیثا بالمکرر و بحذف المکرر اربعۃ

الحاصل من ذلک ان ابن عباس لا یزید بہ لفظ القرآن انتہی ص ۳۷۹ جلد ۳

اب آیئے میں آپکو صحیح بخاری میں قول ابن عباس کا موافق آیت قرآن کے دکھلا دوں مطبع بولاق مصر میں جو فتح الباری طبع ہوئی ہے اوسکے حاشیہ پر جو صحیح بخاری ہے اوسمیں یوں مرقوم ہے باب فضل العمل فی ایام التشریق و قال ابن عباس و یذکروا اسم اللہ

تصحیح اسکو خود آپ ہی ایک مقام پر صحیح بخاری لکھ چکے ہیں۔ سوال سے جواب طولانی ہے یہ طول سے تعبیر کیجیے۔ اگر یہ سوال آپ مسافر آگرہ سے کیے ہوتے تو وہ خوب جواب دیتا۔ کیونکہ کتاب تو ایک شے مصنوع ہے۔ جامد ہے جو کسیطرح قابل مدح و ذم نہیں ہو سکتا کیونکہ مدح و ذم امر اختیاری پر ہوتا ہے نہ شے مجبور پر

آپ ہی غور کیجیے کہ اخبار اہل حدیث میں اگر کوئی مضمون خلاف گورنمنٹ لکھیگا تو اوسکی سزا آپ بھگتینگے یا اخبار۔ تو کیا وہاں بھی یہی جواب دیجیے گا کہ اخبار اور ایڈیٹر ایک ہیں یا دو۔ کیا آپ نے صحیح بخاری کو انکل کلام اللہ ہی بنا دیا کہ جسطرح قرآن کو قدیم اور قایم بالذات مانتے ہیں

الالف صفہ ۳

یعنی مکرر سہ کرر ملا کر کل حدیثین بخاری مین ۷۲۷۵ ہین اور بحذف مکرر چار ہزار تو کیا ممکن ہے جسکو ایک لاکھ صحیح حدیث یاد ہو وہ اپنے ایسے مہتم بالشان تالیف مین جسکو کبھی مکہ مین کبھی مدینہ مین ہر حدیث پر دو دو رکعت نماز اور غسل کر کے لکھے اوسمین صرف چار ہزار حدیث لائے اور چھیانوے ہزار (۹۶۰۰۰) کو غائب کر دے۔

نہین نہین یہ بھی غلط ہے کہ بلا تکرار چار ہزار حدیث ہو کیونکہ اوسی تدریب الراوی مین ہے وبدون المکرر الفی و خمس مائۃ وثلاثۃ عشر حدیثاً وفیہ من التعالیق الف وثلٰث مائۃ واحد واربعون

یعنی غیر مکرر حدیثین دو ہزار پانچسو تیرہ ہین اور اوسمین تعلیقات ایکہزار تین سو اکتالیس ہین۔ تو کیا جسکو لاکھ حدیث صحیح یاد ہو وہ صرف دو ہزار پانچسو تیرہ حدیث نقل کر سکتا ہے۔

قال شیخ الاسلام ولیس ذالک مراد ابن الصلاح بل هو تتمۃ قد حرفی

فی ایام معلومات ایام العشر الخ صفحہ ۳۱۸ جلد ۲ لیجیے اب تو آپکا اعتراض ہبا و امنثورا ہو گیا۔ اہلحدیث مورخہ ۲۱/۲۸ رمضان ۱۳۲۹ھ

اس طولانی تقریر کا محصل صرف یہ ہے کہ یہ قول ابن عباس ہے۔ اور جدید بخاری مین مطابق قرآن چھپ گیا ہے جواب اول تو اسوجہ سے لغو ہے کہ ابن عباس کے نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ

اوسطلح بخاری اور صحیح بخاری کو قرار دیا ارے صاحب محمد ابن اسمعیل بخاری مصنف ہین انکی تالیف کی ہوئی صحیح بخاری ہے۔ صحیح بخاری مین جو غلطی خرابی ہوگی اوسکا الزام بخاری پر جائیگا بخاری کے کذب و دروغ گوئی۔ مجروحیت سے صحیح بخاری بھی مجروح ہوگی۔ یہ غیر ممکن ہے کہ بخاری تو کاذب ہوں اور صحیح بخاری صحیح ہو۔ اسی طرح اگر صحیح بخاری مین کوئی حدیث جھوٹی صحیح ہو تو ممکن نہین بخاری طعن سے بچ سکین۔ قولہ

غالباً کوئی ذی ہوش باختیار شق ثانی جواب نہ دیگا چونکہ فرق بین ہے یعنی بخاری مصنف کا نام ہے اور صحیح بخاری اسکی کتاب کا۔ بس اب ایک سوال یہ ہے کہ آپ لوگون کا دعوٰی تو ہے

کلام ابن حزم ای ان البخاری قال احفظ مائۃ حدیث صحیح ولیس فی کتابہ الا ھذا القدر وھو بالنسبۃ الی المائۃ الف یسیر منہ

کہا شیخ الاسلام نے کہ مراد ابن الصلاح یہ نہین ہے بلکہ یہ تتمہ قدح کلام ابن حزم کا کہ بخاری نے کہا ہم لاکہہ صحیح حدیث یاد رکھتے ہین حالانکہ اونکی کتاب مین اسیقدر ہے جو بہت کم ہے بہ نسبت ایک لاکھ کے۔

اس سے جہان بخاری کے دعوے کی حقیقت معلوم ہوئی وہان یہ بھی ظاہر ہوا کہ علمائے اہل سنت کی قدیم الایام سے یہ نظر عنایت رہی ہے بخاری پر کہ صرف اونکی کتاب بخاری ہی کو غربال تیر طعن نہین بنایا۔ بلکہ ہر ہر دعوے کو بخاری کے خاک مین ملایا ہے دعوے صحت کو اوسطرح خاک مین ملا یا دعوے حافظیت کو اسطرح کیونکہ یہ قدح ابن الصلاح ہے جو سب سے زیادہ مرید بخاری ہین۔ مگر یہان اگر وہ خود دعوی بخاری کی قدح کر رہے ہین۔ کیونکہ ابن حزم نے کہا تھا کہ بہت ایسی حدیثین صحیح ہین جو کتاب بخاری و مسلم مین نہ آگئی ہون اسکے رد مین ابن الصلاح کہہ رہے ہین کہ بخاری نے دعوی تو کیا تھا کہ

آیہ قرآن کو غلط طور پر پڑہتے تھے خلاف عقل ہے جبکہ بنص رسول وہ عالم قرآن ہین۔ لہذا یہ تو غیر ممکن ہے کہ ابن عباس نے اس طرح پڑہا ہو۔ رہا بخاری کا قال ابن عباس کہنا تو یہ اسکی دلیل ہے کہ خود بخاری کو یہ آیہ یاد نہ تھا نہ قول ابن عباس یاد تھا لہذا اوہون نے روایت بالمعنے کیا جسمین وہ متفرد تھے کہ تمامی محدثین کے خلاف وہ نقل

تنقید صحیح البخاری کرینگا چنانچہ اڈیٹر اصلاح کے الفاظ یہ ہین "فصل الباری فی تنقید صحیح البخاری" بس اس نام اور مقصد کے لحاظ سے انکا موضوع یہ ہونا چاہئے تھا کہ صحیح بخاری کو جن وجوہ سے اہل سنت صحیح مانتے ہین اون وجوہ پر اعتراض کرتے نہ کہ امام بخاری کے اپنے فعل پر۔ جو صاحب ان دو مضمونون کو جدا نہ سمجہین اون سے کیا توقع ہوسکتی ہے کہ وہ یہ بتلاوین "عقل بڑی یا بہینس"

تنقیح اب تو اچہی طرح آپکو معلوم ہوگا کہ عقل بڑی ہے یا بہینس۔ کیونکہ صحیح بخاری تو ایک جامد چیز جس کتاب کا نام ہے اوسمین حسن و قبح جو کچھ ہوگا بخاری کے بدولت۔

حدیث صحیح کا۔ حالانکہ صحیح بخاری مین دو ہزار پانچسو تیرہ حدیث سے زیادہ نہین بلکہ اوسپر ترقی کرکے فرماتے ہین الا ان ہذہ العبارۃ قد یندرج تحتہا عندہم آثار الصحابۃ والتابعین

مقدمہ ابن الصلاح صـ

یعنی یہ نہ سمجھنا کہ اتنی حدیثین صرف رسول اللہ کی ہین بلکہ اس مین آثار صحابہ وتابعین سب داخل ہین۔ پھر فرمائیے یہ بخاری اور اونکی کتاب کیسی رہی جسکی اس درجہ عظمت کیجاتی ہے۔

مولوی عبد الحی صاحب ظفر الامانی مین لکھتے ہین والخالص من ذلک بلا تکرار الفا حدیث وستمائۃ وحدیثا صـ۵۵

یعنی خالص حدیثین بخاری کی جو بلا تکرار ہین وہ دو ہزار چھ سو ایک حدیث ہے۔ اب کہئے کس قول پر ایمان لایا جائے ۲۵۱۳ یا ۲۶۰۱

بطلان حفظ بخاری اس تحریر سے آپکو اچھی طرح معلوم ہوگا کہ حفظ بخاری مین جو اسقدر مبالغہ کیا گیا ہے۔ وہ تمامتر مبالغہ ہے جسکا خود علمائے اہل سنت نے اقرار کیا کہ بخاری نے ازراہ مبالغہ ایسا دعوی کیا ورنہ حقیقت یہی ہے کہ دو تین ہزار حدیث سے زیادہ اونکو نہین یاد تھی۔ کیونکہ ابن حجر مقدمہ فتح الباری مین لکھتے ہین۔

فجمیع ما فی صحیح البخاری من المتون الموصولۃ بلا تکریر علی التحریر الفا حدیث واربعمائۃ

بالمعنے کو جائز جانتے ہین جسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اصول کی پابندی کم کرتے حافظہ پر لکھا کرتے جس سے ایسی غلطیان ہوتین۔ جسکی دلیل یہ ہے کہ اگر اونکو آیہ بھی یاد ہوتا اور ابن عباس کی روایت اسطرح

تو غیر ممکن ہے کہ صحیح بخاری کے اعتراضونکا جواب وہ اونکے مصنف کے سوا خود صحیح ہو سکے۔ وہ تو تے مجہول ہے۔ اعتراض جب ہوگا جاعل پر۔

حالانکہ فضل خدا سے تنقید بخاری نے ہر طرح آپکی ہدایت کی ہے کہ اہل سنت کے ماننے کے وجوہ کو بھی بتایا۔ اور خود صحیح بخاری کے اغلاط کو بھی جو حقیقۃ اغلاط بخاری ہین اور نیز خود مصنف بخاری کے عقلمندیونکو بھی دکھایا۔ **قولہ**

آئیے آپکو ہم اصل سوال کا جواب سنائین۔ حدیث شریف مین وارد ہے کل امر ذی بال لم یبدء بحمد اللہ فہو اقطع (جو کام اللہ کی حمد کیساتھ شروع نہ کیا جائے وہ منقطع اور خراب ہے)

حدیث واربعہ وستون حدیثا صـ ۵٦۳

یعنی بخاری کی کل حدیثین جو متصل ہین وہ دو ہزار چار سو چونسٹھ حدیث ہے۔ اور اس اختلاف
بیان کی وجہ یہ بتلاتے ہین یحتمل ان یکون العاد الاول الذی قلدوہ فی ذلک کان
اذا رای الحدیث مطولا فی موضع ومختصرا فی موضع اخر یظن المختصر غیر المطول
اما لبعد العہد او لقلۃ المعرفۃ بالصناعۃ ففی الکتاب من ھذا النمط شی کثیر و
حینئذ یتبین السبب فی تفاوت ما بین العددین صـ ۵۷۳

کہ محتمل ہے پہلے گننے والے نے جسکی تقلید کیگئی ہے اوسنے ایک جگہ حدیث کو مطول دیکھا دوسری جگہ مختصر
تو اوس نے گمان کیا کہ یہ مختصر دوسری حدیث ہے اور مطول دوسری حدیث ہے جسکی دو وجہ ہو سکتی
ہے ایک یہ کہ بھول گیا ہو بسبب بعد عہد کے دوسرے یہ کہ معرفت علم حدیث اوس کو کم ہو۔ کیونکہ
صحیح بخاری مین اس قسم کی باتین بہت ہین۔ اسی وجہ سے شمار کنندگان حدیث مین اسقدر
اختلاف ہوا۔

اس عبارت نے آپ کو بتا دیا کہ خود بخاری بھی اس مغالطہ مین نہین پڑے تھے کہ دو تین
ہزار حدیث کو وہ تین لاکھ گنا کرتے بلکہ خود اونکی کتاب بخاری ایسی مغالطہ آمیز ہے کہ جن جن
لوگون نے اوسکی حدیثونکا شمار کیا وہ بھی اسی قسم کے اغلاط مین مبتلا ہوئے فانا للہ وانا

پہونچی تو ضرور اوسکو صحیح کر دیتے نہین تو بعد نقل روایت لکھدیتے کہ قرآن مین اس طرح ہے
چنانچہ کشمیہنی نے اپنے نسخہ مین اس روایت بخاری کو آخر صحیح کر دیا۔ اور آپ مطبوعہ بولاق مصر

غالبًا اسی حدیث کو پیش نظر رکھکر معترضین کو اعتراض کرنے کا شوق ہوا ہے۔
(۲) تنقیح بس ایک نگاہ یہ ٹھہرے فیصلہ دلکا۔ حدیث مذکور ملاحظہ فرمایئے جس سے کل باتون کا فیصلہ ہوا جاتا ہے
مگر افسوس اہل حدیث بنص رسول فہم کلام خدا و رسول سے محروم ہین۔ بآن لم حدیث کا فقرہ ہے جسکا آپ نے
ترجمہ کیا ہے "جو کام اللہ کے حمد کیساتھ شروع نہ کیا جائے وہ منقطع اور خراب ہے" للہ بتایئے۔ کسپر صادق آیا
صحیح بخاری پر یا خود میان بخاری پر تو بنص رسول صحیح بخاری مقطوع و ابتر قرار پائی والحمد للہ
مگر چونکہ آپ عقلمند ہین اور سمجھتے ہین کہ صحیح بخاری تو درحقیقت کوئی چیز نہین ہے بلکہ بخاری کی لکھی ہوئی
کتاب ہے۔ تو اس خطاب کے باعث وہی ہوئے اور آفتِ عتاب انہین سے متعلق ہوا۔

الیہ راجعون۔

مگر سب سے بڑھکر دلیل حفظ بخاری کی یہی قول محمد بن ابی حاتم وراق ہے جو ناقل ہیں کہ بخاری راتونکو دس دس پندرہ پندرہ مرتبہ اوٹھتے اور چراغ جلاتے اور حدیثون کو نکالتے اور اوسپر نشان بناتے مقدمہ فتح الباری صفحہ ۴۸۷۔

جس سے معلوم ہوا کہ کیسا حافظہ تھا کہاں تو مکہ مین یا مدینہ مین ہر ہر حدیث پر غسل کرتے دو دو رکعت نماز پڑھکر حدیث کو لکھتے اور کہان یہ حالت کہ رات رات بھر وہ حدیث کو درست کرتے تھے۔ کیونکہ یہ حالت اونکی سفر مین بھی اذا کنت فی سفر معہ یعنی جب ہم کسی سفر مین اونکے ساتھ ہوتے تو یہ واقعہ نظر پڑتا۔ پھر تاہے تو یہ کیسا حافظہ تھا۔

تاریخ بخاری علماء اہل سنت نے بخاری کے کسی دعوی کو بھی درست نہ رہنے دیا۔ یا کیدفعہ آپنے دعوی کیا لا یکون لی خصم فی الآخرۃ فقلت ان بعض الناس ینقمون علیک التاریخ یقولون فیہ اغتیاب الناس فقال انما روینا ذالک روایۃ ولم نقلہ من عند انفسنا وقد قال النبی بئس اخو العشیرۃ صفحہ ۴۸۶

کہ قیامت کے روز ہم سے کوئی مخاصمہ کرنے والا نہوگا۔ راوی نے کہا بعض آدمی تمہاری تاریخ کو ناپسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس مین غیبت ہے تو بخاری نے کہا ہمنے خود تو کچھ نہیں کہا۔ بلکہ

سے نقل کرتے ہیں کہ مطبع والون نے مطابق قرآن قول ابن عباس کو درست کر دیا۔ پس قرینہ صاف اسکا ہے کہ اونکو آیت یاد تھی نہ اسکا خیال تھا کہ یہ قرآن کا آیہ ہے واسطے قول ابن عباس کہکر

تعجب ہے کہ اڈیٹر صاحب مدعی تو ہین اہل حدیث ہونے کے مگر یہ نہین بتاتے کہ آخر یہ حدیث کیسی ہے کیونکہ حامیان بخاری نے جہاں بہت سی ترکیبین بخاری کے بچاؤ کی کی ہین۔ وہان اصل حدیث کو بھی حسن ضعیف بنانا چاہا۔ چنانچہ طبقات الشافعیہ سبکی مین ہے وقضی ابن الصلاح بان الحدیث حسن دون الصحیح یعنی ابن صلاح نے فیصلہ کر دیا کہ حدیث حسن ہے۔ صحیح سے کم درجہ مگر آخر مین لکھتے ہین ان الحدیث صحیح کما ادعاہ ھذان الحبران ابن الحبان وابن البیع صفحہ ۴۔

یعنی حدیث صحیح ہے جیسا کہ دو نو حبر۔ ابن حبان وابن البیع نے تصریح کی ہے۔

اب جانتے ہین احادیث رسول اللہ جو اس بارہ مین وارد ہین اون مین۔ اقطع۔ ابتر۔ اجذم وارد ہے

روایت کی ہے۔ حالانکہ خود رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے بر اسے بر اور قبیلہ۔ دیکھئے کس طرح بخاری نے دعوی کیا اور فوری جواب ملا کہ منہہ پر کہدیا گیا تمھاری تاریخ کو لوگ مجموعہ غیبت جانتے ہین۔ رہا بخاری کا جواب تو طرفہ ماجرا ہے کیونکہ رسول اللہ کا کلام تو نص ہے بخلاف اقوال محدثین جو اساتذہ بخاری کہ اکثر وہ مبنی ذاتی اغراض پر ہے۔ اور جب جرح عام طور سے غیبت نہیں ہے تو پھر خواہ اپنا قول ہو خواہ غیر کا بہر طور وہ حد غیبت سے خارج ہے۔ پھر یہ کہنا کیسا کہ ہمنے تو روایت نقل کی ہے۔

حالانکہ تاریخ تو تاریخ خود صحیح بخاری اسقدر افترا بر خدا و رسول سے مملو ہے جسکی کوئی حد نہیں کیونکہ ان آل ابیطالب لیسوالی باولیا۔ اسی صحیح بخاری مین ہے کہ اولاد حضرت ابو طالب ہمارے اولیا نہیں ہین۔ جسکی اب یون اصلاح کیگئی کہ ابیطالب کا لفظ نکالدیا گیا بعض مین فلان بنایا گیا بعض مین خالی جگہ چھوڑدیگئی۔

اسی طرح قصہ ارادہ تزویج بنت ابوجہل کو درج صحیح بخاری کیا جو سراسر کذب و افترا ہے۔ اسکے علاوہ ہزارون افترا ہین تو پھر یہ دعوی کسقدر افترا ہے کہ بروز قیامت کوئی ہمارا خصم نہوگا۔ حالانکہ اول خصم خود رسول اللہ ہون گے اور کل ایمہ اہل بیت ؑ جیسا کہ انشاء اللہ تفصیل سب کی آیندہ مذکور ہوگی۔

آگے چلے رہا دوسرا جواب وہ اور بھی مزہ دار ہے۔ کیونکہ جب اس روشنی کے زمانہ مین اسقدر تحریف ہورہی تو زمانہ قدیم کا کیا کہنا جبکہ نہ مطبع تھا نہ کوئی چھاپہ خانہ۔ اگر مطبع بولاق مین یہ تحریف کی گئی جسکی تشریح ان کی گئی ہے۔ ان المعنی بکونہ ذا بال انہ مہتم معنی بحالہ ملتفی الیہ بال صاحبہ فاذا کان بہذہ الشابہ ولم یفتتح بالحمد کان اقطع لا یفید له الفاء البال و اعتناء الرجال شنیا صف طنات

یعنی ذا بال سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسا امر ہو کہ اوسمین اہتمام کیا جائے۔ کام کرنے والے کا دل او دھر لگا ہو۔ ایسا کام اگر بلا حمد شروع ہوتا تو وہ اقطع ہوگا۔

بس اب غور کیجئے کہ رسول اللہ کی حدیث کس طرح صحیح بخاری پر صادق آئی کہ کام تو وہ ایسا مہتم بالشان کہ سولہ برس مسجد الحرام مین رکھکر کیا گیا۔ یا درمیان روضہ منبر لکھا گیا۔ اور حالت یہ کہ حمد و صلوۃ کچھہ بھی نہین۔

طرح یہ بھی کتاب التاریخ کے نسبت بھی دعوی کیا جاتا ہے وکتاب التاریخ نزد قبر منور رسول مطہر سیف نمودہ

در شبہائے ماہتاب می نوشت بستان المحدثین صفحہ ۱۰۱

مدت تالیف صحیح بخاری شاہ صاحب بستان المحدثین مین لکھتے ہین وبرائے نوشتن ہر حدیث غسل بجامی آورد و دو رکعت نماز می گذارد و در مدت شانزدہ سال از انتخاب این احادیث فارغ گردید وچون خواست کہ این احادیث را بر مضامین ان تطبیق دہد واین را در عرف محدثین ترجمہ گویند در مدینہ منورہ فیما بین قبر مبارک ومنبر اطہر المشرور علیہ الصلوۃ این مہم را سر انجام داد و در وقت نوشتن ہر ترجمہ نفل دو امی نمود صفحہ ۱۰۲

اب کون ہے دنیا مین حامی بخاری۔ جو انکے ایک دعوے کو بھی ثابت کر سکے۔ کیونکہ مدت تالیف سولہ سال ہے۔ اور مدت قیام ملک حجاز چھہ برس واقمت بالحجاز ستہ اعوام مقدمہ صفحہ ۵۱۲ جس سے کم از کم دس برس انکا خارج از مکہ ومدینہ رہنا ثابت ہے۔ تو اب یہ دعوی کیا ہوا صنعت کتابی الجامع فی المسجد الحرام صفحہ ۵۰۷ کہ مسجد الحرام مین ہم نے تصنیف کیا

کیونکہ خود مقدمہ فتح الباری وبدل علیہ قولہ انہ اقام فبہ ست عشرہ سنہ فانہ لمیجاور بمکہ ھذہ المدہ صفحہ ۵۰۷

کہ ہرگز بخاری نے سولہ برس تک مکہ مین مجاورت نہین کی۔

تو اس سے بخاری کی نجات کیونکر ممکن ہے کیونکہ فتح الباری بھی مطبوعہ مطبع الفاری دہلی۔ عمدۃ القاری مطبوعہ مصر وغیرہ سب موجود ہین جسمین آج تک وہ آیہ قرآن اسی غلطی کے ساتھ موجود ہے۔

تو کیا ممکن ہے حضرت کا یہ فرمانا کہ وہ کام اقطع ہے غلط ہو گا۔ حالانکہ آپ دیکھ رہے ہین کہ کسیطرح صحیح بخاری سے فائدہ نہین ہوتا۔ بلکہ اور ضلالت بڑھتی ہے فصدق اللہ ورسولہ

کیا خوب لکھا ہے امام سبکی نے طبقات شافعیہ مین والا عتذار عن البخاری والمزنی بما ذکرت اولی من الاعتذار عنہما بعدم صحۃ الحدیث عندہما صفحہ ۱۱

یعنی بخاری اور مزنی کی طرف سے یہ عذر کہ ان لوگون نے زبانی کہ لیا ہو گا بہتر ہے اس سے کہ یہ عذر کیا جائے کہ یہ حدیث لوگون کے نزدیک صحیح نہین ہے۔

جس سے پہلا فائدہ تو یہ حاصل ہوا کہ سبکی کے نزدیک بخاری۔ اور مزنی مساوی ہین تقلید شافعی مین

ہمنے خاص مسجد الحرام مین اس کتاب کو تصنیف کیا اور ہر حدیث پر دو رکعت نماز پڑھی۔ اسیطرح یہ دعوی کہ درمیان قبر رسول و منبر شریف ہمنے اسکو تصنیف کیا۔

شاید یہی وجہ ہے کہ خود ابن حجر جو مقدمہ مین یہ سب دعوی کیا تھا۔ تہذیب التہذیب مین جا کر متشفی ہوئے۔ یعنی مکہ مدینہ کا نام اوڑا کر لکھا ما وضعت فی کتابی الصحیح حدیثا الا اغتسلت قبل ذلک وصلیت رکعتین ص۴۹ جلد ۹

جس سے اب دعوی بخاری اسی قدر رہا کہ ہر حدیث پر ہمنے غسل کیا اور دو دو رکعت نماز پڑھی جسمین نہ مدینہ کا ذکر ہے نہ مکہ کا جو ایک طور سے ممکن ہے۔ مگر ہائے اسکی تکذیب بھی انہین کتابون مین موجود ہے وصنفت جمیع کتبی ثلاث مرات ص۴۸۹ مقدمہ

پھر کتاب کو ہمنے تین دفعہ تصنیف کیا۔ تو اب حامیان بخاری بتائین کہ یہ دو رکعت نماز ہر دفعہ کی تصنیف مین پڑھی جاتی تھی یا کسی خاص دفعہ مین۔ کیونکہ حالت تصنیف تو یہ تھی۔

حدثنی محمد بن یوسف البخاری قال کنت عند محمد ابن اسمعیل بمنزلہ ذات لیلہ فاحصیت علیہ انہ قام واسرج لیتذکر اشیاء ویعلقہا فی لیلۃ ثمان عشرۃ مرۃ ص طبقات شافعیہ۔

کہ محمد بن یوسف البخاری کہتے ہین ایک رات ہم بخاری کے گھر سوئے تو گنا تہا کہ رات کو اٹہارہ مرتبہ بخاری

ہان اس سے بھی معلوم ہوا کہ بخاری کو ان لوگون کے برابر بھی درد قرآن نہ تہا جو اس آیہ کو مطابق قرآن درست کر لیتے۔ مگر ہم تو سمجھتے ہین اون کو یاد ہی نہ تھا جو درست کرتے۔ علی حیدر

اور دونون نے اپنی کتاب کو حمد سے شروع نہین کیا۔ دوسرا فایدہ یہ ملا کہ سبکی دونون کی طرف سے عذر کر رہے ہین کہ زبانی کہا ہوگا۔ جس سے اچھی طرح بخاری کا مثل مزنی مقلد شافعی ہونا ثابت ہوا۔ تیسرے یہ کہ بعض محدثین نے یہی عذر کیا ہے کہ بقاعدہ بخاری و مزنی یہ حدیث صحیح نہین ہے جس کے علاوہ مما تمکث فی التقلید۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سبکی اس عذر کو لغو سمجھتے ہین اور صاف صاف کہتے ہین کہ بخاری و مزنی پر اعتراض قبول کرنا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ حدیث کو غیر صحیح کہین ہان ہان یہ بھی سن لیجیے کہ آپ لوگون کو بڑا فخر اسپر ہے کہ بخاری ہر حدیث پر دو رکعت نماز پڑہا کرتے تھے۔ مگر اس مین بھی مزنی مذکور شریک ہین طبقات مین ہے ان المزنی الذی کان یصلی

و یسے چراغ جلایا۔ کتاب کو درست کیا تو کیا ہر دفعہ غسل کیا نماز دو رکعت پڑھی۔
ایک باعقل انسان اگر اسمین غور کرے تو نہایت آسانی سے اس نکتہ پر پہونچ سکتا ہے کہ یہ سب مبالغہ خود بخاری کا ہے یا اونکے مریدونکا جنہونے غلط بخاری ظاہر کرنیکیلئے اسقدر مبالغہ سے کام لیا جیسا کہ اشتہاری دوا اونکی حالت ہے۔
دوسرا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ شخص ایسا کم حافظہ تھا کہ اپنے سہو وخطا ونسیان کیوجہ سے نیند اوسپر حرام ہو رہی تھی اور بار بار اپنی غلطی محسوس ہوتی اور اوسکو بنایا کرتے۔ پھر ایسا شخص حافظ حدیث کہان کہا جا سکتا ہے۔
ان سب حالتون کے ساتھ جب اصلی حالات صحیح بخاری کے آپ ملاحظہ کرینگے جو تنقید بخاری کے ہر دو حصہ مین ظاہر ہو چکی اور آیندہ معلوم ہونگے تو آپ بلا اختیار کہہ اٹھینگے کہ دنیا مین اس سے بدتر کوئی کتاب نہ ہوگی جسپر وقت تالیف سے اسوقت تک صدہا نہین بلکہ ہزارون اعتراض ہو چکے اور ہوتے جاتے ہین۔
مگر واہ رے خوش عقیدگی کہ ان سب کے ساتھ عقیدہ اہل سنت یہ ہے کہ طبقات الشافعیہ مین ہے قال حلف الخیام سمعت اباعمرو احمد بن نصر الخفاف یقول محمد بن اسمعیل اعلم فی الحدیث من احمد واسحق بعشرین درجہ ومن قال فیہ شئی فعلیہ اللعنۃ صث جلد ۲
یعنے احمد بن نصر خفاف کہتے ہین کہ بخاری امام احمد واسحق سے درجہ بڑھکر عالم ہین حدیث مین اور جو کوئی کچھہ بھی اون کے بارہ مین کہے اوسپر ہماری طرف سے ہزار لعنت ہے۔

رکعتین عند انجاز کل باب من مختصرہ ص۱۱
یعنی مزنی بھی دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے جب اونکی کتاب مختصر کا کوئی باب تمام ہوتا۔ پھر تنہا بخاری کو کیا فخر رہا۔
چونکہ بخاری مثل مزنی مقلد شافعی تھے اور دونون نے حمد وصلوٰۃ کو شروع کتاب مین ترک کیا۔ اسلئے امام سبکی نے ہر جگہ پر دونون کو ساتھ ذکر کیا ہے اعتراض بھی کیا ہے تو دونون پر جواب بھی دیا ہے دونون کیطرفسے لم یفتتح المزنی مختصرہ بالحمد ×× وھذا ابو عبد البخاری لم یخط لفظ الحمد فی مفتتح جامعہ ص۱۱

نہ معلوم اوس زمانہ مین کون سا نفر مائیٹر اس جانچ کا بنایا گیا تھا کہ فلان شخص فلان سے جبین دبھر یا
دس جبھر بڑھکر عالم ہے اور جب ذرہ سی بات کہنے مین بخاری کے بارے مین ہزار لعنت برس جاتی
ہے تو نہ معلوم اون علما پر کتنی لعنتین پڑی ہونگی جنہون نے بخاری کی دو سو دس حدیثون کو
ایسا ردی کیا کہ آج تک اوسکے حل سے علمائے اہل سنت عاجز ہین ظفر الامانی مین ہے۔
قد انتقد بعض الحفاظ کالدارقطنی علی البخاری ومسلم احادیث لاختلاف فیہا شرطہما
ونزولہا عن درجۃ ما التزماہ وقد اجیب عن کل ذلک او اکثرہ وجملۃ المنتقد انہ
تبلغ مائتی حدیث وعشرۃ احادیث صفحہ ۱۷۱۔
یعنی دارقطنی نے صحیح بخاری وصحیح مسلم کے حدیثون پر تنقید کیا ہے کیونکہ جو شرط صحت مقرر کی تھی
اوس کے خلاف کیا ہے اور وہ حدیثین اوس درجہ سے گری ہوئی ہین جنکا التزام کیا تھا۔
اور سبکا جواب دیا گیا ہے یا اکثر کا اور تعداد اون حدیثون کی دو سو دس ہے۔
تو اب اہل سنت بتائین دارقطنی پر جو اونکے امام ہین کتنی لاکھ لعنتین پڑی ہین۔ حالانکہ یہ لعنت
ایسی عزیز چیز ہے کہ اہلسنت کے یہان حیوانات کیسے شیطان کے لیے بھی ناجائز ہے مگر بخاری کا
یہ درجہ ہے کہ اونمین ذرہ سے کلام کرنے سے ہزار لعنت برس پڑتی ہے۔
بخاری کے بارے مین کلام کرنے والے خود امام مسلم بھی ہین جنہونے منتحل الحدیث کا لقب دیا
نہ معلوم اون پر کے ہزار لعنت پڑی
جس امام احمد بن حنبل سے بخاری جیسی ڈگری بوجھائے جاتے ہین وہ اہل سنت کے

یعنے مزنی نے اپنے مختصر کو حمد سے نہین شروع کیا × اور بخاری نے نہین لکھا تو گو اپنے نسخہ صحیح بخاری
مین ہے وقد ابتداء بہا المزنی - و البخاری ص۱۲ بسم اللہ سے دونون نے شروع کیا بخاری نے
مزنی نے بھی × احدہما یعم البخاری والمزنی یعنی دو جواب ہے جسمین ایک جواب تو بخاری
وہ مزنی دونون کی طرف ہے۔
پس الحمد للہ کہ مولوی ثناءاللہ صاحب کے بدولت بخاری کا مثل مزنی۔ شافعی المذہب
ہونا نہایت بدیہی طور پر ثابت ہوا۔ اور دونون کا قبل یا بعد تحریر دو رکعت نماز پڑھنا۔ اور
دونون کا الحمد للہ و صلوۃ کو نہ لکھنا اور بسم اللہ کا لکھنا جسپر سبکی فرماتے ہین فان مسالۃ البسملۃ

چوتھے امام ہین اور بخاری کے مشائخ سے ہین جن کے بارے مین ہے۔ کان اماما فی الفقه والحدیث والزهد والورع والعباده وبه یعرف الصحیح من السقم والمجروح والمعدول ہو وروی عنه ابناه صالح وعبد الله وابن عمه حنبل بن اسحق ومحمد بن اسمٰعیل البخاری و مسلم بن الحجاج النیشاپوری وابوزرعه وابوحاتم السجستانی وخلق سواهم کثیر وفضائله کثیره ومناقبه جمه وماثره فی الاسلام مشهوره ومقاماته فی الدین مذکوره - قال اسحق بن راهویه احمد بن حنبل حجة بین الله وبین عباده فی ارضه ۔ وقال الشافعی خرجت من بغداد وما خلفت فیها اتقی واورع ولا اعلم من احمد بن حنبل ۔ وقال ابن قتیبه لولا احمد بن حنبل لاحدثوا فی الدین وقال ایضا هو امام الدنیا وقال ابن عیینه تنتهی علم الحدیث الی اربعه وکان احمد بن حنبل افقههم فیه وکان ابن المدینی اعلمهم به وکان ابن معین اجمعهم وکان ابن ابی شیبه احفظهم ۔ وقال ابن راهویه لولا احمد بذل نفسه لما بذل لها لذهب الاسلام قال المیمونی قال لی ابن المدینی بالبصره بعد المحنه یا میمونی ما قام احد فی الاسلام ما قام احمد فعجبت من هذا ابوبکر قد قام فی الرده قلت بای وجه قال ان ابابکر وجد انصارا وان احمد لم یجد ناصرا ۔

اعظم شعار الشافعین تناسب بها فاسند ویدک بهذ الجواب صـ۱۲۱

کہ مسئلہ بسم اللہ اعظم شعار مذہب شافعی سے ہے جس سے دونون کا شروع کرنا مناسب تھا۔ تو اس جواب کو مضبوط ہاتھون سے پکڑے رہیے۔ کیا اسکے بعد بھی کسی وہابی کی مجال ہے جو بخاری کے مقلد شافعی ہونے سے انکار کرے۔

قولہ مگر تعجب ہے کہ یہی لوگ کافیہ ابن حاجب مین جب دیکھتے ہین کہ حمد وصلوٰۃ نہین اور اُس کا جواب شرح ملا جامی مین پڑھتے ہین کہ علامہ ابن حاجب نے حدیث کا خلاف نہین کیا کیونکہ حدیث موصوف مین حمد کے ساتھ شروع کرنے کا مذکور ہے۔ حمد کو کتابت مین لانے کا حکم نہین ممکن ہے علامہ ابن حاجب نے کتاب کافیہ شروع کرتے وقت الحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ پڑھ لیا ہو جس سے حدیث کا خلاف بھی نہ آیا۔ اور کتابت مین اضافہ بھی نہوا تنقیح ... مہ کی جو کسر تھی وہ آپ نے پوری کر دی جس کا علم کافیہ وشرح ملا تک محدود ہے وہ آگے کہان بڑھ سکتا ہے۔ یہی جواب تو آپ کے پہلے علما بھی دیکھ چکے ہین مگر اتنی غلطی اُن سے ضرور

و مسند الامام احمد معروف بین الناس جمع فیه اکثر من ثلثین حدیث وکان کتابه فی زمانه اعلاہ ارفعه واجمع الکتب وادی عنه رحمه الله قال انتخبت الاحادیث فی هذا المسند اکثر من سبعمائة خمسین الف حدیث اسماء الرجال مشکوٰۃ شیخ عبد الحق دہلوی قلمی ص۱۶۱

امام احمد بن حنبل امام تھے - فقہ - حدیث - زہد - ورع - عبادہ میں جن کے بدولت صحیح سقم سے اور مجروح معدل سے پہچانی جاتی ہے - ان سے صالح وعبد اللہ وحنبل ومحمد بن اسمعیل بخاری ومسلم نیشاپوری وابو زرعہ وابو حاتم سجستانی نے اور ایک خلق کثیر نے روایت کی ہے - انکو فضائل بہت سے ہیں اور مناقب کثیرہ ماثر انکے اسلام میں مشہور ہیں اور مقامات انکے مذکور ہیں اسحٰق بن راہویہ کہتے ہیں کہ یہ حجت خدا ہیں درمیان خدا و بندہ - شافعی کہتے ہیں کہ ہمنے بغداد میں ان سے بڑھکر کسی کو نقی اورع عالم نہیں چھوڑا - ابن قتیبہ کہتے ہیں اگر احمد بن حنبل نہوتے تو لوگ دین میں حوادث و بدعت کرتے وہ امام دنیا ہیں - ابن عیینہ کہتے ہیں علم حدیث کی انتہا چار آدمیوں کی طرف ہوئی جن میں احمد بن حنبل سب سے بڑھکر فقیہ تھے - ابن مدینی سب سے اعلم

ہوئی کہ کافیہ اور شرح ملا جامی کا نام نہ لیا ورنہ پھر کسی کی مجال تھی جو کوئی اعتراض کرتا -

ذرہ عینی اوٹھا کر دیکھ لیجئے السابع ان الذی اقتضاہ لفظ الحمد ان یحمد لا ان یکتب الظاہر انہ حمد بلسانہ قلت یلزم علی ہذا عدم اظہار التسمیۃ ایضاً مع ما فیه من المخالفة لسائر المصنفین ص۱۱

ساتواں جواب یہ دیا گیا ہے کہ حدیث میں جو حکم حمد ہے اوسکا مقتضا یہ ہے کہ حمد کیا جائے نہ یہ کہ لکھا جائے - اور ظاہر یہ ہے کہ بخاری نے زبان سے حمد کیا ہوگا عینی کہتے ہیں کہ اس بنا پر لازم آتا ہے کہ بسم اللہ کے ظاہر کرنے کی بھی ضرورت نہ ہو - علاوہ اسکے کہ یہ طریقہ سائر مصنفین کے خلاف ہے -

کہئے اڈیٹر صاحب آپ کی دور کی کوڑی کیا ہوئی کہ آپ کے اسلاف بھی یہی جواب دیچکے ہیں فرق ہے تو اسقدر کہ کافیہ اور شرح ملا جامی کا نام اونھوں نے نہیں لیا تھا ورنہ جواب تو وہی ہے جو وہ دیچکے ہیں اور عینی اوسکا رد کرچکے -

ابن معین اجمع - ابن ابی شیبہ سب سے احفظ تھے - ابن راہویہ کہتے ہین اگر احمد بن حنبل اپنی جان کو بذل نہ کرتے تو اسلام چلا جاتا - ابن مدینی نے میمون سے کہا اسلام مین کسینے ایسی مقاومت نہ کی جیسا کہ احمد بن حنبل نے مقاومت کی - کہا کہ ابو بکر نے ردہ مین کیسی مقاومت کی تو کہا ابو بکر کو انصار ملے تھے اور احمد بن حنبل کا کوئی مددگار نہ تھا - مسند احمد بن حنبل مشہور ہے آدمیون مین جس مین تیس ہزار سے زیادہ حدیثین ہین - یہ کتاب اپنے زمانہ مین سب سے اعلے ارفع - اجمع کتب تھی - سات لاکہ پچاس ہزار حدیثون سے اسکا انتخاب کیا گیا ۲۴۱ھ وفات -

کہیئے اس سے بڑھ کر اور کیا مبالغہ ہو سکتا ہے کہ امام احمد بن حنبل سے جو چوتھے امام اہلسنت ہین - بخاری کا بیس درجہ بڑھایا جاتا ہے - حالانکہ امام بن حنبل ابو بکر سے افضل مانے گئے ہین تو کم از کم بخاری چالیس درجہ ابو بکر سے افضل قرار پاتے حالانکہ بخاری کی تعریف مین بڑا مبالغہ کیا گیا تو یہ کہا گیا فما رایت منذ عقلت مثل محمد بن اسمٰعیل البخاری وھو فی زمانہ کعمر فی الصحابہ صفحہ ۵۶۹ مقدمہ فتح الباری -

---

آپسے تو قیامت تک ممکن نہین کہ علامہ عینی کا جواب دیسکین جنھون نے یہ اعتراض کیا کہ پھر بسم اللہ کے لکھنے کی کیا ضرورت ہے اوس کو بھی اوڑا دیجئے مگر ہان علامہ سبکی اسکا جواب دیچکے ہین نان مسئلۃ البسملۃ اعظم شعار الشافعین کمسئلہ بسم اللہ چونکہ اعظم شعار مذہب شافعی تھا - اسلیئے بخاری نے بسم اللہ کو لکھا - اور جسطرح مزنی نے الحمد کو اوڑایا تھا اوسیطرح بخاری نے بھی اوڑایا کیونکہ دونون شافعی ہین -

سب سے بڑکتا ہوا آپ کا یہ فقرہ ہے (حدیث کا خلاف بھی نہ آیا اور کتابت مین بھی اضافہ نہوا) کیونکہ حدیث کی مخالفت تو جیسی ہے وہ ظاہر ہے مگر کتابت مین اضافہ البتہ قابل قدر ہے کہ جسنے ایک ایک حدیث کو دس دس پندرہ مرتبہ لکھا اوس پر ایک سطر کا الحمد لکھنا ایسا گران تھا - ہر کتاب کو تین تین مرتبہ لکھنا اور دھونا اور صاف کرنا تو آسان تھا مگر الحمد للہ والصلواۃ علی رسولہ و آلہ کے لکھنے سے کتابت مین اضافہ ہوا جاتا تھا -

اگر غور فرمایئے تو صرف اسی وجہ سے اونھون نے الحمد نہ لکھا کہ اوس کے ساتھ صلواۃ

کہ بخاری مثل عمرؓ ہین صحابہ مین - تو کیا کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ عمر ابوبکر سے افضل تھے - کیونکہ احمد بن حنبل تو ابوبکر سے بھی افضل ہین -

اسحٰق بن راہویہ بھی بخاری کے استاد ہین بلکہ ان کے اوستاد امام احمد بن حنبل کے بھی اوستاد ہین لقب انکا امیر المومنین فی الحدیث ہے مگر بخاری ایسے بھی بھی بیس درجہ بڑھا دئے گئے - اسحٰق اور احمد بن حنبل سب شافعی ہین - مگر اب سب سے انکار کیا جاتا ہے -

قال الحاکم ابوعبداللہ اسحٰق بن راہویہ - ابن المبارک - محمد بن یحیی ھولاء دفنوا کتبہم صہ۲۳۵ طبقات الشافعیہ جلد اول -

کہا حاکم نے کہ اسحٰق بن راہویہ و ابن المبارک - محمد بن یحییٰ نے اپنی کتابون کو دفن کر دیا تھا جس سے معلوم ہوا کہ فروغ صحیح بخاری کی یہی وجہ تھی کہ ایسے ایسے لوگون نے زمانہ کی تاریکی سے اپنی کتابون کو دفن کر دیا تھا - چھپا ڈالا تھا - اسوجہ سے بخاری کی زیادہ قدر ہوئی -

باعث تالیف بخاری اگرچہ اس بحث کو ہمارے موضوع بحث سے چندان تعلق نہین ہے

ضروری تھا جس کے ساتھ آل محمدؐ پر صلوہ بھیجنا بھی لازم تھا جو شافعیون کے نزدیک واجب ہے اسلیئے نہ الحمد للہ نہ لکھا نہ الصلوہ کہ اگر آل پر صلوۃ بھیجتے ہین تو دلی خواہش کے خلاف ہے - اور اگر آل پر صلواۃ نہین بھیجتے ہین تو فضیحت ہوتے ہین -

قولہ راقم لکھتا ہے - علامہ ابن حاجب تو حدیث کے امام نہ تھے امام بخاری تو حدیث کے امام تھے اس لیئے اُن کا حق تھا کہ احادیث مجملہ کی شرح بھی کر دین - چنانچہ تراجم ابواب مین عموماً وہ ایسا کرتے ہین - اسلیئے امام موصوف نے حمد و صلواۃ زبانی پڑھ کر حدیث مذکور کی شرح کر دی کہ کتابت مین لانے کی ضرورت نہین بلکہ قرائت بھی کافی ہے - اللہ اکبر امام بخاری کی حدیث دانی مین کیا ہی شان رفیع ہے کہ نقل حدیث کے ضمن مین شرح حدیث بھی کیے جاتے ہین - باوجود اس کے معترض اعتراض کرتے ہین جس کا جواب شیخ سعدی مرحوم نے عرصہ پہلے دے رکھا ہے -

گل سعدی در چشم دشمنان خار است

تنقیح نمبر ۸ کیا خوب جب ابن حاجب امام حدیث نہین ہین تو پھر اُن کے فعل ترک حمد کو اس جرم مین

مگر صرف اس غرض سے کہ علمائے اہل سنت کے اقوال ہم تالیف بخاری مین لکھ آئے ہین کہ سولہ برس کی مدت مین انھون نے اسکو تالیف کیا اور ایسے بیچین رہے کہ راتون کو اٹھارہ اٹھارہ مرتبہ اوٹھ کر اوس کو درست کرتے جس سے یہ خیال ہو سکتا ہے کہ شاید یہ پہلی تصنیف تھی اسلام کی جس مین اسقدر اُن کو جانکاہی کرنی پڑی۔ لہذا باعث تالیف کا حال لکھا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو نہ یہ پہلی تصنیف ہے نہ اس مین کچھ دقت تھی۔ بلکہ صرف بخاری کی ناتجربہ کاری اور کمی حافظہ کی وجہ سے یہ خرابی پڑی جس سے اور محدثین محفوظ رہے

حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری مین لکھتے ہین اعلم علمنی اللہ وایاک صـ۴ یعنی خدا ہمکو اور تجھے علم دے احادیث رسول اللہ نہ حضرت کے زمانہ مین مرتب ہوئے نہ عہد صحابہ مین نہ عہد کبار تابعین مین دو وجہ سے ایک تو اس وجہ سے کہ صحابہ کو ممانعت تھی کتابت حدیث کی اس وجہ سے کہ قران عظیم سے مخلوط نہ ہو جائے (جس سے کمال فہم صحابہ ظاہر ہے کہ حضرت کو اسکا خیال تھا کہ اگر اُن کو حدیث لکھنے کی اجازت دیجائیگی تو قران و حدیث مین تمیز نہ کر سکین گے)۔ دوسرے اسوجہ سے کہ حافظہ اُنکا وسیع تھا اور اذہان اون کے مائل تھے اور اسوجہ سے اکثر صحابہ لکھنا نہ جانتے تھے دیگر صدہا حدیثین ایسی موجود ہین جن مین حضرت نے تاکید

بخاری

بطور نظیر کے کیون لائے۔ اگر شرح اسی کا نام ہے کہ حدیث کے خلاف کرین تو پھر اتنی زحمت کیون اوٹھائی۔ یہی کہدیتے کہ جو کچھ بخاری کرتے یا کہتے ہین وہی حجت ہے۔ نہ معلوم آپ کا علم زیادہ ہے یا اون علماء کا جو بخاری پر یہ اعتراض کرتے ہین کہ بخاری نے حدیث کے خلاف کیا۔ جیسا کہ قسطلانی مین ہے ولم یات المصنف بخطبة تبنی عن مقاصد کتابه هذا مبتدءاً بالحمد والصلوٰة والسلام علی سیدنا رسول اللہ کما فعل غیرہ اقتداء بالکتاب العزیز وعملاً بحدیث کل امر ذی بال لا یبدء فیه بالحمد للہ فهو اقطع صـ۳۹ یعنی مصنف نے نہ خطبہ لکھا جس مین مقاصد کتاب بیان کیے جائین نہ حمد و صلواۃ جیسا کہ تمام مصنفین کا قاعدہ ہے جو اقتدائے قران شریف کے لیے الحمد لکھتے ہین اور نیز اس غرض سے کہ عمل ہو حدیث کل امر ذی بال لا یبدء بحمد للہ فهو اقطع جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ یہ اعتراض قدیم سے چلا آتا ہے اور جواب اس کا یہی دیا جاتا ہے والاولی الحمل علی ان البخاری لمفظ بذلک ولیس فی الحدیث ما یدل علی انه لایکون الا بالکتابة وثبت البسملة لابی ذر والاصیلی صـ۳۹

حکم دیا ہے کہ علم کی باتون کو لکھ رکھو ورنہ علم وحشی ہے لہذا اصلی وجہ کم توجہی اور بے پروائی صحابہ ہے جس کو ان
لفظون سے بیان کر رہے ہین اسکے بعد اور آخر عصر تابعین مین تدوین آثار اور تبویب اخبار شروع ہوئی جبکہ
علما تمام ملکون مین منتشر ہوگئے اور بدعتین پھیل گئین۔ خوارج و روافض و منکرین قدر کی۔

توسب سے پہلے دینی احادیث کو جمع کیا وہ ربیع بن صبیح و سعید بن عروبہ وغیرہ ہین جو ہر باب کو علیحدہ علیحدہ
تصنیف کرتے یہانتک کہ کبار اہل طبقہ ثالثہ قائم ہوئی جنھون نے احکام کی تدوین کی تو امام مالک نے
کتاب موطا کو تصنیف کیا جس مین حدیث قوی کو اہل حجاز سے منتخب کیا اور اوس مین اقوال صحابہ و فتاویٰ
تابعین و تبع تابعین کو مخلوط کیا۔

ابو محمد عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج نے مکہ مین تالیف کیا۔ اور ابو عمر عبد الرحمن بن عمر اوزاعی
شام مین اور ابو عبد اللہ سفیان بن ثوری نے کوفہ مین اور ابو سلمہ حماد بن سلم نے بصرہ مین جسکے بعد
اور اکثر اہل عصر نے اسی قاعدہ پر تصنیف کیا۔

ابتدائے سنہ ۲۰۰ مین بعض ائمہ کو یہ خیال ہوا کہ احادیث نبی کو خاص طور پر جمع کرین تو عبید اللہ

کہ اسپر حمل کرین کہ بخاری نے زبان سے کہ لیا ہوگا۔ کیونکہ حدیث سے یہ نہین معلوم ہوتا
کہ کتابت بھی ضروری ہو۔ اور بسم اللہ بروایت ابو ذر و اصیلی ثابت ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ بہت سے نسخے بسم اللہ سے بھی خالی تھے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ
یہ کتاب حدیث کے مطابق لکھی گئی اور کیا یہ کتاب سنت رسول کی تعلیم دینے والی کتاب ہے۔
اگر حدیث دانی اسیکا نام ہے کہ حدیث کے خلاف کیا جائے تو بیشک بخاری کا درجہ حدیث دانی
مین بہت بڑھا ہوا ہے

آپ نے شعر گل است سعدی و در چشم دشمنان خار است۔ لکھکر پہلے تو ہزارہا علمائے
اہل حدیث کو بخاری کا دشمن بنایا جو یہ اعتراض کرتے ہین پھر سب کو مستحق ہزار لعنت قرار دیا۔ پھر یہی
شعر تو یزید بھی پڑھ سکتا ہے اور جتنے دشمنان دین ہین یا مرتکبین ظلم و فسق و فجور ہین سبھی شعر کو پڑھ سکتے ہین
حالانکہ مقصود اصلی لکھا ہے کہ چونکہ یہ کتاب اصح الکتب بعد کتاب الباری کہی جاتی ہے اور خاص
احادیث صحیحہ کی جمع مین ہے اسلیئے اسکو مطابق سنت رسول اللہ ہونا چاہیئے۔ ورنہ انسان

بن موسیٰ عیسی کوفی نے ایک مسند تصنیف کیا۔ پھر مسدد بن منیر بصری نے - اسد بن موسیٰ اموی نے - نعیم بن حماد خزاعی نزیل مصر نے ایک ایک مسند ترتیب دیا - اسی قاعدہ سے اکثر ائمہ محدثین نے تصنیفین کین مثل احمد بن حنبل اسحق بن راہویہ - عثمان بن ابی شیبہ نے -

بعض نے بترتیب باب و مسند دونون جمع کیا جیسا کہ ابوبکر بن ابی شیبہ نے -

بخاری نے جب ان تصانیف کو دیکھا اور ان کی روایت کی اور جامع حدیث صحیح و حسن و ضعیف پایا تو ان کی ہمت اسپر آمادہ ہوئی کہ حدیث صحیح کو علیحدہ کرین -

اس عزم کا محرک ان کے استاد امیر المومنین فی الحدیث اسحق بن راہویہ کا یہ قول تھا کہ کاش تم لوگ احادیث صحیحہ سنت رسول اللہ کو مختصر طور پر علیحدہ جمع کرتے جیسے بخاری کہتے ہین کہ اس کلام نے ہمارے دل مین گھر کر لیا اور جامع صحیح کی تالیف مین ہم مشغول ہوئے - تمام ہوا ترجمہ

یہ عبارت آپ کو اچھی طرح بتا رہی ہے کہ بخاری کو تالیف بخاری مین بجز انتخاب کے اور کوئی زحمت نہین پڑی یہ سب کتابین اونھون نے پڑھین تھین سب اونکے پاس موجود تھین صرف انتخاب کی ضرورت تھی کہ ان حدیثون کو چن چن کر علیحدہ کر دین جو صحیح تھین - کیونکہ کتاب علی بن مدینی انکو بسر قرار چکی تھی جس مین ہر ہر حدیث کی علت پر بحث کی تھی - تو کیا کوئی قیاس کر سکتا ہے کہ اتنے سے کام مین کسی لائق شخص کو سولہ برس گذر جائین اور وہ اس وجہ پریشان رہے کہ رات کو اٹھارہ اٹھارہ مرتبہ اوٹھکر درست کرے -

حالانکہ بیع بن بیع کے حال مین یہ پریشانی دیکھی جاتی - ہمکو اونھون نے اس قدر زحمت اوٹھائی ہو حالانکہ سب سے پہلے وہ اسلام مین مصنف ہوئے امام احمد بن حنبل کا حال ہے جو البتہ ایک کام تھا کہ ابوبکر کی

اپنے افعال مین مختار ہے فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر وھذا اخر الکلام فی ھذا المقام والحمد للہ فی البدء والختام والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ والہ الکرام

بتف

چونکہ تصحیح بخاری کا ایک ہی نمبر لکھا تھا المحدیث نے چھوڑ دیا حالانکہ باقی باقی لکھا تھا - لہذا ہم بھی تنقیح کو یہین تمام کرتے ہین - والحمد للہ [illegible] ربیع جمادی الاخر [illegible]

روایتین علیحدہ کین عمر کی علیحدہ اسیطرح ہر صحابہ کی علیحدہ علیحدہ جمع کین۔ یا پھر ابن ابی شیبہ کی مسند قابل داد ہے کہ ابواب کا علیحدہ خیال کیا مسند کا علیحدہ۔ بخلاف بخاری کہ اونھون نے صرف باب کا خیال کیا اور وہ بھی بطور انتخاب ان کتابون سے۔

حقیقت مین علمائے اہلسنت نے عجب شاعرانہ مذاق پایا ہے کہ جو چیز ان کو پسند آگئی اوس کی توصیف مین اسقدر اشیائی شاعری سے کام لیا کہ عقل انسانی دنگ رہجائے۔ کیونکہ اسی تھوڑی مدت مین جو صلی زحمتین کرکے اوٹھا مین تصنیف و تالیف کا سلسلہ کسنے جاری کیا وہ سب تو طاق نسیان مین رکھدی گئین اور بخاری جن کو صرف حق انتخاب حاصل ہے کسقدر جب سے بلند کئے گئے کہ اب جو کچھ ہے دنیا مین بخاری ہے۔

غرض بخاری یہانتک تو اپنی ابتدائی وجہ تالیف بناکر انکے اوستاد اسحاق بن راہویہ نے احادیث صحیحہ رسول اللہ کی تمنا کی تھی کہ وہ سب ایک جگہ جمع ہوجائین۔ مگر بخاری چونکہ مقلد امام شافعی تھے اسلیئے اونھون نے اون حدیثون کو انتخاب کیا جو انکے مذہب کے موافق تھین۔

تقلید شافعی پہلی بحث یہان یہ ہے کہ وہ شافعی کے مقلد تھے۔ اسکے ثبوت مین طبقات شافعیہ امام سبکی کافی ہے جس مین اونھین لوگون کو لکھا تھا جو شافعی تھے چنانچہ لکھتے ہین قلت وتفقہ علی الحمیدی وکلهم من اصحاب الشافعی قال ولم یرو عن الشافعی فی الصحیح لانہ ادرک اقرانہ والشافعی مات مکتهلا فلا یرویہ نازلا وروی عن الحسین وابی ثور مسائل عن الشافعی قلت وذکر الشافعی فی موضعین من صحیحہ فی باب الرکاز الخمس وفی تفسیر الربا من البیوع ص جلد ۲

بخاری نے علم فقہ حمیدی سے حاصل کیا اور وہ سب اصحاب شافعی سے تھے۔ مگر خود شافعی سے روایت نہین کی کیونکہ شافعی نے جوانی مین انتقال کیا تو اگر ان سے روایت کرتے تو سند نازل ہوجاتی حالانکہ اقران شافعی موجود تھے۔ باانہمہ حسین اور ابو ثور کے چند مسائل شافعی کی روایت کی سبکی کہتے ہین کہ بخاری نے دو جگہ ذکر کیا ہے شافعی کا اسی صحیح مین ایک باب الرکاز خمس مین دوسری تفسیر ربا۔ کتاب البیوع مین۔

جس سے بتصریح محمد یہ معلوم ہوا کہ مذہب ان کا شافعی تھا اور مقلد بھی شافعی کے تھے اور روایت اس وجہ سے نہین کی کہ سند عالی نہ تھی کیونکہ شافعی نے جوانی مین انتقال کیا اور اقران شافعی موجود تھے بانیہمہ اون کے شاگردون سے بھی روایت کی۔

تالیف بخاری بطور فقہ رہا یہ امر کہ بخاری کی تالیف بقاعدہ محدثین ہوئی جن کی غرض صرف جمع احادیث رسول اللہ ہوتی ہے یا بقاعدہ فقہا جو اسطرح احادیث کو لکھتے ہین جو اُن کے مذہب کے موافق ہوتی ہے تو اُس کی تصریح مقدمہ فتح الباری مین موجود ہے: صفحہ ۶

الفصل الثانی فی بیان موضوعہ و الکشف عن مغزاہ فیہ تقرر انہ التزم فیہ الصحۃ وانہ لا یورد فیہ الا حدیثا صحیحا ھذا اصل موضوعہ وھو مستفاد من تسمیتہ ایاہ الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ ومما نقلنا عنہ من روایۃ الائمۃ عنہ صریحا ثم رای انہ لا یخلیہ من الفوائد الفقہیۃ والنکت الحکمیۃ فاستخرج بفہمہ من المتون معانی کثیرۃ فرقہا فی ابواب الکتاب بحسب تناسبہا واعتنی فیہ بآیات الاحکام فانتزع منہا الدلالات البدیعۃ وسلک فی الاشارۃ الی تفسیرھا السبیل الوسیعۃ قال الشیخ محی الدین النووی نفع اللہ بہ لیس مقصود البخاری الاقتصار علی الاحادیث فقط بل مرادہ الاستنباط منہا والاستدلال لابواب ارادھا ولھذا المعنی اخلا کثیرا من الابواب عن اسناد الحدیث واقتصر فیہ علی قولہ فیہ فلان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم او نحو ذلک وقد یذکر المتن بغیر اسناد وقد یوردہ معلقا وانما یفعل ھذا لانہ اراد الاحتجاج للمسئلۃ التی ترجم لھا واشار الی الحدیث لکونہ معلوما وقد یکون مما تقدم وربما تقدم قریبا ویقع فی کثیر من ابوابہ الاحادیث الکثیرۃ وفی بعضہا ما فیہ حدیث واحد وفی بعضہا ما فیہ آیۃ من کتاب اللہ وبعضہا لا شئ فیہ البتۃ وقد ادعی قوم ان ذلک صنعہ عمدا وغرضہ ان یبین انہ لم یثبت عندہ حدیث بشرطہ فی المعنی الذی ترجم علیہ ومن ثم وقع فی بعض من نسخ الکتاب ضم

باب لم یذکر فیه حدیث الی حدیث لم یذکر فیه باب فاشکل فهمه علی
الناظر فیه وقد اوضح السبب فی ذلک الامام ابو الولید الباجی
المالکی فی مقدمة کتابه فی اسماء رجال البخاری فقال اخبرنی الحافظ ابو ذر
عبد بن احمد الهروی قال الحافظ ابو اسحق ابراهیم بن احمد المستملی قال
انتسخت کتاب البخاری من اصله الذی کان عند صاحبه محمد بن
یوسف الفربری فرایت فیه اشیا لم تتم واشیاء مبیضة منها تراجم لم
یثبت بعدها شیئا ومنها احادیث لم یترجم علیها فاضفنا بعض ذلک
الی بعض قال ابو الولید الباجی ومما یدل علی صحة هذا القول ان روایة
ابی اسحق المستملی وروایة ابی محمد السرخسی وروایة ابی الهیثم الکشمیهنی
وروایة ابی زید المروزی مختلفة بالتقدیم والتاخیر مع انهم انتسخوا من
اصل واحد وانما ذلک بحسب ما قدر کل واحد منهم فی ما کان فی طرة
او رقعة مضافة انه من موضع ما فاضافه الیه ویبین ذلک انک تجد
ترجمتین واکثر من ذلک متصلة لیس بینها احادیث قال الباجی وانما اوردت
هذا لما عنی به اهل بلدنا من طلب معنی یجمع بین الترجمه والحدیث
الذی یلیها وتکلفهم من ذلک من تعسف التاویل ما لا یسوغ انتهی **قلت**
وهذه قاعدة حسنة یفزع الیها حیث یتعسر وجه الجمع بین الترجمة
والحدیث وهی فی مواضع قلیلة جدا ستظهر کما سیاتی ذلک ان شاء الله
تعالی ثم ظهر لی ان البخاری مع ذلک فیما یورده من تراجم الابواب علی
اطوار ان وجد حدیثا یناسب ذلک الباب ولو علی وجه خفی ووافق شرطه
اورده فیه بالصیغة التی جعلها مصطلحه لموضوع کتابه وهی حدثنا
او ما قام مقام ذلک والعنعنة بشرطها عنده وان لم یجد فیه الا حدیثا
لا یوافق شرطه مع صلاحیته للحجة کتبه فی الباب مغائرا للصیغة التی یسوق
بها ما هو من شرطه ومن ثم اورد التعالیق کما سیاتی فی فصل حکم التعلیق

وان لم یجد فیہ حدیثا صحیحا لا علے شرطہ ولا علی شرط غیرہ وکان مما یستانس بہ ویقدمہ قوم علی القیاس استعمل لفظ ذالک الحدیث او معناہ ترجمۃ باب ثم اورد فی ذالک اما ایۃ من کتاب اللہ تشہد لہ او حدیثا یؤید عموم ما دل علیہ ذالک الخبر وعلی ھذا فالاحادیث التی فیہ علے ثلاثۃ اقسام وسیاتی تفاصیل ذالک مشرحا انشاء اللہ تعالے

یعنی بخاری نے اس کتاب مین التزام کیا ہے صحتہ کا کہ نہین وارد کرتے مگر حدیث صحیح یہ تو اصل موضوع ہے اسیوجہ سے اسکا نام جامع صحیح مسند حدیث رسول اللہ صلعم رکھا پھر یہ رائے ہوئی کہ فوائد فقہیہ اور نکت حکمیہ سے خالی نرہے لہذا اپنے فہم سے بہت سی باتین پیدا کین متون حدیث سے جسکو ابواب کتاب مین متفرق کیا بحسب مناسبت اور اعتنا کیا آیات احکام پر جس سے دلالات بدیعہ کا انتزاع کیا کہا شیخ محی الدین نودی نے کہ مقصود بخاری صرف احادیث رسول پر اقتصار کرنا نہین ہے۔ بلکہ مراد اون کی استنباط کرنا ہے۔ اور استدلال کرنا ہے اون ابواب پر جسکا ارادہ کیا۔ اسیلئے بہت سے ابواب کو سند حدیث سے خالی رکھا اور صرف اسیقدر رکھا کہ فلان شخص نے رسول اللہ سے اسطرح بیان کیا یا مثل اسکے کبھی متن حدیث بغیر سند لاتے ہین۔ کبھی بصورت تعلیق ایسا اسیلئے کرتے ہین کہ غرض انکی استدلال کرنا ہوتا ہے اوس مسئلہ کے لیئے جسکا باب باندھا ہے اور اشارہ کرتے ہین طرف حدیث کی کیونکہ وہ معلوم ہوتی ہے جو کبھی مقدم ہوتی ہے اور کبھی بہت ہی نزدیک مقدم ہوتی ہے اور اکثر یہ ہوتا ہے کہ ایک باب مین بہت سی حدیثین ہین اور بعض مین ایک ہی حدیث کسی مین صرف قرآن کی آیت کسی باب مین کچھ بھی نہین ۔

بعض کا یہ دعوی ہے کہ اونھون نے عمداً ایسا کیا ہے جسکی غرض یہ ہے کہ وہ بتاتے ہین کہ اس باب مین کوئی حدیث صحیح مطابق انکے شرط کے نہین ہے۔ اسیلئے بعض نسخ بخاری مین ایسے باب مین واقع ہوئے ہین جس مین کوئی حدیث نہین۔ بعض مین باب نہین جسکے سمجھنے مین بہت سے لوگون کو دقت ہوئی ہے۔ امام ابو الولید باجی نے مقدمہ کتاب فی اسماء البخاری مین اس کی توضیح کی ہے کہ حافظ ابو اسحق ابراہیم بن احمد مستملی بیان کرتے ہین

کہ ہمنے اصل کتاب بخاری سے جو محمد بن یوسف فربری کے پاس تھی - نقل کیا تو دیکھا کہ بہت سی چیزین اس مین ناتمام تھین - بعض حدیث بے باب کے ہین اور بعض باب بے حدیث کے ہین تو ہمنے بعض کو بعض کے طرف بڑھا دیا - اس قول کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ روایت ابو اسحٰق مستملی روایتہ ابو محمد سرخسی - روایت ابو الہیثم کشمہنی روایت ابو زید مروزی مین بہت کچھ اختلاف ہے تقدیم و تاخیر مین - حالانکہ سب نے ایک ہی نسخہ سے لکھا تھا - اسکی وجہ یہی ہوئی کہ بعض باتین جو طرہ مین تھی یا کسی رقعہ مین اُسکو اونھون نے کسی کے متعلق سمجھا اور اضافہ کر دیا بحسب اپنے انداز اور خیال کے جس سے کبھی دو باب کو متصل پاتے اور اون مین احادیث نہین ہوتے -

باجی کہتے ہین کہ یہ روایت ہمنے اسلیئے لکھا کہ اکثر ہمارے شہر والے چاہتے ہین کہ ترجمہ اور حدیث مین مطابقت ہو جائے جس مین بیحد وہ تکلف کرتے ہین :-

ابن حجر کہتے ہین کہ یہ قاعدہ نہایت خوب ہے جس سے اون سب حدیثون کو پناہ ملجاتی ہے جس مین مطابقت مشکل ہے درمیان ترجمہ و حدیث - جو بہت کم ہے جیساکہ ظاہر ہوگا - اور ہماری رائے یہ ہے کہ بخاری نے جو باب باندھے ہین اوسکے کئی رنگ ہین - اگر کوئی حدیث مناسب پاتے ہین - اگرچہ مناسبت خفی ہو اور شرط کے موافق ہو تو اوس کو اُس صیغہ سے وارد کرتے ہین جو اونکے اصطلاح مین ہے موضوع کتاب کے لیئے کہ وہ لفظ حدثنا ہے یا جو اوسکے قائم مقام ہو یا بطور عنعنہ جو اونکی شرط کے موافق ہے اور اگر اوس باب کی موافق کوئی حدیث موافق شرط بخاری نہین ہے اور قابل احتجاج ہے تو اوس کو اوس باب مین لکھتے ہین مگر صیغہ یعنی طریقہ ادا کو بدل دیتے ہین اسلیئے تعالیق کو اونھون نے وارد کیا ہے جیساکہ باب تعلیق مین مذکور ہوگا - اور اگر اوس باب مین کوئی حدیث صحیح اون کے شرط موافق یا دوسرے محدثین کی شرط کے موافق بھی نہین اور وہ مسئلہ ایسا ہے جس سے وہ مانوس ہین اور ایک قوم اوسکو ترجیح دیتی ہے - قیاس پر تو استعمال کرتے ہین لفظ حدیث کو یا اوسکے معنی کو لفظ یا ترجمہ باب مین - پھر کوئی آیہ یا حدیث وارد کرتے ہین جسکا عموم مؤید ہوتا ہے اوسکا جسپر حدیث دلالت کرتی ہے :-

اقول اس عبارت نے آپکو اچھی طرح بتا دیا۔ (۱) کہ مقصود بخاری صرف احادیث صحیحہ کا لکھنا نہین ہے۔ بلکہ اون احادیث کا لکھنا جن سے وہ اپنے ارادہ و خواہشوں کے مطابق استدلال کر سکین جس سے کبھی تو بلا سند حدیث لکھتے ہین کبھی بطور تعلیق۔

(۲) وکان مما یستانس بہ سے ظاہر ہوا کہ بخاری جن مسائل و احکام سے پہلے سے مانوس تھے اوسکے مطابق حدیثین لایا کرتے ہین تو موانست بغیر تقلید کیونکر ممکن ہے کہ پہلے سے اوس سے مانوس تھے:۔

(۳) ان اغراض کے پورا کرنے کے لیئے وہ اتنی ترکیبین کرتے ہین کہ اگر اپنی شرائط مقررہ صحت کے مطابق کوئی حدیث نہین ملتی تو کسی دوسرے محدث کے شرط کے موافق لا دیتے ہین۔ پھر بتائی پوری کتاب اونکے قاعدہ کے موافق کہان صحیح رہی یہ بھی نہ ہوا تو قرآن کی کوئی آیت لا دیا جسکے عموم سے استدلال ہو سکے۔ یہ بہی نہ ہوا تو حدیث بلا سند لکھدی کبھی بطور تعلیق لکھدی۔ غرض جو ہو سکا اپنی خواہش کے مطابق حدیث یا قرآن کو لکھدیا۔ پھر بتائی اُس کتاب کی کیا حیثیت رہی:۔

عضب تو یکیا ولھذا المعنی اخلا کثیرا من الابواب عن اسناد الحدیث واقتصر فیہ علی قولہ فلان عن النبی مقدمہ صفحہ (۶) اسی وجہ سے بہت سی بابون مین حدیث کی سند لکھی ہے نہین اور صرف یہ کہدیا کہ فلان شخص روایت کرتا ہے رسول سے جس سے نہ سماعت معلوم ہوئی نہ تحدیث۔

یہ سب بخاری کیون کرتے ہین وانما یفعل ھذا لانہ اراد الاحتجاج للمسئلہ التی ترجم لھا یعنی جو باب مقرر کیا ہے اوسکے استدلال کے لیئے ایسا کرتے ہین تو پھر یہ کتاب حدیث ہوئی یا کتاب فقہ۔ حالانکہ عام قاعدہ یہ ہے کہ جو مطلب اس حدیث سے نکلتا ہے اوسکا باب بناتے ہین۔ مگر بخاری کا قاعدہ نرالا ہے کہ باب تو اپنے دل سے گڑھا اور لگے حدیث ڈھونڈنے۔ جب باقاعدہ نہ ملی تو بیقاعدہ کسی حدیث کو نہ ملی تو کسیکی قول کو ٹھونس دیا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ باب کو حدیث سے مناسبت نہ حدیث کو باب سے۔ جس کی توجیہ

باجی صاحب نے یہ نکالی کہ یہ کارروائی بعد کو ہوئی اکہ اصل کتاب میں جگہ خالی چھوڑی گئی تھی یا رون نے جب اس کی نقل کرنی شروع کی تو جس سے جو بن پڑا۔ باب کو کہین حدیث سے بھرا کہین حدیث کو باب سے وانما ذالك بحسب ماقدرہ کل واحد منھم یہ سب انکی رائے اور انداز اور تخمین سے ہوا جو ہر شخص نے بجائے خود انجام دیا۔

ضیق بخاری۔ ابن حجر لکھتے ہین وربما ضاق علیہ مخرج الحدیث حیث لایکون الا طریقۃ واحدۃ فیتصرف حینئذ فیہ فیوردہ فی موضع موصولا وفی موضع معلقا ویوردہ تارۃ تاما وتارۃ مقتصرا علی طرفہ الذی یحتاج الیہ فی ذالك الباب ص۱۵

یعنی اکثر اوقات بخاری کو یہ ضیق ہوتا ہے کہ حدیث ہے تو ایک ہی طریق سے تو اسمین یہ تصرف کرتے ہین کہ کبھی تو موصول بیان کرتے ہین کبھی معلق۔ کہین پوری کہین ادھوری جس مین اختصار کرتے ہین اسی طریق پر جس کے وہ محتاج ہین۔

اب فرمائیے کہ حدیث ایک ہی طریق سے اُن کو ملی ہے تو اتنی ترکیبون کی کیا غرض جس مین اسدرجہ تنگ ہوتے ہین کہ چار طرح سے اوسکو بیان کرتے ہین۔

بلا قصد نتیجہ ان سب ترکیبو نکا یہ ہوتا ہے۔ والکان قد وقع لہ من ذالك شئی فعن غیر قصد وھو قلیل جدا ص۱۵۔

یعنی اگر ایسا ہوجاتا ہے تو یہ امر بلا قصد وارادہ ہوتا ہے جو بہت کم ہے۔ پھر بتائی ایسی تصنیف کا کیا فائدہ ہے جس مین بلا قصد وارادہ حدیثین داخل ہوجائین تو کیا وہ صحیح کہلا سکتی ہے۔؟

تائید مزید۔ اب دوسری دلیل اسکی ملاحظہ ہو کہ بخاری نے بحیثیت مقلدانہ اس کتاب کو لکھا۔ مقدمہ مین ہے:

وانما یورد من الموقوفات من فتاوی الصحابہ والتابعین ومن تفاسیرھم لکثیر من الایات علی طریق الاستیناس والتقویہ لما یختارہ من المذاھب فی المسائل التی فیھا خلاف بین الائمہ ص۱۹

یعنی فتاوائے صحابہ وتابعین سے جو موقوف روایتین لاتے ہین یا اونکے تفاسیر سے

آیات مین تو بطریق استیناس وتقویت اوس مذہب کے جسکو وہ اختیار کرتے ہین مسائل سے جس مین ائمہ کے درمیان مین اختلاف ہے:۔

جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ اختلافی مسائل مین وہ جس مذہب کے مقلد ہوتے ہین اوس کی ترجیح وتقویت کے لیئے روایات موقوفہ لاتے ہین فتاواے صحابہ وتابعین سے بطریق استیناس وتقویت تو کیا یہ کتاب حدیث کی کتاب کہی جاسکتی ہے۔ یا اُسکا مصنف محدث کہلا سکتا ہے یا مجتہد:۔

کیونکہ محدث یا مجتہد تو وہ ہے جو حدیث صحیح پر اپنے مذہب کی بنا رکھے نہ یہ کہ اپنی مذہب کے تابع حدیث وآیت کو لائے۔ غضب خدا کا کہ حدیث تو اوس شخص نے سنا نہین اور کہدیا قال فلان مقدمہ مین ہے۔ انہ قال فی کتاب الوکالہ قال عثمان بن الھیثم ثنا عوف ثنا محمد بن سیرین عن ابی ھریرہ قال وکلنی رسول اللہ بزکاہ رمضان الحدیث بطولہ واوردہ فی مواضع اخری منہا فی فضائل القران وذکر ابلیس ولم یقل فی موضع منہا حدثنا عثمان فالظاھر انہ لم یسمعہ منہ وقد استعمل المصنف ھذہ الصیغہ فیما لم یسمعہ من مشائخہ فی عدہ احادیث فیوردھا عنہم بصیغۃ قال فلان صے۱۶۱

یعنی کتاب الوکالہ مین لکھا ہے کہ کہا عثمان بن ہیثم نے اور اس کو چند جگہ لکھا فضائل قرآن اور ذکر ابلیس مین اور کسی جگہ یہ نہ کہا کہ حدیث بیان کی ہمسے عثمان نے جسکا ظاہر یہ ہے کہ مصنف نے خود اون سے نہین سنا اور یہ اکثر جگہ کیا کہ جن لوگون سے خود نہین سنا وہان کہا کہ فلان نے کہا۔

اب اس سے بڑہ کر کیا بے اعتباری ہوسکتی ہے کہ خود راوی سے تو سنا نہین۔ اور کہدیا کہ فلان نے یہ کہا پھر تباؤ سند متصل کہان رہی جو صحت کا ضروری جزو ہے۔

اسکا جواب ابن حجر یہ دیتے ہین ولا یلزم من ذلک ان یکون مدلسا عنہم

یعنی اس سے بخاری کی تدلیس نہین لازم آتی پھر تبلاؤ تدلیس کی تعریف کیا ہے:۔

کیونکہ تقریب النواوی مین ہے التدلیس وھو قسمان الاول تدلیس الاسناد بان یروی عمن عاصرہ مالم یسمعہ منہ موھما سماعہ قائلا قال فلان او عن فلان

ومخو. ٥ صٓ

یعنی تدلیس کی دو قسمین ہین ایک تو یہ کہ سند مین تدلیس کرین کہ جس سے سنا نہین ہے مگر وہ ہم زمانہ رہا ہے اوس سے ایسے لفظ سے بیان کرین کہ لوگون کو معلوم ہو کہ اوس سے سنا ہے جیسے کہین کہ فلان نے کہا یا فلان سے روایت ہے۔

جس سے بہت سی روایتون مین تدلیس بخاری ظاہر ہوئی فی عدہ احادیث کہ بہت سی حدیثون مین بخاری نے یہ کہا ہے کہ اوس سے سنا نہین اور کہدیا قال فلان

اب حکم اسکا سنیے اما الاول فمکروہ جدا ذمہ اکثر العلماء وبالغ شعبہ فی ذمہ فقال لان ازنی احب الی من ان ادلس وقال التدلیس اخو الکذب صٓ۶

یعنی پہلی قسم نہایت مکروہ ہے جس کی اکثر علماء نے مذمت کی ہے کہا شعبہ نے اگر ہم زنا کرین تو وہ ہمکو پسند ہے بہ نسبت اسکے کہ تدلیس کرین اور کہا کہ تدلیس برادر کذب ہے:

پھر بتائی بخاری کیا ہوئی - کیونکہ ایک دفعہ کی تدلیس سے آدمی کاذب کا بھائی بن جاتا ہے - یہان تو شاید سیکڑون کی تعداد ہے پھر کذاب ہونے مین کیا عذر رہا۔

یہان ابن حجر ایک اعتراض متاخرین کا کہتے ہین: ان المصنف اخرج حدیثا قال فیہ قال عبد اللہ بن الفضل عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلعم قال لا تفاضلوا بین الانبیاء الحدیث فان ابامسعود الدمشقی جزم بان ھذا لا یصح لان عبد اللہ بن الفضل انما رواہ عن الاعرج عن ابی ھریرۃ ولا عن ابی سلمۃ ھذا

بخاری نے ایک حدیث بسلسلہ عبد اللہ بن ابی الفضل عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ روایت کیا ہے جسپر ابو مسعود دمشقی کہتے ہین کہ یہ حدیث کیطرح صحیح نہین کیونکہ عبد اللہ بن فضل اعرج سے روایت کرتا ہے نہ ابو سلمہ سے:

اسکا جواب ابن حجر نے یہ دیا ہے کہ مسند ابو داؤد طیالسی وغیرہ مین اسیطرح ہے:

مگر کوئی ان سے پوچھے کہ صحیح تو نام رکھا جائے صحیح بخاری کا اور سند لائی جائے مسند ابو داود طیالسی سے جسکو کوئی صحیح نہین کہتا - پھر صحیح وہ ہوئی یا یہ۔

غرض صحیح بخاری جس بے ترکیبی اور بے عنوانی سے لکھی گئی ہے اوسکا پورا حال تو آپ کو تنقید بخاری سے معلوم ہوگا انشاء اللہ جس مین ہر ہر حدیث سے محققانہ بحث کی گئی ہے۔ مگر چونکہ ابن حجر نے اس بحث کو مقدمہ مین لکھا تھا اسلیئے ہمنے بھی اسقدر تعرض کر دیا۔ ورنہ اصلی غرض تو یہان خود بخاری کے حالات پر ایک سرسری نظر ڈالنا ہے۔ نہ صحیح بخاری پر

ولاء اہلبیت طاہرین اب آپ اس مرحلہ کو طے کیجئے کہ انکو خاندان رسالت سے کسقدر تعلق تھا جس سے انکا حسن خاتمہ معلوم ہو۔ کیونکہ یہ ایسے سخت ناصبی تھے کہ صرف یہی نہین چاہتے تھے کہ فضائل اہلبیت طاہرین کو نہ لکھین۔ بلکہ اسکے مرتکب ہوئے کہ وضعی حدیثین ذم جناب امیر مین لکھین جسکی تصدیق آپ کو اس تمثیل سے بھی ہو چکی کہ اون کو مشابہ عمر کہا گیا ہو فی زمانہ کعمر فی الصحابہ جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا۔ کیونکہ جو سلوک عمر نے اہلبیت سے کیا وہ سبکو معلوم ہے پھر مشبہ جسکا کب اوس سے کم ہو سکتا ہے۔

اسکے علاوہ ابن تیمیہ کے بارے مین بھی کہا گیا ہے انموذج الخلفاء الراشدین والائمۃ المہدیین شیخ الامام تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ شمس الدین۔

کہ نمونہ خلفائے راشدین اور ائمہ مہدیین تھے ابن تیمیہ۔ تو پھر کیا ممکن ہو کہ بخاری تناصبیت مین کسی سے کم ہون۔

بخاری کی ولادت سنہ ١٩٤ھ مین ہوئی تھی اور وفات سنہ ٢٥٦ھ مین جس مین تین امام معصوم کا زمانہ انکو ملا۔ ایک جناب امام محمد تقی ہے جنکی ولادت سنہ ١٩٥ھ مین ہوئی اور شہادت سنہ ٢٢٠ھ مین۔ دوسرے جناب امام نقی ع کی ولادت سنہ ٢١٤ھ مین ہوئی اور شہادت سنہ ٢٥٤ھ مین تیسرے جناب امام حسن عسکری کہ جن کی ولادت سنہ ٢٣١ھ مین ہوئی اور وفات سنہ ٢٦٠ھ مین

مگر کسی روایت سے نہین معلوم ہوتا کہ بخاری نے کبھی ان حضرات سے ملاقات کی ہو یا کسی قسم کا استفادہ۔

بخلاف ابو حنیفہ۔ مالک شافعی کے کہ بہت سی روایتین اسکی موجود ہین کہ یہ لوگ

خدمت ائمہ مین حاضر ہوے ہین۔ حضرات کی زیارت اور افادات عالیہ سے مستفید ہوے ہین۔ چنانچہ ابوحنیفہ کے بارے مین تو بہت سی روایتین اس کی موجود ہین کہ جناب امام محمد باقر و جناب امام جعفر صادق کی خدمت حاضر ہوے اور حضرت نے ان کی تعلیم فرمائی۔ قیاس سے منع کیا۔ ملاحظہ ہو اعلام الموقعین جلد اول صفحہ ۹۳

اسیطرح مالک کا حاضر خدمت ہونا مشہورات سے ہے۔ چنانچہ اسقدر تو خود ابن تیمیہ نے بھی لکھا ہے وبالجملہ ہولاء الائمۃ الاربعۃ لیس فیہم من اخذ جعفر شیئاً من قواعد الفقہ لکن رووا عنہ احادیث ص۱۴۳ جلد (۴)

یعنی ائمہ اربعہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے قواعد فقہ کو تو نہین حاصل کیا۔ مگر اون حضرات سے روایتین ضرور لیں جس سے کسیطرح ہو ائمہ اربعہ کا حاضر ہونا اور مستفید ہونا ان حضرت طیبات سے ظاہر ہے:۔

مگر بخاری کی حال ہین لکھتے ہین وقد استراب البخاری فی بعض حدیثہ لما بلغہ عن یحیی بن سعید القطان فیہ کلام فلم یخرج لہ ص۱۴۳:

یعنی بخاری کو حضرت کی بعض روایات مین شک ہوا جب پہونچا اون کو کلام یحیی بن سعید قطان حضرت کے بارے مین جس سے کوئی حدیث حضرت سے نہ روایت کی

جس امر کی ہم شکایت کررہے ہین کہ بخاری کو حضرات ائمہ اطہار سے کسیطرح کی خصوصیت نہ تھی یہ ایسی بات ہے کہ خود ابن تیمیہ اسکو بڑے فخر و مباہات سے لکھتے ہین چنانچہ منہاج السنۃ جلد ۲ ص۱۳۱ مین ہے:۔

فان العلماء المعروفین بالروایۃ الذین کانوا فی زمن ھذا الحسن بن علی العسکری لیس لہم عنہ روایۃ مشہورۃ فی کتب اہل العلم وشیوخ اہل کتب السنۃ البخاری ومسلم وابی داود والترمذی والنسائی وابن ماجہ کانوا موجودین فی ذلک الزمان وقبلہ وبعدہ وقد جمع الحافظ ابوالقاسم بن عساکر اسماء شیوخ الکتب شیوخ ہؤلاء الائمۃ فلیس من ہؤلاء الائمۃ من روی عن الحسن بن

علی العسکری مع روایتہم من الوف مولفہ من اہل الحدیث صـ۱۳۱

یعنے جو علماء مشہور ہین علم حدیث مین اور عہد جناب امام حسن عسکری ؑ مین موجود تھے اون مین سے کوئی بھی حضرت سے روایت نہین کرتا۔ شیوخ کتب السنۃ بخاری۔ مسلم۔ ابی داود۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ یہ سب اوس زمانہ مین قبل اور بعد کے زمانہ مین موجود تھے۔ حافظ ابو القاسم بن عساکر نے سبکے شیوخ کا نام لکھا ہے۔ جس مین کوئی بھی جناب امام حسن عسکری سے روایت نہین کرتا۔ حالانکہ ہزارون راویون سے روایت کرتے ہین۔

ہم تو ابھی تک صرف بخاری کے نام پر روتے تھے کہ تین امام معصوم کا زمانہ اون کو ملا مگر کسی سے روایت لی نہ کسیکی خدمت مین حاضر ہوئے۔ لیکن ابن تیمیہ نے تو سب پر چھری پھیر دی کہ کل محدثین اہلسنت اوس زمانہ مین موجود تھے مگر کسینے بھی آنحضرت سے روایت نہ لی پھر تبائیے یہ کیسے مسلمان تھے۔؟

کیا اسکے بعد کوئی خیال کر سکتا ہے کہ ان مین کسی طرح بھی ولائے اہلبیت طاہرین کا حصہ تھا۔ کیونکہ یہ تو غیر ممکن ہے کہ کوئی رسول اللہ پر ایمان لائے اور پھر حضرت کے اولاد طاہرین سے عقیدت نہ رکھے۔ حالانکہ یہ اتفاق فریقین وہ حضرات حدیث ثقلین مین داخل ہین جنکی مودت و اطاعت فرض ہے۔

ابن تیمیہ تو جوش ناصبیت مین جو چاہین کہ جائین کہ اوسکی زبان سے نہ خدا و رسول ؐ کو نجات ملتی ہے نہ جناب امیر کو نہ خلفائے ثلاثہ کو۔ مگر اہلسنت مین ایسے علماء بھی گذرے ہین۔ جنکو اسپر غصہ ہوا اور بخاری کی اس اعراض اور عداوت اہلبیت طاہرین کو نظر حقارت دیکھا چنانچہ علامہ ذو النسبین ابن دحیہ اپنی کتاب شرح اسماء النبی مین لکھتے ہین ترجمہ البخاری فی صحیحہ فی وسط المغازی ماھذا نصہ بعث علی بن ابیطالب وخالد بن الولید الی الیمن قبل حجۃ الوداع حدثنی احمد بن عثمان قال ثنا شریح بن مسلمۃ قال ثنا ابراھیم بن یوسف بن اسحاق بن ابی اسحاق قال حدثنی ابی عن ابی اسحاق سمعت البراء بعثنا ×

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع خالد بن الولید الی الیمن ثم بعث
علیا بعد ذالک مکانہ فقال مر اصحاب خالد من شاء منھم ان
یعقب معک فلیعقب ومن شاء فلیقبل فکنت ممن عقب معہ قال
نغنمت اواقی ذات عدد حدثنی محمد بن بشار قال ثنا روح بن
عبادۃ قال ثنا علی بن سوید بن منجوف عن عبد اللہ بن بریدۃ عن
ابیہ قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیا الی خالد لیقبض الخمس
وکنت ابغض علیا وقد اغتسل فقلت لخالد الا ترى الى ھذا فلما
قدمنا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکرت لہ ذالک فقال یا بریدۃ
ابتغض علیا فقلت نعم قال لا تبغضہ فان لہ فی الخمس اکثر من
ذلک قال ذوالنسبین رحمہ اللہ اوردہ البخاری ناقصا مبترا کما ترى
وھی عادتہ فی ایراد الاحادیث التی من ھذا القبیل وما ذالک
الا لسوء رایہ فی التنکب عن ھذہ السبیل واوردہ الامام
احمد بن حنبل کاملا محققا والی طریق الصحۃ فیہ موفقا فقال فیما حدثنی
القاضی العدل بقیۃ مشائخ العراق تاج الدین ابو الفتح محمد بن احمد
بن المندائی قراءۃ علیہ بواسط العراق بحق سماعہ علی الثقۃ الرئیس
ابی القسم بن الحصین بحق سماعہ علی الثقۃ الواعظ ابی علی الحسین
بن المذھب بحق سماعہ علی الثقۃ ابی بکر احمد بن جعفر بن حمدان القطیعی
بحق سماعہ من الامام ابی عبد الرحمن بن عبد اللہ بحق سماعہ علی ابیہ امام
السنۃ ابی عبد اللہ احمد بن حنبل قال ثنا یحیی بن سعید ثنا عبد الجلیل قال
انتھیت الی حلقۃ فیھا ابو مجلز وابنا بریدۃ فقال عبد اللہ بن بریدۃ قال ابغضت علیا بغضا لم یبغضہ
احد قط قال واحببت رجلا لم احبہ الا علی بغضہ علیا قال فبعث ذلک
الرجل علی خیل فصحبتہ ما اصحبہ الا علی بغضہ علیا قال فاصبنا سبیا قال فکتب
الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابعث علینا من یخمسہ قال فبعث الینا علیا

دفی السبی وصیفۃ ھی افضل من السبی قال فخمس وقسم فخرج وراسہ یقطر فقلنا یا ابالحسن ماھذا قال الم تروا الی الوصیفۃ التی کانت فی السبی فانی قسمت وخمست فصارت فی الخمس ثم صارت فی اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم صارت فی آل علی ووقعت بھا قال فکتب الرجل الی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلت ابعثنی فبعثنی مصدقا قال فجعلت اقرأ الکتاب واقول صدق صدق فامسک یدی والکتاب قال ابتغض علیا قال قلت نعم قال فلا تبغضہ وان کنت تحبہ فازدد لہ حبا فو الذی نفس محمد بیدہ لنصیب آل علی فی الخمس افضل من وصیفۃ قال فما کان من الناس احد بعد قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الی من علی قال عبداللہ فو الذی لا الہ غیرہ ما بینی وبین النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذا الحدیث غیر ابی بریدۃ انتھی۔

یعنی بخاری نے اپنی صحیح مین وسط مغازی مین روایت کی ہے براء بن عازب سے کہ حضرت نے ہمکو خالد بن ولید کے ساتھ قبل حجۃ الوداع جانب یمن روانہ کیا۔ بعدہ جناب امیر کو بھیجا کہ جو شخص چاہے خالد کے ساتھیون سے تمہارے ساتھ رہجائے تو اوسکو رہنے دینا۔ اور جو شخص چاہے کہ واپس آئے اوسکو بھیجدینا۔ براء کہتے ہین کہ ہم اون مین تھے جو پیچھے رہ گئے اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ بریدہ سے روایت ہے کہ حضرت نے جناب امیر کو بھیجا کہ جاکر خالد سے مال خمس وصول کرین۔ اور ہمکو حضرت علی سے بغض تھا اور دیکھا کہ آپنے غسل کیا ہے ہمنے خالد سے کہا نہین دیکھتے اسکے طرف۔ جب خدمت رسول اللہ مین حاضر ہوئے تو حضرت نے اسکا تذکرہ کیا۔ حضرت نے فرمایا اے بریدہ کیا تمکو علی سے عداوت ہے۔ کہا ہان۔ حضرت نے فرمایا علی سے بغض نہ رکھ کہ اون کا حصۂ خمس مین اس سے زیادہ ہے۔

ذوالنسین کہتا ہے (مصنف کتاب) اس حدیث کو بخاری نے ناقص اور ابتر وارد کیا ہے جیسا کہ تو دیکھتا ہے۔ اور یہ عادت اُنکی ہے اس قسم کی احادیث وارد کرنے مین بسبب اُس رائے بد کے جو اس راہ سے انحراف کرنے مین رکھتے ہین۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے کاملاً محققاً وارد کیا ہے جسکے طریق صحیح مین موافق جمہور کے وہ یہ ہے (بعد ذکر

بسلسلہ روایت عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے کہ ہمکو علی بن ابیطالب سے اسدرجہ بغض تھا کہ اوسقدر کسی سے بغض نہ تھا۔ ایک شخص سے صرف اس وجہ سے محبت کی کہ وہ دشمن علی تھا۔ یہ شخص جو دشمن علی تھا سردار لشکر بناکر بھیجا گیا تو ہمنے صرف اسوجہ سے ہمراہی کی کہ وہ دشمن علی تھا۔ اس واقعہ مین کچھ قیدی ہوئے تو حضرت کو لکھا کہ تقسیم غنیمت کے لئے کسیکو بھیجدیجے۔ حضرت نے جناب امیر کو بھیجا۔

ان قیدیون مین ایک لونڈی تھی جو سب سے بہتر تھی جناب امیر بعد تقسیم تشریف لائے اسطرح کہ غسل کیا تھا اور پانی سر سے ٹپک رہا تھا۔ ہمنے کہا یہ کیا؟ حضرت نے فرمایا اوس لونڈی کو نہین دیکھا جو قیدیون مین تھی کہ بعد تقسیم وہ خمس مین پڑی۔ اور تقسیم خمس مین وہ حصّہ اہلبیت مین آئی اور خاص آل علی کے حصّہ مین پڑی۔

اوس شخص نے جو سردار لشکر بناکر بھیجا گیا تھا (خالد بن ولید) ان سب حالات کو لکھکر حضرت کے پاس بھیجنا چاہا (ابو برید) نے کہا یہ خط ہم کو دو کہ ہم اس کی تصدیق کرینگے۔ یہ خط لکھکر حاضر خدمت رسول ہوئے۔ اور خط پڑھنا شروع کیا۔ جس پر ہم صدق صدق کہتے جاتے تھے۔ پس حضرت نے ہمارا ہاتھ پکڑکر خط پڑھنے کو روک دیا۔ اور فرمایا کیا تو بغض رکھتا ہے علی سے۔ مین نے کہا۔ ہان۔ حضرت نے فرمایا کہ تو علی سے بغض نہ رکھو۔ اور اگر محبت رکھتا ہے تو محبت کو بڑھا۔ قسم اوس خدا کی جسکے قبضۂ قدرت مین محمد کی جان ہے۔ آل علی کا حصّہ خمس مین اوس مرد صیفہ سے کہین افضل ہے!

اس حدیث کے بعد ہمارے نزدیک حضرت علی سے بڑھ کر کوئی محبوب نہین عبداللہ راوی کہتے ہین قسم خدا کی درمیان ہمارے اور نبی کے اس حدیث مین صرف میرے باپ بریدہ واسطہ ہین اور کوئی نہین ۔

اس عبارت ابن وحیہ سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ بخاری کیسے دیندار تھے کہ احادیث فضیلت جناب امیر کو ناقص اور مقطوع لکھا کرتے اور کسیطرح اون کا دل اسکو نہ گوارا کرتا کہ فضائل ومناقب جناب امیر کو پورے طور پر لکھین کیونکہ روایت امام احمد بن حنبل مین حضرت کی احبیت کا ذکر ہے۔ جس سے جناب امیر کی فضیلت تمام عالم پر بعد

رسول اللہ ظاہر ہے۔ بخاری نے اُس جملہ کو بالکل نکالدیا۔

بخاری کی یہ ترکیب صرف ایک روایت میں نہیں ہے بلکہ بقول علامہ ذوالنسبین وہی عادت لکھاتی ہی۔ بخاری کی یہی عادت تھی کہ جس حدیث میں حضرت کا ذکر آتا اس کو اسیطرح مختصر اور مقطوع روایت کرتے۔ پھر بتائیے یہ کیسے دیانتدار تھے۔

ذوالنسبین کا یہ فقرہ وماذاک الا لسو رأیہ فی التنکب عن ھذا السبل۔ یعنی بخاری کی یہ عادت اسوجہ سے تھی کہ اس سبیل سے انحراف کرنے میں ان کی رائے بدتھی۔ صاف بتا رہا ہے کہ بخاری کو ان حضرات سے کسقدر انحراف تھا کہ آخر خود علمائے اہل سنت کو انکی اس کجروی کا اقرار کرنا پڑا۔ پھر بتائے ایسے محدث اور ایسی کتاب کی کیا خاک عزت ہو سکتی ہے۔ جو اپنی ذاتی اغراض کے لئے احادیث رسول کو اسطرح ابتر کرے۔ خدا سمجھے۔

پھر دوسرے مقام پر وہی علامہ ذوالنسبین کہتے ہیں بدانا بما اوردہ مسلم لانہ اوردہ بکمالہ وقطعہ البخاری واسقط منہ علی عادتہ کما تری وھو مما عیب علیہ فی تصنیفہ علی ما جری ولا سیما اسقاطہ لذکر علی رضؓ

یعنی اس روایت کو ہمنے صحیح مسلم سے اسلیے پہلے نقل کیا کہ مسلم نے اوس کو پورا لکھا ہے۔ بخلاف بخاری کہ بہت سا حذف و اسقاط کیا ہے جو اون کی عادت ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ ان کے تصنیف پر عیب کیا گیا ہے۔ خصوصاً ذکر حضرت علی کو ساقط کر دینا۔

تو کیا ایسا شخص محدث امام۔ امیر المومنین فی الحدیث کہا جاسکتا ہے جو عمداً الفاظ حدیث کو نکال دے۔ اور خصوصاً ذکر جناب امیر کو ساقط کر دے اور یہ اوس کی عادت قرار پائے۔

علامہ ابن وحیہ ذوالنسبین کوئی معمولی شخص نہیں ہے بلکہ اکابر علمائے اہلسنت سے ہیں جنھوں نے اس طرح بخاری کی پردہ دری کی وفیات الاعیان ابن خلکان میں ہے علامہ ابو الخطاب عمر بن الحسن بن علی بن محمد بن الجمیل بن فرح بن خلف بن قومس بن مزلال بن ملال بن بدر بن دحیہ بن فروہ

المعروف بذی النسبین الاندلسی البلنسی الحافظ × وکان ابو الخطاب المذکور من اعیان العلماء ومشاهیر الفضلاء متقنا لعلم الحدیث النبوی ومایتعلق به عارفا بالنحو واللغة وایام العرب واشعارها اکثر بطلب الحدیث فی اکثر بلاد الاندلس الاسلامیة ولقی بها علماءها ومشایخها ثم رحل منها الی بر العدوة ودخل مراکش واجتمع بفضلاءها ثم ارتحل الی افریقیة ومنها الی الدیار المصریة ثم الی الشام والشرق والی العراق وسمع ببغداد من بعض اصحاب ابن الحصین وسمع بواسط من ابی الفتح محمد بن احمد بن المندائی ودخل الی عراق العجم وخراسان وماوالاها ومازندران کل ذالک فی طلب الحدیث والاجتماع بائمة الحدیث والاخذ عنهم وهو فی تلک الحال یؤخذ عنه ویستفاد منه وسمع باصبهان من ابی جعفر الصیدلانی وبنیسابور من منصور بن عبد المنعم الفرادی

یعنی ابو الخطاب کا نام عمر بن حسن ہے معروف بہ ذو النسبین اندلسی بلنسی حافظ × اعیان علماء ومشاہیر فضلا سے تھا۔ علم حدیث نبوی کے بڑے متقن تھے۔ علم نحو لغہ۔ ایام واشعار عرب کے عارف تھے۔ طلب علم حدیث میں اکثر بلاد اندلس اسلامیہ کی سیاحت کی اور علما ومشائخ سے ملاقات کی۔ پھر بر عدوہ کے طرف گئے اور داخل مراکش ہوئے۔ افریقیہ دیار مصریہ۔ شام۔ مشرق۔ عراق کا سفر کیا۔ بغداد میں اصحاب ابن الحصین سے سماعت کی اور واسط میں ابو الفتح مندائی سے۔ عراق۔ عجم۔ خراسان اور اوسکے متعلقات اور مازندران کے طرف سفر کیا۔ یہ سب طلب حدیث میں تھا اور اس غرض سے کہ ائمہ حدیث سے ملاقات کریں اور علوم اون سے حاصل کریں۔ ان سب کے ساتھ خود اس درجہ پر تھے کہ علما انسے علم حاصل کرتے اور استفادہ کرتے اصفہان میں ابو جعفر صیدلانی سے اور نیشاپور میں منصور بن عبد المنعم فراوی سے سماعت کی ۶۳۳ھ وفات ہے اور بغیہ الوعاہ جلال الدین سیوطی میں ہے۔ عمر بن الحسن بن علی بن محمد بن الجمیل بن فرح بن دحیة الکلبی الاندلسی البلنسی الحافظ ابو الخطاب کان من اعیان

ومشاهیر الفضلاء و متقنا لعلم الحدیث وما یتعلق به عارفا بالنحو واللغة وایام العرب واشعارها سمع الحدیث ورحل وله بنی الکامل دار الحدیث الکاملیه بالقاهرة وجعل شیخها حدث عنه ابن الصلاح وغیره بات لیلة الثلثاء رابع عشر ربیع الاول سنة ثلاث وثلاثین وستمائة -

جس سے معلوم ہوا کہ کس پایہ کا یہ عالم علم حدیث تھا جسنے کتنے سفر کئے اور کسقدر اس علم حدیث مین اوسکو دستگاہ تھی پھر اوسکا نقص کرنا بخاری پر کہ وہ جناب امیر سے منحرف تھے کیسی شہادت قطعی ہے -

اب آئیے کچھ تفصیل سنئے کہ انہون نے اپنی ناصبیت و عداوت جناب امیرؑ کو کس کس طرح ظاہر کیا ہے جسکے بعد خود بخود حق ظاہر ہو جائیگا کہ انہون نے احادیث نبوی مین کیا کیا ترکیبین کی ہونگی -

حدیث خلیفتی فیکم سب سے پہلے آپ اوس حدیث کو دیکھئے جسے حضرت نے روز اعلان نبوت فرمایا ہے مسند امام احمد بن حنبل مین ہے صـ۱۱۱ جلد اول مین -

حدثنا عبد الله ثنا ابی اسود بن عامر ثنا شریک عن الاعمش عن المنهال عن عباد بن عبد الله الاسدی عن علی قال لما نزلت هذه الایة وانذر عشیرتک الاقربین قال جمع النبی من اهلبیته فاجتمع ثلاثون فاکلوا وشربوا فقال لهم من یضمن عنی دینی ومواعیدی ویکون معی فی الجنة ویکون خلیفتی فی اهلی فقال رجل لم یسمه شریک یا رسول الله انت کنت بحرا من یقوم بهذا ثم قال الاخر قال فعرض ذلک علی اهلبیته فقال علی انا -

یعنی جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو حضرت نے اپنے خاندان والونکو جمع کیا تو تیس آدمی جمع ہوے بس سبنے کھایا اور پیا تو حضرت نے فرمایا کون تمسے ہمارے دین کا ضامن ہوتا ہے اور ہمارے وعدونکا ہمارے ساتھ جنت مین ہوگا اور خلیفہ ہوگا ہمارے اہل مین ایک شخص نے کہا جسکا نام شریک نے نہین لیا کہ یا حضرت آپتو دریا ہین کون اسکی تاب لا سکتا ہے پھر حضرت نے اسکو اپنے اہلبیت پر عرض کیا تو حضرت علیؑ نے کہا ہم ہین یا رسول اللہ

یہ روایت اگرچہ خود بتا رہی ہے کہ اس مین کسقدر تحریف کی گئی ہے اور کس طرح واقعات کی صورت بگاڑی گئی ہے کیونکہ نہ یہی بتایا گیا ہے کہ یہ واقعہ کیون ہوا۔ کیونکہ حکم ہے انذار کا اور حضرت اونکو ادائے دیون کا ضامن بنا رہے ہین۔ دونون مین کیا واسطہ۔ یہ تو کہا کہ حضرت نے سبکو جمع کیا۔ مگر اسکا پتہ نہین کہ آخر وہ کس طرح جمع ہوئے۔ اسکا تو بیان ہے کہ سب نے کھایا پیا۔ مگر اسکا بیان ہی نہین کہ کیا کھایا اور کھانے کا سامان کیونکر کیا گیا۔ لہذا ضرور ہوا کہ اس حدیث کو دوسرے طرق سے دیکھین تاکہ پورا حال معلوم ہو۔

لہذا تفسیر معالم التنزیل کو پیش کرتا ہون جسکے صہ۲۲ تفسیر سورہ شعرا مین یہ روایت اس طرح موجود ہے۔

روی محمد بن اسحق عن عبد الغفار بن القسم عن المنہال بن عمرو عن عبد اللہ بن الحارث بن عبد المطلب عن عبد اللہ بن عباس عن علی بن ابیطالب قال لما نزلت ہذہ الآیۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا علی ان اللہ یامرنی ان انذر عشیرتی الاقربین فضقت بذلک ذرعا و عرفت انی متی اناديہم بہذا الامر اری منہم ما اکرہ فصمت علیہا حتی جاءنی جبرئیل فقال یا محمد ان لا تفعل ما تؤمر یعذبک ربک فاصنع لنا صاعا من طعام واجعل علیہ رجل شاۃ واملأ لنا عسًا من لبن ثم اجمع لی بنی عبد المطلب حتی ابلغہم ما امرت بہ ففعلت ما امرنی بہ ثم دعوتہم وہم یومئذ اربعون رجلا یزیدون رجلا او ینقصونہ فیہم اعمامہ ابوطالب وحمزہ و العباس رضی اللہ عنہم وابولہب فلما اجتمعوا دعا بالطعام الذی صنعتہ فجئت بہ فلما وضعتہ تناول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حذیۃ من اللحم فشقہا باسنانہ ثم القاہا فی نواحی الصحفۃ ثم قال خذوا بسم اللہ فاکل القوم حتی ما لہم بشیء حاجۃ وایم اللہ ان کان الرجل الواحد منہم لیاکل مثل ما قدمت لجمیعہم ثم قال اسق القوم فجئتہم بذلک العس فشربوا حتی رووا جمیعاً وایم اللہ ان کان الرجل الواحد منہم لیشرب

مثله فلما اراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یتکلم بدرہ ابو لہب فقال سحرکم صاحبکم فتفرق القوم ولم یکلمہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال الغد یا علی ان ہذا الرجل قد سبقنی الی ما سمعت من القول فتفرق القوم قبل ان اکلمہم فعد لنا من الطعام مثل ما صنعت ثم اجمعہم ففعلت ثم جمعتہم ثم دعانی بالطعام فقربتہ ففعل کما فعل بالامس فاکلوا و اشربوا ثم تکلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا بنی عبد المطلب انی قد جئتکم بخیر الدنیا والاخرۃ وقد امرنی اللہ تعالی ان ادعوکم الیہ فایکم یوازرنی علی امری ہذا و یکون **اخی و وصیی و خلیفتی** فیکم فاحجم القوم عنہا جمیعاً فقلت وانا احدثہم سنا انا یا نبی اللہ اکون وزیرک علیہ قال فاخذ برقبتی ثم قال ان ہذا **اخی و وصیی و خلیفتی** فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا فقام القوم یضحکون یقولون لابی طالب قد امرک ان تسمع لعلی و تطیع۔

یعنی عبد اللہ بن عباس حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو حضرت نے جناب امیرؑ سے فرمایا کہ خدا نے حکم دیا ہے کہ ہم اپنے عشیرہ اقربین کو انذار کریں جس سے ہمارا سینہ تنگی کرتا ہے اور جانتے ہیں کہ جب ہم اسکی ندا کرینگے تو ناگوار باتیں ان سے دیکھینگے اسوجہ ہمنے اسپر سکوت کیا یہانتک کہ جبرئیل امین آئے اور کہا اے محمد اگر تم وہ کام نہ کروگے جسکا خدا نے حکم دیا ہے تو وہ عذاب کریگا لہذا ایک صاع طعام طیار کرواو ایک ران بزغالہ اور ایک بڑا پیالہ دودہ کا پھر فرزندان عبد المطلب کو جمع کرو تاکہ ہم اوس حکم کو پہونچائیں جسکا خدا نے حکم دیا ہے۔

حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ ہمنے مطابق حکم آنحضرت سب سامان فراہم کیا اور سبکو بلا لائے جو چالیس تھے ایک کم یا زیادہ جس میں حضرت کے کل اعمام تھے ابو طالب۔ حمزہ۔ عباس ابو لہب وغیرہ۔ جب سب جمع ہوئے تو حضرت نے کھانا مانگا جو ہمنے طیار کیا تھا جب سامنے لائے تو حضرت نے دندان مبارک سے ایک ٹکڑہ گوشت کو پارہ کردیا اور سینی

مین ڈالدیا اور فرمایا کہ کھاؤ بسم اللہ۔ پس سب نے کھایا کہ پھر کسی کو حاجت نہ رہی حالانکہ قسم بخدا ایک شخص اون مین سے اسقدر کھا جاتا تھا جو ہمنے مہیا کیا تھا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ قوم کو پلاؤ ہم وہ قدح شیر لائے جس سے سب سیراب ہو گئے حالانکہ ایک ایک شخص اتنا پی جاتا تھا۔ جب حضرت نے کچھ کلام کرنا چاہا۔ تو ابولہب نے جلدی کرکے کہا کہ تمھارے صاحب نے سحر کیا۔ پس سب کے سب اوٹھکر متفرق ہو گئے اور حضرت نے کچھ کلام نہ کیا۔

دوسرے روز حضرت نے فرمایا اے علی اس مرد نے جلدی کرکے وہ کلام کیا جو تمنے سنا جس سے قبل اسکے کہ ہم کچھ کلام کرین قوم متفرق ہو گئی لہذا پھر اوسی طرح کھانے کا سامان کرو اور سب کو بلالاؤ۔ ہمنے مطابق حکم انجام دیا اور سب کو بلاکر جمع کیا اور اوسی طرح کھانا کھلایا اور دودھ پلایا۔ جب سب کھا پی چکے تو حضرت نے کلام کیا اور فرمایا اے فرزندان عبد المطلب ہم تمھارے پاس خیر دنیا و آخرت لائے ہین اور ہمکو خدا نے اس کا حکم دیا ہے کہ تمکو اس طرف دعوت دین تو کون تمسے ہماری وزارت کرتا ہے اس امر مین اس شرط پر کہ وہ بھائی۔ اور وصی اور خلیفہ ہو تم مین۔ پس قوم نے روگردانی کی اس سے سب نے اور ہمنے کہا حالانکہ سب سے صغیر السن تھے۔ کہ یا نبی اللہ مین آپکا وزیر ہوتا ہون اس امر مین۔ پس حضرت نے ہماری گردن پکڑی اور فرمایا کہ یہ میرا بھائی۔ وصی۔ خلیفہ ہے تملوگون مین اسکا حکم مانو اور اطاعت کرو پس سب کے سب اوٹھ کھڑے ہوے اور کہتے تھے ابوطالب سے کہ تمکو حکم دیا ہے کہ سنو اور اطاعت کرو علیؑ کی انتہی۔

یہ حدیث آپکو بتاتی ہے کہ اصل واقعہ کیا تھا جس مین کس طرح مفصل حالات مذکور ہین۔ مگر امام احمد بن حنبل نے اسکو ایسا مختصر کرکے لکھا کہ دیکھنے والے کو پتہ نہ چلے مقصود حدیث کیا ہے اور غرض کیا ہے اور اصل واقعہ کیونکر ہے۔

مگر ہمنے مسند احمد بن حنبل کی روایت کو اس وجہ سے مقدم کیا کہ وہ امام بخاری کے [illegible] ہین اونکے سامنے بوقت تصنیف صحیح بخاری مسند احمد بن حنبل موجود تھی۔ [illegible] اصل روایت کو یا نہ روایت مسند احمد بن حنبل کو جس سے کم سے کم اتنا تو معلوم ہوتا [illegible] رسالتمآب نے بروز اعلان نبوت حضرت کو اپنا خلیفہ کیا۔ تو باعث اسکا بجز ناصبیت

کیا تھا؟

ہان یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ چونکہ صحیح بخاری مین التزام کیا گیا ہے کہ صرف وہی حدیثین لکھی جائین جو صحیح السند ہین۔ لہذا ممکن ہے کہ یہ حدیث صحیح نہو اسلیئے نہ داخل صحیح کیا۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ اولاً صحیح بخاری کی اجمالی حالت تو آپکو تنقید بخاری (حصہ دوم) سے معلوم ہو چکی جسکے بعد پھر کوئی عاقل تو نہین کہہ سکتا کہ اسکی کل حدیثین صحیح ہین ثانیاً یہ حدیث بھی تو صحیح ہے جسکی صحت سے کوئی انکار نہین کر سکتا۔ کیونکہ علامہ ابن تیمیہ اسو تفسیر معالم التنزیل کے نسبت فرماتے ہین واما الاحادیث فلم یذکر فی تفسیرہ شیئاً من الموضوعات التی رواہا الثعلبی بل یذکر الصحیح منہا (منہاج السنۃ)

یعنی امام محی السنۃ بغوی تفسیر معالم التنزیل مین اون روایات کو نہین لکھتے جو موضوعات سے ہین۔ بلکہ اونہین حدیثون کو لکھتے ہین جو صحیح ہوتی ہین پھر بتایئے اس حدیث کو بخاری کا نہ لکھنا آخر کس وجہ سے ہے؟

مسند احمد بن حنبل کی نسبت طبقات الشافعیہ سبکی مین ہے قال ابو موسی ومن الدلیل علی ان ما اودعہ الامام مسندہ قد احتاط فیہ اسناداً ومتناً ولم یورد فیہ الا ما صح سندہ لا صحتہ

یعنی منجملہ دلائل کے جس سے امام احمد نے اسنادون مین حدیث کے احتیاط کیا ہے کہ نہ وارد کیا مسند مین مگر اوسی حدیث کو جسکی سند صحیح ہوئی۔

پھر اس حدیث کی صحت سند مین کیا عذر ہو سکتا ہے جسکو امام احمد نے اپنے مسند مین درج کیا حالانکہ بنص شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ بالغہ مین ص۱۳۳ جلد اول

فان الامام احمد جعلہ اصلا یعرف بہ الصحیح والسقیم قال مالیس فیہ فلا تقبلوہ۔

کہ امام احمد نے اس کتاب کو اصل بنایا ہے جس سے صحیح وسقیم پہچانی جاتی ہے۔ کہا کہ جو حدیث اس کتاب مین نہو اوسکو نہ قبول کرو۔

مگر بخاری نے نہ حق اوستادی کا خیال کیا۔ نہ اونکے فرمان واجب الاذعان کو۔ بلکہ ایک ایسے عنوان سے اس حدیث کو لکھا جسکے موضوع ہونے مین کسیکو شک ہی نہین ہو سکتا۔

فضیلت نسائی بر بخاری

اسکے علاوہ امام نسائی نے بھی اس حدیث کو خصایص نسائی مین لکھا ہے جو بہ اتفاق اہل سنت صحاح ستہ سے ہے۔ پھر بجز ناصبیت کیا باعث ہوا جو اس حدیث کو داخل صحیح نہ کیا۔ حالانکہ امام نسائی کا وہ درجہ ہے جو امام بخاری کو بھی نصیب نہین۔ کیونکہ علامہ سیوطی تدریب الراوی مین لکھتے ہین ص۳۵

قال ابن طاهر شرط البخاری ومسلم تخریج الحدیث المجمع علی ثقة رجاله الی الصحابی المشهور قال العراقی ولیس ما قاله بجید لان النسائی ضعف جماعة اخرج لهم الشیخان او احدهما۔

کہا ابن طاہر نے کہ شرط بخاری و مسلم یہ ہے کہ ایسی حدیثین روایت کرین جسکے رجال کے موثق ہونے پر اجماع ہو کہا عراقی نے کہ یہ کلام ٹھیک نہین ہے کیونکہ نسائی نے بہت سے ایسے راویون کو ضعیف کر دیا جن سے بخاری و مسلم نے روایت کی یا ایک نے اون دونون سے۔

پھر بخاری کا اس حدیث کو نہ لکھنا جسکے طرق صحت اس کثرت سے ثابت ہین اگر بوجہ ناصبیت نہین ہے تو کیا ہے۔ طبقات شافعیہ امام سبکی مین ہے ابن طاهر المقدسی سالت سعد بن علی الزنجانی عن رجل فوثقه فقلت قد ضعفه النسائی فقال یا بنی ان لابی عبد الرحمان شرطا فی الرجال اشد من شرط البخاری ومسلم ص۲۶۳ جلد ۲

یعنی ابن طاہر مقدسی نے سعد بن علی زنجانی سے ایک راوی کا حال دریافت کیا تو کہا وہ موثق ہے۔ مینے کہا کہ نسائی نے اوسکو ضعیف کہا ہے تو کہا اے فرزند ابو عبد الرحمان (نسائی) کے ایسے شرائط ہین رجال مین جو شدید تر ہین شرائط بخاری و مسلم سے۔

پھر کسقدر حیرتناک ہے کہ امام نسائی تو اس حدیث کو جس مین خلافت جناب امیر پر نص ہے بروز اعلان نبوت۔ خصائص نسائی مین لکھین اور بخاری اوسکو نہ لکھین حالانکہ شرائط نسائی سخت تر ہین۔

اوسی طبقات مین یہ بھی ہے ص۲۶۴ جلد ۲ کہ امام ذہبی کہتے ہین امام نسائی زیادہ حافظ ہین

بہ نسبت مسلم کے جنکی صحیح مسلم مشہور ہے اور صحیح مسلم کی افضلیت صحیح بخاری پر پہلے مذکور ہو چکی
جس سے ظاہر ہے کہ نسائی بخاری و مسلم دونون سے افضل ہین۔
تو اب اس حدیث کو بخاری نے اگر بوجہ ناصبیت نہین لکھا تو اسکے سوا اور کیا باعث ہو سکتا
ہے کہ جس حدیث کو ایسے ایسے امام صحیح جانین اور بخاری اوسکو نہ لکھین حالانکہ شرائط نسائی
سب سے شدید ہین ۵

اب آئیے اوس روایت کو دیکھئے جسے بخاری صاحب نے یہان لکھا ہے جسکے بعد
آپکو پوری طور پر ان کی ناصبیت معلوم ہو۔
پہلے تو جلد ۲ صفحہ ۱۶۵ مطبوعہ مصر باب المناقب مین لکھا۔

عن ابن عباس قال لما نزلت وانذر عشيرتك الاقربين جعل النبي ينادي
يا بني فهر يا بني عدي ببطون قريش × عن ابن عباس قال لما نزلت وانذر
عشيرتك الاقربين جعل النبيؐ يدعوهم قبائل قبائل × عن ابي هريرة ان
النبيؐ قال يا بني عبد مناف اشتروا انفسكم من الله يا بني عبد المطلب
اشتروا انفسكم من الله يا ام الزبير بن العوام عمة رسول الله يا فاطمة
بنت محمدؐ اشتريا انفسكما من الله لا املك لكما من الله شيئا سلوني من
مالي ما شئتما۔

یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا
تو حضرت نے پکارنا شروع کیا اے بنی فہر اے بنی عدی ہر ہر بطن قریش کو۔ دوسری روایت
ہے ابن عباس سے کہ حضرت نے ہر ہر قبیلہ کو پکارنا شروع کیا تیسری روایت ابوہریرہ سے ہے
کہ حضرت نے فرمایا اے فرزندان عبد مناف اپنی نفسون کو خدا سے خرید لو۔ اے فرزندان
عبد المطلب اپنی نفسون کو خدا سے خرید لو اے مادر زبیر عمہ رسول اے فاطمہ بنت محمد تم

۵ اگر آپکو زیادہ شوق ہو اس بحث کے مطالعہ کا تو رسالہ البلاغ المبین دفتر اصلاح سے
منگا لیجئے کہ پوری بحث اس حدیث شریف کے صحت کی اوس مین ملیگی۔ مصنف علام دام ظلہ نے
یہان صرف تذکرہ فرمایا ہے اسی لئے اسقدر اختصار سے کام لیا ۱۲ علی حیدر

اپنی نفسون کو خدا سے خرید و کہ ہم تمھارے لیے کسی امر کے مالک نہیں ہین جو چاہو ہمارے مال سے سوال کرو۔

صحیح بخاری کی یہ پہلی تین روایتین ہین جنکے راوی ابن عباس اور ابوہریرہ ہین فتح الباری مین ہے وهذه القصة ان كانت وقعت فی صدر الاسلام بمكة فلم يدركها ابن عباس لانه ولد قبل الهجرة بثلاث سنين ولا ابوهريرة لانه انما اسلم بالمدينة وفی نداء فاطمة يومئذ ايضا ما يقتضی تاخر القصة لانها كانت حينئذ صغيرة او مراهقة وان كان ابوهريرة حضرها فلا يتجه سبب الترجمة لانه انما اسلم بعد الهجرة بمدة والذی يظهر ان ذلك وقع مرتين مرة فی صدر الاسلام ورواية ابن عباس وابوهريرة لها من مرسل الصحابة وهذا هو الموافق للترجمة من جهة دخولها فی مبتداء السيرة النبوية ويويد ذلك ما سياتی من ان ابا لهب كان حاضرا لذلك وهو مات فی ايام بدر ومرة بعد ذلك حيث يمكن ان تدعى فيها فاطمة او يحضر ذلك ابوهريرة وابن عباس ص۱۶ جلد ۸

یعنی یہ قصہ اگر ابتدا سے اسلام مین ہوا مکہ مین تو ابن عباس شریک واقعہ نہ تھے کیونکہ وہ تو ہجرت کے تین برس قبل پیدا ہوے۔ نہ ابوہریرہ ہی تھے کیونکہ وہ مدینہ مین مسلمان ہوے پھر حضرت فاطمہ کو پکارنا بھی مقتضی تاخیر قصہ ہے کیونکہ وہ اسوقت بہت چھوٹی تھین یا کچھ ہوش والی تھین اور اگر ابوہریرہ حاضر تھے تو ترجمہ کے مناسب یہ روایت نہین ہے کیونکہ وہ تو مدت بعد ہجرت اسلام لائے۔ اور ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ دو مرتبہ ہوا ایک ابتدائے اسلام مین کیونکہ ابولہب سے بھی خطاب ہے اور وہ قریب جنگ بدر مرا ہے۔ تو یہ روایت مراسیل صحابہ سے ہوگی۔ اور دوسری مرتبہ دوسری دفعہ ہوا جبکہ ممکن ہو دعوت حضرت فاطمہ اور شرکت ابن عباس و ابوہریرہ

اب تو کسی کو اس حدیث کے عدم صحت مین عذر نہین ہو سکتا کیونکہ راوی اسکا وہ شخص ہے جو نہ اوسوقت پیدا ہوا تھا نہ اسلام لایا تھا۔ پھر یہ روایت کیونکر صحیح ہو سکتی ہے

زرخریدار دو ہزار

جس مین اتصال ضروری ہے کہ جو شخص راوی ہو اوسکو ملاقات ہوئی ہو راوی اول سے یہان راوی اول مذاردہ ہے کیونکہ ابن عباس یا ابوہریرہ خود تو موجود نہ تھے۔ اب رہا یہ احتمال کہ دوسرے سے سنا ہو تو وہ نام مذکور نہین لہذا روایت ہی تشریف لے گئی۔

یہ پہلا نتیجہ ہے عداوت جناب امیر کا جو بخاری کو ملا کہ حضرت کی روایت صحیح موجود ہے۔ مگر حضرت سے نہ لیا حالانکہ انکے استاد امام احمد نے مسند مین لکھدیا ہے مگر انہون نے روایت لی ابن عباس و ابوہریرہ کی جنکی ولادت بھی اوس وقت نہ ہوئی تھی تو بجز ناصبیت اسکا کیا باعث ہو سکتا ہے۔

ابن حجر نے تو یہ بات تو بنا دیا کہ دو مرتبہ نزول ہوگا مگر اسکی سند نہ دی اور خود جا کر اقرار بھی کیا کہ دو مرتبہ نزول ماننا خلاف اصل ہے تو اب بتائیے ایسی بے اصل باتین کیون بنائی جاتی ہین صرف اسی لئے کہ بخاری کی پردہ داری ہوتی رہے ورنہ کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ یہ کارروائی بخاری کی عمداً نہین ہے۔

دوسرے اسمین صریح مخالفت حکم الہی لازم آتی ہے کیونکہ حکم ہے انذار عشیرہ اقربین کا اور آپ پکارتے ہین دور والون کو کیونکہ پہلے نام لیا ہے بنی فہر کا جن سے دس بارہ پشت کا فاصلہ ہے۔ پھر نام لیا ہے بنی عدی کا جن سے آٹھ نو پشت کا فاصلہ ہے۔

ابن حجر یہان تاویل کرتے ہین ومنداوہ للقبائل من قریش قبل عشیرتہ الاقربین لیکن انذار عشیرتہ ولدخول قریش کلھا فی اقاربہ ولان انذار العشیرۃ یقع بالطبع ویکون انذار غیرھم بطریق الاولی صفحہ ۳۱

یعنی حضرت نے اقرب کو چھوڑ کر دور والے قبائل کو اسلئے ندا دی کہ اپنے عشیرہ کا انذار مکرر ہو جائے اور نیز اسلئے کہ قریش کلھم حضرت کے اقارب سے ہین۔ اور اسلئے کہ انذار عشیرہ بالطبع واقع ہوتا ہے۔ اور غیر کا انذار بطریق اولی ہوتا ہے۔

جس سے یہ تو ضرور معلوم ہوا کہ حضرت کو حکم تھا۔ انذار اقربین کا۔ اور حضرت سے تعمیل کی اوسکے خلاف تو کیا کوئی مسلمان اسکو قبول کر سکتا ہے۔ یہ نتیجہ ہے تسلیم صحت بخاری کا جو حضرت کو صریح مخالف حکم خدا بناتی ہے۔ حالانکہ روایت مسند اور معالم التنزیل صاف ہے کہ حضرت نے اپنے اقربین ہی کو بلایا تھا

اگر انذار عشیرہ ابعد سے انذار عشیرہ اقرب بھی حاصل ہوتا ہے تو لازم آتا ہے کلام خدا لغو ہو جس نے انذار اقربین کا حکم دیا۔ حالانکہ عام طور سے یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو حکم عام کیلئے ہوتا ہے۔ خواص اپنے کو اوس سے بری سمجھتے ہین -

یہ طرفہ بات ہے کہ آپ کل قریش کو حضرت کے اقارب سے قرار دیتے ہین جو محض اس غرض سے دعوی کیا گیا ہے کہ خلافت پر سب کا حق مساوی ہو جاسے حالانکہ بقاعدہ سے بنی آدم اعضائے یک دیگر اند۔ کہ در آفرنیش زیکجو ہر اند۔ بھی قرابت مند ہین مگر خداوند عالم فرماتا ہے وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ پھر کیونکر کوئی کہہ سکتا ہے کہ جو قرابت بنی ہاشم کو تھی وہی بنی تیم وعدی کو تھی -

ہر شخص جو صاحب ادراک صحیح ہے سمجھ سکتا ہے کہ بخاری نے محض براہ عداوت جناب امیر یہ اس روایت کو درج کیا جو نہ حسب قواعد مقررہ اونکے صحیح ہے اور نہ فی الواقع صحیح ہے جس سے ابن حجر کو خلاف اصل دو مرتبہ نزول ماننا پڑا ایک صدر اسلام مین دوسرے بعد اسلام ابوہریرہ اس سے بڑھکر کیا قیامت ہوسکتی ہے کہ صرف روایت صحیح بخاری کی بدولت قرآن کی عظمت وجلالت مین بٹہ لگایا جاتا ہے کہ مکرر نزول اس آیہ کا مانا جاتا ہے حالانکہ قرآن مین ایک ہی جگہ یہ آیہ ہے جس سے خواہی نخواہی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ خلفا اور صحابہ نے تحریف کیا۔ کیونکہ بہت سے آیتین قرآن مین مکرر موجود ہین -اس آیہ مکرر النزول کو نکالنا ضرور تحریف صحابہ سے ہی -

پھر جو بخاری نے باب باندہا ہے باب من انتسب الی ابائہ فی الاسلام والجاهلية خود نامعقول ہے کیونکہ اگر اختلاف ہے تو اسمین کہ ازراہ مفاخرت ومشاجرت نو پشت تک انتساب جائز ہے یا نہین کیونکہ احمد وابو یعلی نے روایت کی ہے کہ جو شخص اپنی نسبت کرے اپنے آباکفار کی طرف نو پشت تک جس سے مفاخرت مقصود ہو تو وہ دسوان جہنم مین ہین مگر یہ مضمون اس عنوان سے نہین سمجھا جاتا۔ پہر ایسے باب سے کیا فائدہ جو بالکل بے علاقہ ہو۔ پھر جتنی حدیثین لکھین وہ سب اس عنوان سے خارج ہین حدیث اول مین حضرت نے فرمایا ہے کریم بن کریم ابن کریم ابن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحق بن ابراہیم دوسری حدیث مین فرمایا انا ابن عبد المطلب تیسری مین یا بنی فہر یا بنی عدی چوتھی مین بنی عبد مناف بنی عبد المطلب

صفیہ بنت عبد المطلب فاطمہ بنت محمد سے ہے۔ ان کل روایتون کو باب سے کوئی تعلق نہین۔ توکیا ایسی کتاب کسی قسم کی عزت رکھ سکتی ہے۔ اور بجز عداوت جناب امیر کیا باعث ہوسکتا ہے جو ایسی روایت لائے کہ کسی طرح صحیح نہین۔ کیونکہ مدار صحت اتصال سند پر ہے اور یہان اتصال غائب۔

اب دوسری حدیث ملاحظہ ہو کہ تفسیر سورہ شعری مین لکھتے ہین باب قولہ وانذر عشیرتک الاقربین و اخفض جناحک الی جانبک حدثنا عمر بن حفص بن غیاث قال حدثنا الاعمش قال حدثنی عمرو بن مرہ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لما نزلت وانذر عشیرتک الاقربین صعد النبیؐ علی الصفا فجعل ینادی یابنی فہر یابنی عدی لبطون من قریش حتی اجتمعوا فجعل الرجل اذا لم یستطع ان یخرج ارسل رسولاً لینظر ماھو فجاء ابو لہب و قریش فقال ارأیتکم لو اخبرتکم ان خیلا بالوادی ترید ان تغیر علیکم اکنتم مصدقی قالوا نعم ماجربنا علیک الاصدقا قال فانی لکم نذیر بین یدی عذاب شدید فقال ابو لہب تبا لک سائر الیوم الھذا جمعتنا فنزلت تبت یدا ابی لہب وتب ما اغنی عنہ مالہ وما کسب۔ حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزہری قال اخبرنی سعید بن المسیب و ابو سلمہ بن عبد الرحمان ان ابا ھریرہ قال قام رسول اللہ ؐ حین انزل اللہ وانذر عشیرتک الاقربین قال یا معشر قریش او کلمۃ نحوھا اشتروا انفسکم لا اغنی عنکم من اللہ شیئاً یا بنی عبد مناف لا اغنی عنکم من اللہ شیئاً یا عباس بن عبد المطلب لا اغنی عنک من اللہ شیئاً و یا صفیہ عمہ رسول اللہ لا اغنی عنک من اللہ شیئاً و یا فاطمہ بنت محمد سلینی ما شئت من مالی لا اغنی عنک من اللہ شیئاً تابعہ اصبغ عن ابن وھب عن یونس عن ابن شہاب صفحہ ۷۰۲ جلد ۲ صحیح بخاری۔

پہلے دونو روایتون کے اختلافات کو ملاحظہ فرمایئے (۱) روایت باب المناقب مین ہے،

کہ جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو حضرت پکارنے لگے یا بنی فہر یا بنی عدی اور اس روایت مین ہے کہ حضرت کوہ صفا پر چڑھ کر پکارنے لگے جو صریح مخالف حدیث اول ہے۔

(۲) روایت اول مین کوئی ذکر اونکے اجماع وغیرہ کا نہین ہے۔ اور یہان یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ جو نہین آسکتا تھا وہ اپنا قاصد بھیجا اور نام کسی کا نہین لیا گیا بجز ابولہب۔

(۳) روایت اول مین کوئی ذکر حضرت کے کلام یا گفتگو کرنے کا نہین ہے۔ اور یہان ابولہب کا آنا ہے اور حضرت سے وجہ ندا دریافت کرنا اور پہر سخت کلامی کرنا ابولہب کا اور نزول سورہ تبت۔

(۴) روایت اولی مین جو ابوہریرہ سے روایت ہے اوس مین فرزندان عبد مناف و عبد المطلب کے بعد حضرت صفیہ اور جناب سیدہ کا نام ہے۔ اور یہان حضرت عباس کا نام بڑہا دیا گیا۔

(۵) روایت اولی مین حضرت جناب سیدہ وصفیہ دونون سے فرماتے ہین کہ جو چاہو ہمسے مال کا مطالبہ کرو۔ یہان صرف یہ خطاب جناب سیدہ سے ہے اور حضرت صفیہ سے نہین کیا کوئی متنفس ایسی کتاب کو جس مین اسقدر اختلاف وتناقض ہو صحیح کہہ سکتا ہے۔؟ حاشا وکلا ہرگز نہین حالانکہ دونو روایتون کے راوی اول ابن عباس و ابوہریرہ ہین۔

اب اسکی شرح مین گوہر فشانی ابن حجر ملاحظہ فرمائیے صفحہ ۲۰۹ جلد ۸

هذا من مراسيل الصحابة وبذلك جزم الاسمعيلي لان اباهريرة انما اسلم بالمدينة وهذه القصة وقعت بمكة وابن عباس كان حينئذ اما لم يولد واما طفلا

یعنی یہ حدیث مراسیل صحابہ سے ہے (جسکو بلا سند بیان کرتے ہین) اسمعیلی نے اسی کیساتھ جزم کیا ہے کیونکہ ابوہریرہ اسکے بہت دنون بعد مدینہ مین اسلام لائے اور یہ قصہ مکہ مین ہوا۔ اور ابن عباس اوسوقت پیدا نہوئے تھے یا بہت بچے تھے۔

حدیث مرسل ضعیف ہی

پھر فرمایئے یہ حدیث صحیح کیونکر ہو سکتی جسکا راوی اوسوقت موجود نہو بلکہ پیدا بھی نہو۔ اور جس شخص کے ہاتھ پر کل واقعہ ہوا اور کل خدشات انجام و اوسکی روایت مطلق نہ لی جائے حالانکہ تدریب الراوی سیوطی مین ہے ضعف المرسل

حدیث ضعیف لا یحتج بہ عند جماھیر المحدثین والشافعی کما حکاہ عنہم مسلم فی صدر صحیحہ وابن عبد البر فی التمھید وحکاہ الحاکم عن ابن المسیب ومالک وکثیر من الفقہاء واصحاب الاصول ص۲۲

کہ حدیث مرسل عام طور پر ضعیف ہوتی ہے جس سے احتجاج نہین ہو سکتا۔ جمہور محدثین وشافعی کے نزدیک۔ جیسا کہ مسلم نے اپنی صحیح کے شروع مین شافعی سے نقل کیا ہے اور ابن عبد البر نے تمہید مین۔ اور حاکم نے ابن المسیب ومالک سے اور بہت سے فقہا واصحاب اصول کے نزدیک۔

افسوس کہ بخاری نے محض جوش ناصبیت مین کہ کسی طرح فضیلت و جناب امیر نہ ظاہر ہو اس طرح اپنی صحیح کو غارت کیا کہ روایت صحیح کو چھوڑ کر ہر جگہ اوس روایت کو لیا جو ضعیف ہے کیونکہ ان کل روایتون کا مدار ابن عباس پر ہے جو اوسوقت پیدا بھی نہ ہوے تھے یا ابو ہریرہ پر جو اوسوقت تک نہ اس ملک مین آئے تھے نہ مسلمان ہوے تھے پھر بتایئے بجز ناصبیت کیا باعث ہوا۔

آپنے تنقید بخاری حصہ اول و دوم مین بھی دیکھا ہو گا کہ بخاری کی یہ قدیم عادت ہے چنانچہ حدیث دوم کے راوی عائشہ ہین کہ حرب بن ہشام نے حضرت سے سوال کیا حالانکہ نہ حضرت سے عائشہ کی ملاقات ہوئی نہ اوس وقت وہ موجود تھین ملاحظہ ہو ص۴۲ اسی طرح حدیث سوم کی راوی عائشہ ہین جو اوسوقت پیدا بھی نہ ہوئی تھین نہ اسی کو بیان کیا کہ کس نے اون سے بیان کیا ملاحظہ ہو ص۴۲

ان سب کی غرض اخفاے فضائل جناب امیر ہے حالانکہ یہ کل وقایع ایسے ہین کہ جناب امیر کی شرکت اسمین یقیناً ثابت ہے مگر حضرت سے کوئی روایت نہ لی گئی بلکہ ایسے لوگون سے روایت ہے جو نہ اوسوقت پیدا ہوے تھے نہ موجود تھے۔ حالانکہ ایسی روایتین عام طور پر صحیح نہین کہلاتین بلکہ ضعیف ہوتی ہین۔

فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث مین ہے وقال النووی فی شرح المھذب المرسل لا یحتج بہ عندنا وعند جمہور المحدثین وجماعۃ من الفقہاء وجماھیر اصحاب الاصول

والنظر قال وحکاہ الحاکم ابو عبد اللہ عن سعید بن المسیب ومالک وجماعۃ اھل الحدیث والفقہاء صـ۶۵

کہا امام نووی نے کہ مرسل سے احتجاج نہیں ہوسکتا نہ ہمارے نزدیک نہ جمہور محدثین و فقہا کے نزدیک نہ جمہور اصحاب اصول ونظر کے نزدیک اور حاکم نے سعید بن المسیب و مالک و جماعت اہل حدیث وفقہا سے اسکی حکایت کی ہے۔

تو اب ایسی روایت مردود کا روایت کرنا بغیر ناصبیت کس غرض سے ہوسکتا ہے کہ فضیلت جناب امیر محو ہوجاے۔

ہان علمائے اہلسنت نے بخاری وغیرہ کی حمایت مین یہ ایجاد کیا ہے کہ صحابی اگر کوئی حدیث مرسل بیان کرے تو وہ مقبول ہے۔ غیر کی نہین۔ مگر یہ اختلاف ایسا ہے کہ آخر کہنا پڑا وغایتہ انھم غیر متفقین علی مذھب واحد کا ختلاف من بعدھم۔ فتح المغیث صـ۶۵

کہ نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ سلف بھی کسی ایک مذہب پر متفق نہین ہین۔ بلکہ اون مین بھی اختلاف ہے جیسا کہ بعد کے لوگون مین ہے وبالغ بعضھم فی التضیق فرد مراسیل الصحابۃ یعنی یہانتک مبالغہ کیا گیا ہے کہ مراسیل صحابہ کو بھی رد کردیا۔ پھر بتائیے ان مراسیل کا کیا حال ہوا۔

اصل یہ ہے کہ اہلسنت کو صرف بخاری کی وجہ سے ایسی ایسی مصیبتین پیش آئی ہین کہ اونکا کوئی علاج ہی نہین ہوسکتا۔ کیونکہ یہ تو معمولی بات ہے کہ جو راوی ایسا ہو کہ اوسوقت پیدا بھی نہو۔ اوسکے سامنے اوس واقعہ کا وجود ہی نہو۔ اوسکی روایت کیونکر قابل قبول ہوسکتی ہے۔ مگر بخاری نے چونکہ تمامتر یا زیادہ تر ایسی ہی روایتین لی ہین۔ اسلئے اہلسنت کو بڑی مشکل پیش آئی۔ اور ایسی ایسی باتین بنانے لگے کہ کوئی عاقل اوسپر توجہ نہ کرسکے حالانکہ اصلیت اوسکی یہ ہے کہ اگر کوئی حدیث مسند نہ ملے تو اوسوقت البتہ مرسل پر عمل کرسکتے ہین۔ فتح المغیث مین ہے صـ۵۵

وکونہ یعمل بالضعیف الذی یندرج فیہ المرسل فذالک اذا لم یجد فی الباب

اتفاق کسی مذہب پر نہین

وغیرہ کما تقدم۔

یعنی امام احمد حدیث ضعیف پر جسمین مرسل بھی داخل ہے۔ اوسوقت عمل کرتے تھے کہ اوس حدیث مرسل کے سوا کوئی حدیث اس باب مین نہو۔

مگر بخاری کا طرز عمل اسکے بالکل خلاف ہے کہ محض نفسانیت بلکہ عداوت جناب امیرؑ سے ادن حدیثون کو نہین لیتے جو صحیح اور متصل ہو بلکہ اونہین حدیثون کو لیتے ہین جو مرسل ہو۔ حالانکہ علماء محتاطین کا یہانتک عمل تھا کہ اگر وہ صحابی شریک واقعہ بھی نہو تو اوسکے روایت کو قابل وثوق نہ سمجھتے۔ چنانچہ اوسی فتح المغیث مین ہے ص۵۵

انہ قال فی حدیث ابی عبیدۃ بن عبد اللہ بن مسعود انہ سئل کان عبد اللہ مع النبی لیلۃ الجن قال لا۔ یعنی ابی عبیدہ نے جو عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی تو پوچھا کہ عبد اللہ حضرت کے ساتھ لیلۃ الجن تھے یا نہین۔ کہا کہ نہین۔ حالانکہ عبد اللہ بن مسعود صحابی جلیل القدر ہین اور قصہ جن قرآن سے ثابت ہے مگر صرف اسوجہ سے کہ ابن مسعود اوس وقت ساتھ نہ تھے وہ روایت منقطع قرار پائی۔ تو یہ روایتین ابن عباس و ابوہریرہ کی کب قابل قبول ہو سکتی ہین جو اوس وقت پیدا بھی نہ ہوے تھے۔

تفضیل مرسل طرہ تو یہ ہے کہ بعض علماے اہلسنت اسکے قائل ہوے کہ حدیث مرسل افضل ہے حدیث مسند سے چنانچہ فتح المغیث مین ہے ص۵۵

ثم اختلفوا اھو اعلی من المسند او دونہ او مثلہ وتظھر فائدۃ الخلاف عند التعارض والذی ذھب الیہ احمد وکثیر المالکیۃ والمحققون من الحنفیۃ کالطحاوی وابی بکر الرازی تقدیم المسند قال ابن عبد البر وشبھوا ذلک بالشھود یکون بعضھم افضل حالا من بعض واقعد واتم معرفۃ وانکان الکل عدولا جائزی الشھادۃ۔

یعنی اس مین اختلاف ہے کہ مرسل بہتر ہے مسند سے یا کم ہے یا برابر ہے۔ اور اس اختلاف کا نتیجہ تعارض کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ مذہب احمد اور اکثر مالکیہ و محققین حنفیہ

مثل طحاوی وابی بکر رازی یہ ہے کہ حدیث مسند مقدم ہے کہا ابن عبد البر نے کہ یہ مشابہ ہے گواہی سے کہ بعض گواہ کی گواہی افضل ہوتی ہے بعض سے اگرچہ سب عدول و جائز الشہادۃ ہوں۔

جس سے جہان اختلاف معلوم ہوا کہ بعض ایسے بھی عقل کے پورے ہین کہ مرسل کو ترجیح دیتے ہین وہان یہ بھی معلوم ہوا کہ محققین کا یہی مذہب ہے کہ حدیث مسند افضل ہے مرسل سے۔

تو اب کوئی امام بخاری کی روح سے سوال کرے کہ آپنے حدیث صحیح مسند ہوتے ہوے جو آپکے استاد امام احمد بن حنبل کے مسند مین موجود ہے۔کیون اوس مسند کو چھوڑا۔ اور اس مرسل کو درج صحیح کیا بجز ناصبیت کیا اور کوئی امر باعث ہوا۔

خوارج کی کارروائی بحث احتجاج حدیث مرسل مین ہے واعلی من ذلک ما رویناہ فی الحلیۃ من طریق بن مہدی عن ابن لہیعۃ انہ سمع شیخا من الخوارج یقول بعد ما تاب ان ہذہ الاحادیث دین فانظروا عمن تاخذون دینکم فانا کنا اذا ھوینا امرا صیرنا حدیثا انتہی ولذا قال شیخنا ان ہذہ واللہ قاصمۃ الظہر للمحتجین بالمرسل اذ بدعۃ الخوارج کانت فی مبدء الاسلام والصحابۃ متوافرون ثم فی عصر التابعین فمن بعدہم وھولاء کانوا اذا استحسنوا امرا جعلوہ حدیثا واشاعوہ فربما سمع الرجل الشی فحدث بہ ولم یذکر من حدثہ بہ تحسینا للظن فیحملہ عنہ غیرہ ویجی الذی یحتج بالمقاطیع فیحتج بہ مع کونہ اصلہ ما ذکرت فلا حول ولا قوۃ الا باللہ واما الالزام بتعالیق البخاری فھو قد علم شرطہ فی الرجال وتقییدہ بالصحۃ بخلاف التابعین منہ فتح المغیث

یعنی اس سے بھی بڑھکر ہمکو وہ روایت ہے جو بطریق ابن مہدی ابن لہیعہ سے مروی ہے کہ ایک شیخ خارجی کو سنا کہ وہ کہتا تھا یہ حدیثین دین ہین۔پس دیکھو کہ تم کس سے اپنا دین لیتے ہو کیونکہ ہملوگون کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی بات پسند آتی تو

اوسکو حدیث بنا دیتے ۔ اسی لیے کہا ہمارے شیخ نے کہ اس بیث نے پوری طور پر اون لوگون کی کمر توڑ دی جو حدیث مرسل کو حجت جانتے ہین کیونکہ خوارج تو زمانہ صحابہ سے چلے آتے ہین جبکہ صحابہ بکثرت تھے ۔ پھر زمانہ تابعین مین بھی اون کی کثرت تھی اور انکا قاعدہ تھا کہ جس امر کو پسند کرتے اوسکو حدیث بنا دیتے اور شایع کرتے ۔ جس سے اکثر ہوتا کہ سننے والا بوجہ حسن ظن اوسکو لیتا اور دوسرون سے بیان کرتا جسکو وہ سنکر غیرون سے بیان کرتا اور اس سے وہ لوگ استدلال کرتے جو روایت مقطوع سے استدلال کرتے ہین حالانکہ اوسکی اصلیت یہ ہوتی ہے فلا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔

رہ گیا الزام تعالیق بخاری سے تو وہ ایسے شخص ہین کہ اون کا حال شرایط رجال اور قید صحت معلوم ہے بخلاف تابعین کے ۔

اس عبارت نے جہان آپکو یہ بتایا کہ مرسل سے استدلال بالکل ناجائز ہے ۔ وہان یہ بھی معلوم ہوا کہ بخاری کی روایتین بہت اسی قسم کی ہین اور اونہین کے تعلیقات نے زیادہ یہ خرابی ڈالی ۔ کیونکہ وہ صرف اسی قسم کی روایتون ہی کو نہین درج صحیح کرتے ۔ بلکہ اون کے اکثر مشایخ وہی خوارج تھے جو اس طرح کی بیدینی پھیلاتے کہ جس قسم کی چاہتے حدیث بنا دیتے اور وہ درج صحاح ہو جائین ۔

تقریب مناوی مین ہے المتابعة من کفر ببدعته لم یحتج به بالاتفاق ومن لا یکفر قیل لا یحتج به مطلقاً وقیل یحتج به ان لم یکن ممن یستحل الکذب فی نصرة مذهبه او لاهل مذهبه وحکی عن الشافعی وقیل یحتج به ان لم یکن داعیة الی بدعته ولا یحتج به ان کان داعیة وهذا هو الاظهر الاعدل وقول الکثیر والاکثر وضعف الاول باحتجاج صاحبی الصحیحین وغیرهما بکثیر من المبتدعة غیر الدعاة ص ۱۱۹ تدریب الراوی

یعنی جو شخص بوجہ بدعت کافر ہو اوس سے بالاتفاق استدلال نہین کیا جاسکتا ۔ رہے وہ لوگ جو بوجہ بدعت کافر نہین ہوے تو اسمین اختلاف ہے بعض مطلقاً مانع ہین بعض جایز جانتے ہین بشرطیکہ اپنے مذہب یا اہل مذہب کی نصرت مین کذب کو حلال نہ جانتا ہو ۔

قول شافعی ہے بعض کہتے ہین کہ اگر وہ اپنے مذہب کا داعی ہو تو جائز ہے۔ اور اگر داعی ہو تو ناجائز۔ یہی قول اظہر و اعدل و اکثر ہے۔ مگر قول اول کہ اوس کی روایت نہ لیجاسے اسوجہ سے ضعیف کر دیا گیا ہے کہ شیخین نے صحیحین مین اکثر ایسے بدعتیون سے روایت کی ہے۔

لیجئے اس سے بھی معلوم ہوا کہ کوئی قاعدہ ہو شیخین کی وجہ سے درست نہین ہو سکتا۔ عدم قبول حدیث مرسل کا قاعدہ زیادہ تر بخاری کی وجہ سے شکست ہوا۔ بدعتیون سے روایتون کا رواج انہین لوگون سے ہوا۔ حالانکہ امام مالک نے یہ قاعدہ قایم کیا تھا کہ اہل بدعت سے روایت نہ کی جائے لان فی الروایة عنہ ترویجا لامرہ وتنویها لذکرہ ولانہ فاسق ببدعتہ وان کان متاولا یرد کالفاسق بلا تاویل تدریب الراوی صـ۱۱۹

کیونکہ اہل بدعت سے اگر روایت کی جائیگی۔ تو اس سے اوسکے امر کی ترویج ہوگی اور نیز اسوجہ سے کہ بسبب بدعت کے وہ فاسق ہے اگرچہ فاسق بالتاویل ہو تو بحکم وان جاءکم فاسق بنبا، اوسکی روایت بھی اوسی طرح نہ قبول ہوگی جس طرح فاسق بلا تاویل کی۔

آخر یہ قاعدہ بھی شیخین کی بدولت نہ رہ سکا جو آخر مین بنا تھا کہ اگر وہ بدعتی اپنے مذہب کا داعی ہو تو اوسکی روایت نہ لیجاسے کیونکہ علامہ سیوطی فرماتے ہین۔ الاول قید جماعة قبول غیر الداعیة اذا لم یرو ما یقوی بدعتہ صرح بذلک الحافظ ابو اسحق الجوزجانی شیخ ابی داؤد والنسائی فقال فی کتابہ معرفة الرجال ومنهم زائغ عن الحق ای عن السنة صادق اللهجة فلیس فیہ حیلة الا ان یوخذ من حدیثہ ما لا یکون منکرا اذا لم یقو بہ بدعتہ وبہ جزم شیخ الاسلام فی النخبة وقال فی شرحہ ما قال الجوزجانی متجہ لان العلة التی لها رد حدیث الداعیة واردة فیما اذا کان ظاهر المروی یوافق مذهب المبتدع ولو لم یکن داعیة الثانی قال العراقی اعترض علیہ بان الشیخین ایضا احتجا بالدعاة فاحتج البخاری بعمران بن حطان وهو من الدعاة واحتجا

بعبد الحمید بن عبد الرحمان الحمانی وکان داعیہ الی الارجاء واجاب بان داؤد قال لیس فی اہل الاہواء اصح حدیثا من الخوارج صـ ۱۱۹

یعنی جماعت محدثین نے جو قبول روایت اہل بدعت مین یہ قید لگائی ہے کہ وہ داعی نہو اور ایسی روایت نہ کرے جس سے اوسکے مذہب کی تقویت ہو جسکی تصریح کی ہے حافظ ابو اسحق جوزجانی نے جو شیخ ابو داؤد و نسائی ہین اور شیخ الاسلام نے بھی اسی کے ساتھ جزم کیا ہے اور کہا کہ وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ جب ایسی روایت کرے جو اوسکے مذہب کے موافق ہو تو وہ حدیث رد کردی جائیگی۔

دوسرے عراقی نے کہا کہ اسپر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ شیخین نے تو ایسے ایسے بدعتیون سے بھی روایت کی ہے جو اپنے مذہب کے داعی تھے مثل عمر بن حطان کے جو خارجیون کا داعی تھا۔ اور بخاری و مسلم نے عبد الحمید بن عبد الرحمان حمانی سے استدلال کیا ہے جو داعی مذہب ارجا تھا اور اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ داؤد کہتے ہین بدعتیون مین خارجیون سے بڑھکر کوئی صادق اللہجہ نہین ہے۔

کہئے کہان تو وہ بیان تھا کہ ایک شیخ نے خوارج سے کہا کہ ہم جب کسی امر کو پسند کرتے تو اوسکو حدیث بنا دیتے۔ اور یہان یہ کہا گیا کہ خوارج سے بڑھکر کوئی صادق اللہجہ ہی نہین۔ یہ کیون؟ صرف اسی وجہ سے کہ بخاری نے ان سے روایت کی ہے۔

اصل یہ ہے کہ انسان جسقدر صحیحین کے حالات مین غور کریگا اوسیقدر اوسکی حیرت بڑھیگی کیونکہ کوئی قاعدہ ایسا نہین رہا جسکو محدثین اہلسنت نے ترتیب دیا اور بخاری و مسلم نے اوسکو اپنے طرز عمل سے توڑ نہ دیا ہو۔ کیونکہ دو نمونہ تو آپ دیکھ چکے کہ مرسل حدیثین عام طور پر ضعیف ہوتی ہین مگر بخاری کا دار و مدار زیادہ تر مراسیل ہی پر ہے۔ اہل بدعت کی عموماً خصوصاً خوارج کی روائتین نا قابل احتجاج ہین۔ مگر بخاری نے اسقدر اون سے روائتین لین کہ آخر یہ کہنا پڑا خوارج سے بڑھکر کوئی صادق اللہجہ نہین ہوتا۔ کیونکہ ایک نہین صدہا خوارج رواۃ صحیح بخاری سے ہین جسکا مختصر ایک جدول آپکو کتاب تشفی اہلسنت و خوارج مین آسانی سے ملیگا۔

رد مذہب شیعہ

اب تیسرا قاعدہ سنیے کہ حکم ہے عام طور پر شیعون کی رواتیین قابل قبول نہین تدریب الراوی مین ہے صہ ۱۱۹

الثالث الصواب انہ لا یقبل روایۃ الرافضۃ وساب السلف کما ذکرہ المصنف فی الروضۃ فی باب القضاء فی مسائل الافتاء

کہ مذہب صحیح یہی ہے کہ رافضیون کی اور اون لوگون کی جو سلف کا سب کرتے ہین روایت نہ لینی چاہیئے۔ مگر امام مسلم نے اس قاعدہ کو توڑ دیا تدریب الراوی مین ہے قال الحاکم

وکتاب مسلم ملآن من الشیعۃ ص ۱۱۹

کہ امام حاکم کہتے ہین صحیح مسلم تو شیعہ راویون کی روایت سے بھری پڑی ہے۔ پھر بتائیے کونسا قاعدہ قرار پاسکتا ہے۔

ہان فرق ہے تو اسقدر کہ صحیح بخاری کی رواتیین تمامتر خوارج سے مملو ہین۔ جس سے آجتک صحیح بخاری کی یہ عزت کی جاتی ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب الباری کا تمغہ اوسکو ملا ہے بخلاف صحیح مسلم کہ وہ اسدرجہ پر نہین پہونچائی جاتی۔ حالانکہ اوسی تدریب مین ہے

عن ابی علی النیشاپوری شیخ الحاکم انہ قال ما تحت ادیم السماء کتاب اصح من کتاب مسلم ص ۲۶

کہ ابو علی نیشاپوری شیخ حاکم کہتے ہین آسمان کے نیچے۔ صحیح مسلم سے بڑھکر کوئی کتاب صحیح نہین ہے۔

غرض ایک ہندی مثل ہے "اونٹ رے اونٹ تیری کون کل سیدہی" بالکل صحیح بخاری پر صادق آتی ہے کہ کسی طرح نہ اس کتاب کی صحت ثابت ہوسکتی ہے نہ اس شخص کی ایمانداری بلکہ ایک اعلی درجہ کا ناصبی یا خارجی تھا جسنے عمداً ایسی رواتیین بھری ہین جس سے فضائل جناب امیر مخفی ہون۔

سیوطی نے یہان ایک مختصر فہرست دی ہے جو حسب ذیل ہے فائدہ اردت ان اسرد هنا من رمی ببدعۃ ممن اخرج لھم البخاری ومسلم او احدھما وھم (۱) ابراہیم بن طہمان (۲) ایوب بن عائذ الطائی (۳) ذر بن عبد اللہ المرھبی (۴) شبابہ

بن سوار (۵) عبد الحمید بن عبد الرحمان (۶) ابو یحیی النعمانی (۷) عبد الحمید بن عبد العزیز ابن ابی داؤد (۸) عثمان بن غیاث المصری (۹) عمر بن ذر (۱۰) عمر ابن مرہ (۱۱) محمد بن حازم (۱۲) ابو معاویہ الضریر (۱۳) ورقا بن عمر الیشکری (۱۴) یحیی بن صالح الوحاظی (۱۵) یونس بن بکیر هولاء رموا بالارجاء وهو تاخیر الحکم فی الحکم علی مرتکب الکبائر بالنار۔

(۱۶) اسحق بن سوید العدوی (۱۷) بهز بن اسد (۱۸) حریز بن عثمان (۱۹) حصین بن منیر الواسطی (قاتلان امام حسینؑ سے ہے) (۲۰) خالد بن سلمة الغافا [illegible] (۲۱) عبد اللہ بن سالم الاشعری (۲۲) قیس بن ابی حازم هولاء رموا بالنصب وهو بغض علیؑ وتقدیم غیرہ علیہ [illegible]

یہ سب ناصبی تھے جو جناب امیرؑ سے بغض رکھتے اور غیر کو جناب امیرؑ پر تفضیل دیتے۔

پھر لکھتے ہین وعکرمہ مولی بن عباس ۔ الولید بن کثیر هولاء اباضیة وهم الخوارج الذین انکروا علی علی التحکیم وتبرؤا عنه ومن عثمان وذویه وقاتلهم ص ۱۲۱

یعنی عکرمہ غلام ابن عباس اور ولید بن کثیر فرقہ اباضیہ سے ہین ۔ یہ وہ خوارج ہین جو تحکیم جناب امیرؑ کے منکر ہین اور انہون نے حضرت سے اور عثمان سے تبرا کیا اور اون سے مقاتلہ کیا ۔

پھر جب ایسے ایسے خوارج استاد بخاری ہین اور بخاری ان سے روایت کرتے ہین تو کب ممکن ہے کہ وہ اون روایتونکو لکھین جو فضائل جناب امیرؑ مین وارد ہین یہی وجہ ہے کہ بخاری نے تفسیر آیہ وانذر عشیرتک الاقربین مین اوس روایت کو نہ لیا جو صحیح اور معتمد ہے جو مسند امام احمد بن حنبل مین موجود ہے ۔ بلکہ وہ روایتین لین جو یقیناً غیر صحیح ہین کیونکہ راوی اول ابن عباس ہین جو اس واقعہ کے سات آٹھ برس بعد پیدا ہوے اور دوسرے ابوہریرہ ہین جو اسکے تیرہ چودہ برس بعد مدینہ مین آئے اور اسلام لاے پھر یہ روایت کیونکر صحیح ہوسکتی ہے۔

اسپر ابن حجر عسقلانی کا یہ احتمال پیدا کرنا کہ ممکن ہے یہ آیہ دو مرتبہ نازل ہوا کسقدر

خلاف اصل ہے کیونکہ خود فرماتے ہین لکن الاصل عدم تکرار النزول وقد صرح فی ھذہ
الروایۃ بان ذلک حین وقع نزلت -
یعنی اصل یہی ہے کہ تکرار نزول لغو ہے کیونکہ خود اس روایت مین تصریح ہے کہ یہ واقعہ اوسی
وقت کا ہے جس وقت یہ آیہ نازل ہوا -
تو پھر کونسی روایت صحیح مانی جاے - حضرتؐ کا کوہ صفا پر جاکر پکارنا جیسا کہ اس روایت مین
ہے یا پہلی روایت جس مین وہین پکارنا مذکور ہے کیونکہ اوس روایت مین بھی تو یہی
ہے کہ جب آیہ نازل ہوا تو حضرت پکارنے لگے جس سے فوریت ظاہر ہے - تو ایک
روایت ضرور غلط ہوگی -

دوسرا لطیفہ سنئے کہ ابن حجر اسکے بعد لکھتے ہین نعم وقع عند الطبرانی من
حدیث ابی امامہ قال لما نزلت وانذر عشیرتک جمع رسول اللہ بنی ھاشم
ونساءہ واھلہ فقال یا بنی ھاشم اشتروا انفسکم من النار واسعوا فی
فکاک رقابکم یا عائشہ بنت ابی بکر یا حفصہ بنت عمر یا ام سلمہ فذکر حدیثا
طویلا - فھذا ان ثبت دل علی تعدد القصۃ لان القصۃ الاولی وقعت بمکہ
لتصریحہ فی حدیث الباب انہ صعد الصفا ولم تکن عائشہ وحفصہ وام سلمہ
عندہ ومن ازواجہ بالمدینۃ فیجوز ان یکون متاخرۃ عن الاولی فیمکن ان
یحضرھا ابو ھریرہ وابن عباس ایضا وحمل قولہ لما نزلت جمع ای بعد ذلک
لان الجمع وقع علی الفور ولعلہ کان نزل اولا وانذر عشیرتک الاقربین
فجمع قریشا ثم خص کما سیاتی ثم نزل ثانیا ورھطک منھم المخلصین فخص بذلک
بنی ھاشم ونساءہ واللہ اعلم وفی ھذہ الزیادۃ تعقیب علی النووی حیث
قال فی شرح مسلم ان البخاری لم یخرجھا اعنی ورھطک منھم المخلصین
اعتمادا علی ما فی ھذہ السورۃ واغفل کونھا موجودۃ عند البخاری فی
سورۃ تبت ص ۳۰۹ جلد ۸
یعنی طبرانی نے ابی امامہ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو حضرت نے بنی ہاشم کو

اور اپنے ازداج اور اہل کو جمع کیا اور فرمایا اے بنی ہاشم تم اپنے جانون کو خدا سے خریدو اور کوشش کرو اپنی آزادی مین ۔ اے عائشہ دختر ابوبکر اے حفصہ دختر عمر اے ام سلمہ اسکے بعد طولانی حدیث کو لکھا ہے ۔

پس اگر یہ حدیث ثابت ہوجاے تو دلالت کرتا ہے تعدد قصہ پر کیونکہ قصہ اولی مکہ مین واقع ہوا جس مین اسکی تصریح ہے کہ حضرت نے اسکے بعد کوہ صفا پر جاکر آواز دی ۔ اوسوقت نہ عائشہ تھین نہ حفصہ نہ ام سلمہ کیونکہ یہ سب تو مدینہ مین حضرت کی زوجیت مین آئین پس ممکن ہے کہ یہ قصہ متاخر ہوا اور اوسوقت حضور ابوہریرہ و ابن عباس بھی ممکن ہے ۔ اور حدیث مین جو ہے کہ جب آیہ نازل ہوا تو حضرت نے سبکو جمع کیا ۔ تو مراد یہ ہے کہ اسکے بعد جمع کیا ۔ اور شاید کہ پہلے وانذر عشیرتک الاقربین تنہا نازل ہوا جسکے بعد حضرت نے قریش کو جمع کیا پھر تخصیص کی ۔ دوبارہ جب ورھطک منہم المخلصین نازل ہوا تو بنی ہاشم اور ازواج کی تخصیص کی ۔ اور اس زیادتی مین تعقیب ہے نووی پر جنھون نے شرح مسلم مین کہا کہ بخاری نے ورھطک منہم المخلصین کی روایت نہ کی ۔ یہ غلطی نووی سے اسوجہ سے ہوئی کہ صرف تفسیر سورہ شعرا پر اعتماد کیا ۔ اور اس سے غفلت ہوئی کہ سورہ تبت مین یہ آیہ موجود ہے "!

اس حدیث سے بھی گو مقصد بخاری کی تو تکمیل ہوئی کہ فضیلت و خلافت جناب امیر کو مٹا دیا ۔ مگر خلفائے ثلثہ کی خوب پردہ دری بھی ہوئی ۔ کیونکہ یہ آیہ دو مرتبہ نازل ہوا تھا ۔ مگر ایک دفعہ کا آیہ بالکل نکال دیا گیا حالانکہ صدہا آیتین مکرر قرآن مین موجود ہین ۔ مگر یہ آیت نہ رہنے پائی ۔

دوسرے یہ کہ اسکے ساتھ آیہ ورھطک منہم المخلصین بھی دوبارہ قرآن مین نازل ہوا تھا جسپر صحیح بخاری و صحیح مسلم دونون کا اتفاق ہے مگر قرآن موجود مین اسکا مطلق وجود نہین ہے ۔ تو پھر تحریف قرآن مین اہلسنت کو کیا عذر ہوسکتا ہو ۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی ان کے نزدیک کیا عظمت ہے کیونکہ تکرار نزول کی کوئی دلیل بجز اسکے نہین ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو حضرت نے ایسا کیا ۔ کیونکہ کسی کا

بیان نہین ہے کہ آیہ مذکورہ دو مرتبہ نازل ہوا۔ تو پھر ان لوگون کے ایمان کا کیا ٹھکانا جو نہ صرف روایت بخاری سے ایسی جرأت کرتے ہین اور قرآن پر الزام لگاتے ہین۔ بلکہ روایت طبرانی سے بھی یہی نتیجہ نکالتے ہین۔ تو کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے روایت طبرانی زیادہ معتمد ہے بہ نسبت مسند امام احمد بن حنبل و خصایص نسائی جو صحاح ستہ سے ہو۔

طرہ تو یہ ہے کہ ابن حجر لکھتے ہین زاد فی تفسیر تبت من روایۃ ابی اسامہ عن الاعمش بھذا السند و رھطک منھم المخلصین و صلھا الطبری من وجہ آخر عن عمرو بن مرہ انہ کان یقرءھا کذلک قال القرطبی لعل ھذہ الزیادۃ کانت قرانا فنسخت تلاوتھا۔

یعنی تفسیر تبت مین بروایت ابی اسامہ عن الاعمش بخاری نے یہ زیادہ کیا ہے اسی سند سے کہ ورھطک منھم المخلصین بھی نازل ہوا تھا جسکو طبری نے بطریق موصول یہ بھی روایت کیا ہے کہ عمرو بن مرہ اسی طرح پڑھا کرتے تھے۔ کہا قرطبی نے شاید کہ یہ زیادتی قرآن تھا جس کی تلاوت منسوخ ہو گئی۔

جس سے معلوم ہوا کہ صرف نزول ہی اس آیہ ورھطک منھم المخلصین کا نہین ہوا تھا۔ بلکہ عمرو بن مرہ اسی طرح پڑھا بھی کرتے تو اب یہ تحریف کیا باعث ہو سکتا ہی جو یہ آیہ نکالا گیا۔ کیونکہ عمرو بن مرہ تبع تابعی ہین جو اس طرح پڑھا کرتے۔ پھر اگر اسکی تلاوت منسوخ ہوتی تو کب ممکن تھا کہ وہ اسکی تلاوت کرتے۔

پھر یہ تو اور بھی غضب کی بات ہے کہ جبتک صرف ایک شخص بنی ہاشم سے اسلام لایا تھا یعنی جناب امیرؑ اوسوقت تک تو یہ آیہ منسوخ نہوا اور جب بہت سے بنی ہاشم اسلام لائے تو یہ آیہ منسوخ ہو گیا اسکو کون عاقل قبول کر سکتا ہے۔ حالانکہ ایک دوسرا اعتراض ابن حجر نے کیا ہے کہ مراد تو انذار کفار ہے۔ اور مخلصین صفت اہل ہی پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے تو اوسکا یہ جواب دیا ہے لا تمتنع عطف الخاص علی العام فقولہ وانذر عشیرتک عام فیمن امن منھم ومن لم یومن ثم عطف علیہ الرھط المخلصین تنویھا بھم وتاکیدا۔

کہ خاص کا عطف عام پر ممتنع نہین ہے۔ پس وانذر عشیرتک عام ہے مومن اور غیر مومن دونون کو اسپر عطف کیا رہطک المخلصین کو بغرض تعظیم و تاکید۔

مگر اسکی وجہ نہ بتائی کہ پہر منسوخ کیون ہوگیا جب تعداد مومنین کی زیادہ ہوئی تو اوس وقت زیادہ ضرورت تھی کہ معلوم ہو حضرت کے اقربین ایسے مخلصین تھے۔ یا اسوقت منسوخ کردینا مناسب تھا۔ اور اگر منسوخ ہوا تو پہر عمرو بن مرہ پڑہتے کیون رہے۔

ابن حجر شرح فقرہ بخاری فجعل ینادی یا بنی فہر مین لکہتے ہین ووقع عند البلاذری من وجہ اخر عن ابن عباس ابین من ہذا ولفظہ فقال یا بنی فہر فاجتمعوا ثم قال یا بنی غالب فرجع بنو محارث والحرث ابنا فہر فقال یا بنی لوی فرجع بنو الادرم بن غالب فقال یا ال کعب فرجع بنو عدی وسہم وجمح فقال یا ال کلاب فرجع بنو مخزوم وتیم فقال یا ال قصی فرجع بنو زہرۃ فقال یا ال عبد مناف فرجع بنو عبد الدار وعبد العزی فقال لہ ابو لہب ہولاء بنو عبد مناف عندک وعند الواقدی انہ قصر الدعوۃ علی بنی ہاشم والمطلب وہم یومئذ خمسۃ واربعون رجلاً وفی حدیث علی عند ابن اسحق والطبری والبیہقی فی الدلائل انہم کانوا حینئذ اربعون یزیدون رجلاً او ینقصون فیہ عمومتہ ابو طالب وحمزہ والعباس وابو لہب ولابن ابی حاتم من وجہ اخر انہم یومئذ اربعون غیر رجل او اربعون ورجل وفی حدیث علی من الزیادہ انہ صنع لہم شاۃ علی ثرید وقعب لبن وان الجمیع اکلوا من ذلک وشربوا وفضلت فضلہ وقد کان الواحد منہم یاتی علی جمیع ذلک صفحہ ۳۸۹ جلد ۸

یعنی بلاذری کی روایت ابن عباس سے دوسرے طور پر ہے جو اس سے واضح ہو کہ فرمایا حضرت نے اے بنی فہر تو سب جمع ہوے۔ پہر حضرت نے فرمایا اے بنی غالب تو اولاد فہر جو بنو محارب۔ حرث تھے سب چلے گئے۔ جب حضرت نے کہا اے بنی لوی تو بنو الادرم بن غالب چلے گئے۔ جب حضرت نے کہا یا آل کعب تو بنی عدی۔ سہم جمح چلے گئے۔ پھر حضرت نے فرمایا اے آل کلاب تو بنو مخزوم وتیم چلے گئے۔ پھر حضرت نے کہا اے آل قصی

توبنوزہرہ چلے گئے جب کہا یا آل عبد مناف تو بنو عبد الدار و بنی عبد العزی چلے گئے۔
تو ابولہب نے کہا یہ فرزندان عبد مناف تمہارے پاس ہین۔
واقدی کی روایت ہے کہ حضرت نے صرف بنی ہاشم و مطلب کی دعوت کی تھی جو اوس وقت پینتالیس آدمی تھے۔ اور روایت حضرت علیؓ مین ہے جو ابن اسحق و طبری۔ و بیہقی نے دلائل النبوۃ مین روایت کی ہے کہ وہ چالیس آدمی تھے ایک زیادہ یا کم جس مین حضرت کے کل چچا ابو طالب حمزہ عباس۔ ابولہب بھی شریک تھے روایت ابن ابی حاتم بوجہ آخریہ ہے کہ وہ چالیس آدمی تھے ایک کم یا ایک زیادہ اور دوسری زیادتی اس مین یہ ہے کہ حضرت نے اونکے لئے ایک بکری کے گوشت کا ثرید بنایا تھا اور ایک کاسہ دودہ اور سب نے کھایا اور پیا اور پہر بھی بچ رہا حالانکہ ایک ایک آدمی اسقدر کھا جاتا تھا۔

اس روایت کو دیکھئے اور شان رسالت پر غور کیجئے کہ حکم ہوتا ہے انذار عشیرہ اقربین کا جو سب سے زیادہ قریب قبیلہ ہے او حضرت پکارتے ہین سب سے زیادہ دور والے قبیلہ کو۔ حالانکہ قریش کی ابتدا بروایتے قصی سے ہے وقیل لما جمعہم قصی قیل لہم قریش تاریخ کامل صہ۱
یعنی جب قصی نے اپنی قوم کو جمع کیا تو اونکو قریش کہا گیا جس سے بنی فہر خارج ہوتے ہین کیونکہ قصی اور فہر مین ۵ پشت کا فاصلہ ہے۔ اور اگر نضر بن کنانہ سے ابتداے قریش مانی جائے وقیل ان النضر بن کنانہ کان اسمہ قریشا تاریخ کامل صہ۱ کہ نضر بن کنانہ کا نام قریش تھا۔ تو بھی ابتداے خطاب بنی فہر سے لغو ہوتا ہے کیونکہ بنو مالک و بنو النضر چھوٹ جاتے ہین تو جب معاذ اللہ حضرت کے فہم کا یہ حال تھا کہ عشیرہ اقربین سے آپ اون لوگون کو مراد لیتے ہین جن سے دس بارہ پشت کا فاصلہ ہے تو آپ بہلا مطلب کلام الہی کیا سمجھ سکتے ہین۔
اسکو بھی جانے دیجئے۔ اسکے کیا مطلب کہ خود تو پکارتے ہین یا بنی فہر اور جب وہ سب جمع ہوتے ہین تو یا بنی غالب پکارتے ہین جس سے بنی فہر چلے جاتے ہین۔ حالانکہ روایت

سابقہ مین آپ دیکھ آئے ہین کہ حضرت کی معمولی ندا نے یہ اثر کیا تھا کہ سب جھک پڑے اور جو خود نہ آسکا اوس نے اپنا سفیر بھیجا۔
حضرت کی اس ندا اور قوم کی اس توجہ پر غور کرکے فرمایئے کہ ایک ایک قوم کو پکارنا اور پھر نکالدینا کس قسم کی عقلمندی ہے اور ایسا شخص جو منصب رسالت پر فائز ہو اور قوم کو تبلیغ رسالت کیلئے جمع کرے وہ ایسا کام کرسکتا ہے جسپر قوم مضحکہ کرے اور شفیہ بنائے۔
یہی تو وجہ ہے ابولہب جو آپکا چچا تھا۔ اس ترکیب سے گھبرا گیا کہ ہمارا بھتیجا یہ کیا کر رہا ہے خود ہی پکارتا ہے اور خود ہی نکالتا ہے جسپر کہتا ہے کہ یہ فرزندان عبد مناف تو سب موجود ہین۔
خدا سمجھے ان واضعین روایت سے جنہون نے محض اخفائے فضائل جناب امیر کیلئے ایسی وضعی روائتین بنالین۔ وہ بھی اوس شخص کی زبانی جو اوسکے ساتھ آٹھ برس بعد پیدا ہوا۔
حالانکہ آخر مین خود مجبور ہو کر اقرار کرتے ہین کہ ابن اسحق طبری بیہقی۔ ابن ابی حاتم نے جناب سے روایت کی ہے کہ وہ چالیس آدمی تھے اور حضرت نے اونکے لئے ثرید اور شیر طیار کیا تھا۔
پھر اس روایت کی موجودگی اور صحت کے ساتھ بخاری یا ابن حجر کا اس روایت کو نہ لکھنا اور روایات موضوعہ ابن عباس کو درج صحیح کرنا بجز ناصبیت کس باعث سے ہوسکتا ہے حالانکہ وہ روایت جناب امیر جو خود مباشر کل امور ہین کیسی صحیح اور صریح ہے جس سے ایک طرف حضرت کی شان رسالت معلوم ہوتی ہے دوسری طرف وہ افعال حکیمانہ جو مناسب وقت اور ضرورت تھا کہ خدا نے حکم دیا انذار عشیرہ اقربین کا حضرت نے اپنے قریب ترین قبیلہ سکو جمع کیا ہے اور دعوت کی ہے اور فواید دینی و دنیوی اسکے سمجھاتے ہین۔
کہان حضرت کے یہ امور حکیمانہ اور کہان روایت بخاری کی وہ وحشیانہ حرکات کہ حکم ہوتے ہی یا صباحاہ کی آواز دی اور سب جمع ہوگئے اور پھر حضرت نے نکالنا شروع کیا جسپر ہر وہ شخص جو کچھ عقل رکھتا ہوگا مضحکہ کریگا۔

اب دوسرا لطیفہ سنئے کہ ابن حجر اسکے بعد لکھتے ہین وعند الطبری من مرسل قتادہ عن زہیر قال بلغنی انہ صلعم وضع اصابعہ فی اذنہ ورفع صوتہ وقال یا صباحاہ ص۳۸۹

یعنی حضرت نے کان مین انگلیان دیکر آواز بلند سے پکارنا شروع کیا یا صباحاہ جس سے حضرت کی شان ایک گڑریا کی قرار پاتی ہے جو لوگون کو پکارتا ہے۔

اب تیسری روایت بخاری سنئے کہ تفسیر سورہ تبت مین لکھتے ہین۔

صحیح بخاری مین ہے کتاب فضائل القرآن۔ سورہ تبت یدا ابی لہب وتب بسم اللہ الرحمان الرحیم تباب خسران تتبیب تدمیر حدثنا یوسف بن موسی حدثنا ابو اسامہ۔ حدثنا الاعمش حدثنا عمرو بن مرہ عن سعید بن جبیر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رض قال لما نزلت وانذر عشیرتک الاقربین ورھطک منہم المخلصین خرج رسول اللہ صلعم حتی صعد الصفا فھتف یا صباحاہ فقالوا من ھذا فاجتمعوا الیہ فقال لہا یتم ان اخبرتکم ان خیلا تخرج من سفح ھذا الجبل اکنتم مصدقی قالوا ما جربنا علیک کذبا قال فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید قال ابو لہب تبا لک ما جمعتنا الا لھذا ثم قام فنزلت تبت یدا ابی لھب وتب وقد تب ھکذا قرأھا الاعمش عمرو بن مرہ قولہ وتب ما اغنی عنہ مالہ وما کسب۔ حدثنا محمد بن سلام اخبرنا ابو معاویۃ حدثنا الاعمش عن عمرو بن مرہ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم خرج الی البطحاء فصعد الی الجبل فنادی یا صباحاہ فاجتمعت الیہ قریش فقال ارایتم ان حدثتکم ان العدو مصبحکم او ممسیکم اکنتم تصدقونی قالوا نعم قال فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید۔ فقال ابو لہب الھذا جمعتنا تبا لک فانزل اللہ عزوجل تبت یدا ابی لہب الی اخرھا۔ قولہ سیصلی نارا ذات لہب حدثنا عمر بن حفص حدثنا ابی حدثنا الاعمش حدثنی عمرو بن مرہ عن

سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ابو لہب تبالک الہذا جمعتنا فنزلت تبت یدا ابی لہب ۱۔ وامرأتہ حمالۃ الحطب و قال مجاھد حمالۃ الحطب تمشی بالنمیمۃ ۱ فی جیدھا حبل من مسد یقال من مسد لیف المقل وھی السلسلۃ التی فی النار ۱ ص۱۳۸

ترجمہ تو ظاہر ہے کہ جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین ورھطک منہم المخلصین نازل ہوا تو حضرت باہر آئے اور کوہ صفا پر چڑھ گئے اور آواز دی یا صباحاہ (کہ ہجوم کیا تم پر صبح ہوتے) لوگون نے کہا یہ کون ہے پھر سب جمع ہوے تو حضرت نے فرمایا کہ اگر تمکو ہم خبر دین کہ اس پہاڑ کی پشت سے لشکر آیا چاہتا ہے تو تم ہمکو صادق جانوگے۔ سب نے کہا ہمنے تم پر کذب کا تجربہ نہین کیا ہے۔ تو حضرت نے فرمایا ہم تملوگون کو ڈرانیوالے ہین عذاب شدید سے تو ابو لہب نے کہا ہلاک ہو تم کیا اسی کیلئے ہمکو جمع کیا ہے اسپر سورہ تبت نازل ہوا۔ تبت یدا ابی لہب وتب و قد تب۔ اسی طرح اعمش نے اوس روز پڑھا تھا مگر لفظ قد اب قرآن موجود مین نہین ہے)

اسی ایک روایت کو تین باب مین لکھا ہے جس سے کمال درجہ کی خوش سلیقگی بخاری کی ظاہر ہوئی کہ ایک ہی حدیث کو تین بحث مین بتکرار لکھا اور ایک باب مین تین مرتبہ۔ اور پھر پوری اور صحیح حدیث کہین نہ لکھا۔

بہر حال پہلا فائدہ تو یہ ہوا کہ قرآن مین صریحی تحریف ظاہر ہوئی کہ آیہ وانذر عشیرتک الاقربین دو مرتبہ نازل ہوا مگر قرآن مین ایک ہی جگہ ہے دوسرے یہ کہ آیہ ورہطک منہم المخلصین بھی نازل ہوا تھا جو اب موجودہ قرآن مین بالکل نہین ہے تیسرے یہ کہ وقد تب نازل ہوا تھا اب صرف تب رہ گیا۔ کیا اسپر بھی اہلسنت تحریف سے انکار کرسکتے ہین اور کوئی وجہ اسکی بتا سکتے ہین کہ ورھطک منہم المخلصین کیون نکالا گیا کیونکہ اس مین صریحی مدح بنی ہاشم تھی۔ پھر بھلا خلفائے ثلثہ کب رہنے دیتے خصوصا حضرت عثمان جو بنی امیہ سے تھے اور چند لونڈون کو بنی امیہ سے اس کام کیلئے مقرر کیا تھا۔

دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ تمام عالم کو معلوم ہوگیا بخاری کیسے ناصبی بلکہ خارجی ہین کہ محض مخفائے فضیلت جناب امیرؑ کے لئے اونھون نے یہ سامان کیا کہ ایک حدیث موضوع کو نو بلکہ دس مرتبہ لکھا تاکہ معلوم ہو یہی حدیث صحیح ہے حالانکہ اونکے سامنے حدیث صحیح مسند امام احمد بن حنبل موجود تھی اور نیز روایت ابن اسحٰق۔

طرہ تو یہ ہے کہ ابن حجر اسکی کیا خوب تاول کرتے ہین کہ ایک باب مین ایک ہی حدیث کو کیون تین مرتبہ لکھا فرماتے ہین۔ وقد قدمت ان عادة المصنف غالبا اذا کان للحدیث طرق ان لا یجمعها فی باب واحد بل یجعل لکل طریق ترجمة تلیق به وقد یترجم بما یشتمل علیه الحدیث وان لم یسقه فی ذلك الباب اکتفاء بالاشارة وهذا من ذلك صفحہ ۱۸۳ جلد ۲

یعنی عادۃ مصنف یہ ہے اکثر یہ کہ اگر حدیث کئی طریق سے آئی ہو تو اون سبکو ایک باب مین نہین لکھتے۔ بلکہ ہر طریق کیلئے ایک ترجمہ علیحدہ لکھتے ہین جو اوسکے مناسب ہو اور کبھی ایسا ترجمہ کرتے ہین جسپر حدیث شامل ہے اگرچہ اوس حدیث کو اس باب مین نہ لکھین اسلئے کہ اکتفا کرتے ہین اشارہ پر اور یہ ترجمہ اوسی قبیل سے ہے۔

اس عبارت کو دیکھکر انسان بیساختہ ہنس پڑیگا کہ آخر آپکی تصنیف کی غرض کیا ہے احادیث صحیحہ رسول کا جمع کرنا یا اپنا محدثانہ کرتب دکھانا کہ مثلاً اعمش سے یوسف بن موسی۔ اور ابو سامہ بھی راوی ہین۔ پھر محمد بن سلام اور ابو معویہ بھی اعمش سے راوی ہین پھر عمر بن حفص۔ اور حفص بن غیاث بھی اعمش سے راوی ہین۔ کیا اتنی غرض کیلئے یہ ریا ہے کہ تین یا چار باب باندھا جاے۔

جس شخص نے صحیح بخاری۔ اور رگ وید یا وجر وید کو دیکھا ہوگا وہ کہہ سکتا ہے کہ بیشک جامعین وید زیادہ عقلمند تھے بخاری سے کہ اس طرح کی خرافت وید وین مین نہین ہے جسکے لئے نہ کوئی قاعدہ ہے نہ قانون بلکہ مجذوبون کی بڑ ہے جس طرح چاہتے ہین ہانکتے ہین۔

زوجہ ابولہب کا نام اروی تھا اور لقب عورا یعنی کانی کنیت ام جمیل تھی یہ حرب بن امیہ

کی بیٹی ہے یعنی ابوسفیان کی بہن معویہ کی پھوپھی جسکی مذمت قرآن مین کی گئی ہے کہ ابولہب کی جورہ حمالۃ الحطب ہے لکڑیون کا بوجھا اوٹھانے والی اوسکی کمر مین بٹی ہوئی رسی ہے۔

مگر محبان بخاری کو یہ توصیف اوسکی ناپسند ہے لہذا یہ حدیث صحیح لاتے ہین کہ حقیقت مین وہ لکڑی کا گٹھا نہین اوٹھائے پھرتی تھی بلکہ چغلخور تھی کہ حضرت کی مذمت لوگون سے بیان کرتی۔ اور حبل من مسد مونج یا کسی ایسی ہی چیز کی رسی سے حقیقی رسی نہین مراد ہے بلکہ یہ وہ زنجیر ہے جو جہنم مین ڈالی جائیگی۔

ابن حجر یہ روایت لاتے ہین کہ جب یہ سورہ نازل ہوا تو کسی نے زوجہ ابولہب سے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے تیری ہجو کی ہے تو وہ حضرت کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ کبھی تمنے دیکھا ہے کہ ہم لکڑی کا بوجہ اوٹھاتے ہین یا ہماری کمر مین کبھی تمنے رسی دیکھی ہے۔

کہئیے یہ حمایت معویہ نہین ہے تو کیا ہے کہ صریح آیہ قرآنی کی تاویل کی گئی کہ وہ لکڑی کا بوجہ نہین اوٹھاتی تھی۔ بلکہ چغل خوری کرتی تھی اسلئے قرآن مین حمالۃ الحطب کہا گیا حالانکہ تفسیر درمنثور سیوطی مین ہے ص۹۴ جلد ۶

ان امرءۃ ابی لھب کانت تلقی فی طریق النبی الشوک فنزلت تبت یدا ابی لھب۔

کہ زوجہ ابولہب کانٹا چنکر لایا کرتی۔ اور جس راہ سے حضرت تشریف لیجایا کرتے اوس مین ڈالدیتی واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن زید وامرءتہ حمالۃ الحطب قال کانت تاتی باغصان الشوک تطرحھا باللیل فی طریق رسول اللہ صلعم۔

یعنی حمالۃ الحطب کانٹون کی ڈالیان لایا کرتی اور راہ سکورات کے وقت حضرت کے آمد و رفت کی راہ مین ڈالدیا کرتی۔

پس جبکہ متعدد روایتون سے یہ امر ثابت ہے کہ وہ ڈالیان کانٹون کی راہ مین ڈالا کرتی۔ تو پھر حمالۃ الحطب ہونے مین کیا عذر ہے جو بخاری کو حمایت معویہ حمالۃ الحطب

کی تاویل خلط ملط کرتے ہین۔ حالانکہ الفاظ قرآن ایسے صریح و صاف ہین کہ کسی تاویل کی گنجایش نہ تھی مگر بخاری صاحب کو محبت معویہ نے ایسا سرشار کر دیا کہ اوسکی تفسیر کردی۔

طرہ تو یہ ہے کہ تفسیر ابن عباس مین ہے ویقال فی عنقها رسن من لیف الذی اختنقت و ماتت منه

کہ اوسکی گردن مین لیف کی رسی تھی جس سے وہ گلا گھٹ کر مرگئی۔ مگر بخاری صاحب بحمایت معویہ اس رسن کو قیامت تک لے جاتے ہین۔

کیا اسکے بعد بھی کسی کو نا صبیت بخاری مین شبہہ ہو سکتا ہے کہ محض اخفاے فضائل بلکہ نص خلافت کے لئے اونہون نے اتنی موضوع حدیثین بھر دین۔ اور اوسکے ساتھ محض بحمایت معویہ اوسکی پھوپھی حمالۃ الحطب کیلئے نص صریح قرآن مین ایسی تحریف کی کہ حمالۃ الحطب کے معنی ہی بدل دیئے۔

حالانکہ یہ صفۃ **حمالۃ الحطب** ایسی نہی کہ نہ خود زوجہ ابولہب مین پائی جاتی تھی۔ بلکہ خلیفہ دوم اور اونکے پدر عالیقدر دونو اس صفت سے موصوف تھے چنانچہ شاہ ولی صاحب ازالۃ الخفا مین ایک طولانی روایت لکھتے ہین ص۱۳۸ مقصد دوم

قال لعن الله یوما کنت فیه والیا لابن الخطاب والله لقد رایته ورایت اباه وان علی کل واحد منهما عباءة قطرانیة موتزرا بها ما تبلغ مابعض رکبتیه وعلی عنق کل واحد منهما حزمة من حطب۔

یعنی عمرو عاص نے مسلمہ سے کہا خدا لعنت کرے اوس روز پر کہ ہم ابن خطاب کی طرف سے والی ہوں قسم بخدا ہمنے اوسکو اور اوسکے باپ کو دیکھا ہے کہ ایک پھٹی ہوئی عباے قطرانی کا لنگ باندھے ہوسے تھے جس سے گھٹنا بھی اونکا نہین چھپتا تھا اور دونون کی گردن پر لکڑی کا گٹھا تھا۔

پھر حمایت حمالۃ الحطب مین ایسی تاویل اگر بحمایت معویہ نہین ہے تو کیا ہے حالانکہ خود خلیفہ دوم خاندانی حمال الحطب تھے۔

نزول سورہ تبت۔ اب اسکے ساتھ نزول سورہ تبت کو بھی دیکھئے کہ آخر یہ نازل کب

خلیفہ دوم کا حمالۃ الحطب

ہوا کیونکہ وانذر عشیرتک الاقربین کے بعد اسکا نزول تو عقلاً بھی ناجائز ہے اور نقلاً بھی عقلاً تو اسوجہ سے کہ وہ مقام تالیف قلب کا تھا کہ حضرت اپنی نبوت کا اعلان فرما رہے ہین جو ایک ایسا امر عجیب و غریب تھا کہ عرب کا کان کبھی اس سے آشنا ہی نہوا تھا کہ عرب مین کوئی نبی ہو۔ اسلئے حضرت نے اس اہتمام سے اونکی دعوت کی اور نرم لفظونمین پیغام الٰہی کو پہونچایا کہ تنفر نہ ہونے پائے۔ ایسی حالت مین اس طرح کا سورہ آنا جسمین ایک شخص کی مذمت ہو کسدرجہ خلاف عقل ہے۔

نقلاً اسوجہ سے کہ علامہ سیوطی لباب النقول فی اسباب النزول مین لکھتے ہین ص۱۱۱ برحاشیہ جلالین دوم۔

اخرج البخاری وغیرہ عن ابن عباس قال صعد رسول اللہ ذات یوم علی الصفا فنادی یا صباحاہ فاجتمعت الیہ قریش قال ارأیتم لو اخبرتکم ان العدو مصبحکم او ممسیکم اکنتم تصدقونی قالوا بلی قال فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید فقال ابو لہب تباً لک الھذا جمعتنا فانزل اللہ تبت یدا ابی لہب الی اٰخرھا ک واخرج ابن جریر من طریق اسرائیل عن ابی اسحٰق عن رجل من ہمدان یقال لہ یزید بن زید ان امرءۃ ابی لہب کانت تلقی فی طریق النبی الشوک فنزلت تبت یدا ابی لہب وامرءتہ حمالۃ الحطب ک واخرج ابن المنذر عن عکرمہ مثلہ۔

یعنی بخاری نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت ایک روز کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور پکارا یا صباحاہ تو قریش جمع ہوے اور ابو لہب نے کہا ہلاک ہو تم کیا اسی لئے جمع کیا ہو ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ زوجہ ابو لہب حضرت کی راہ مین کانٹے وغیرہ ڈالا کرتی اوسپر یہ سورہ نازل ہوا۔

تو روایت بخاری بہرطور غلط ہوگی کیونکہ اس سے معلوم ہوا یہ واقعہ دوسرا ہے جسکو واقعہ نزول وانذر عشیرتک الاقربین سے تعلق نہین جو اشتباہ مکان ہے۔ کیونکہ حضرت تو اکثر موقع پر تبلیغ فرمایا کرتے لہذا کسی دوسرے موقع مین اس واقعہ کا پیش آنا ممکن ہے بخلاف واقعہ

وانذر عشیرتک الاقربین کے کہ اوس سے کسی قسم کا تعلق ممکن نہین ۔
اگر دوسری روایت پر نظر کیجاے ۔ تو وہ بھی ممکن ہے ۔ مگر ابو لہب کی مذمت کا تعلق اس سے
قرین قیاس ہے کہ اوس نے کوئی بے ادبی کی ہو ۔

کس وقت نازل ہوا ۔ اس روایت سے یہ تو بخوبی معلوم ہوا کہ واقعہ نزول وانذر عشیرتک
الاقربین سے اسکو تعلق نہین ہے ۔ بلکہ کوئی دوسرا موقع تھا ۔ مگر اسکا بھی پتہ ملگیا کہ وہ واقعہ
کس زمانہ کا ہے کیونکہ علامہ سیوطی تفسیر درمنثور مین لکھتے ہین صفحہ ۴۰۸ جلد ۶

واخرج ابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس قال ما کان ابو لهب الا من کفار
قریش ما هو حتی خرج من الشعب حین تمالات قریش حتی حصرونا فی
الشعب وظاهرهم فلما خرج ابو لهب من الشعب لقی هند ابنت عتبة ابن
ربیعة حین فارق قومه فقال یا بنت عتبة هل نصرت اللات والعزی
قال نعم فجزاك الله خیرا یا ابا عتبة قال ان محمدا یعدنا اشیاء لا نراها
کائنة بعد الموت فماذا یضع فی یدی ثم نفخ فی یدیه ثم قال تبا لکما ما
اری منکما شیئا مما یقول محمد فنزلت تبت یدا ابی لهب قال ابن عباس
فحصرنا فی الشعب ثلاث سنین وقطعوا عنا المیرة حتی ان الرجل لیخرج
منا بالنفقة فما یبایع حتی یرجع حتی هلك فینا من هلك ۔

یعنی ابو نعیم نے دلائل النبوۃ مین ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابو لہب بھی کفار
قریش سے تھا جیسا کہ وہ تھے یہانتک کہ شعب سے خارج ہوا جبکہ کفار قریش نے مشورہ
کرکے ہم سبکو شعب مین محصور کردیا تھا ۔ جب ابو لہب شعب سے خارج ہوا جسوقت قوم سے اوسنے
مفارقت کی تو ہند بنت ربیعہ (مادر معویہ) سے ملاقات ہوئی ابو لہب نے پوچھا کہ اے
ہند تو نے کچھ نصرت لات وعزی کی تو کہا ہان ۔ اے ابو عتبہ خدا تمہین جزاے خیر دے
تو ابو لہب نے کہا محمد ہمسے بہت سی باتون کا وعدہ کرتے ہین جسکو ہم نہین جانتے کہ بعد موت
وہ ہوا سکے بعد اوسنے اپنے دونو ہاتھون مین پھونکا اور کہا تبا لکما ۔ ہلاکت ہو تم دونو کو کہ
ہم محمد کے وعدون سے تم مین کچھ نہین پاتے اسپر سورہ تبت نازل ہوا ۔

ابن عباس کہتے ہین کہ ہمکو قریش نے تین برس تک شعب ابوطالب مین محصور رکھا اور اس طرح ہمسے خرید و فروخت بند کردیا تھا کہ کچھ مال لیکر خریدنے کو جاتے تو ہمارے ہاتھ کوئی چیز نہ بیچتے یہانتک کہ ہلاک ہو جو ہلاک ہوا۔

اس سے معلوم ہوا کہ سورہ تبت بعد محاصرہ شعب ابوطالب ہے مگر بخاری صاحب نے محض عداوت جناب امیر مین اسکو نزول و انذر عشیرتک الاقربین سے متعلق کردیا جو عقلاً و نقلاً کسی طرح ممکن نہین۔

یہ واقعہ جس طرح سیوطی نے نقل کیا ہے دلائل النبوۃ حصہ اول صفحہ ۵۹ مین بھی موجود ہے جو مطبوعہ حیدرآباد دکن ہے۔

تو اب وہی صورت ہو سکتی ہے یا تو حافظہ بخاری غلط ہے جو اونہون نے یہ جوڑ لگایا یا عمداً ایسے کارروائی کی کہ نزول سورہ تبت کو نزول وانذر عشیرتک الاقربین کے ساتھ کردیا جسکی دلیل قوی وہی ناصبیت بخاری ہے ورنہ ممکن نہ تھا کہ جس روایت کو نو دس مرتبہ وہ لکھین اوس مین کبھی اصل روایت نہ یاد پڑے۔

اب دیکھیے کہ محاصرہ شعب ابوطالب کب ہوا حضرت پر بعثت کے تین برس بعد یہ حکم نازل ہوا وانذر عشیرتک الاقربین جسپر حضرت نے سبکو جمع کیا اور دعوت دی فکان یدعو من اول ما نزلت علیہ النبوۃ ثلاث سنین مستخفیا الی ان امر بالظہور للاعلان ۱۲ طبری

کہ حضرت تین برس تک تو چپکے چپکے دعوت کرتے تھے یہانتک کہ حکم ہوا اظہار دعوت کا۔

چھٹین یا ساتوین سال حضرت حمزہ اسلام لائے فلما اسلم حمزۃ عرفت قریش ان رسول اللہ قد عزان حمزۃ سیمنعہ فکفوا عن رسول اللہ بعض ما کانوا ینالون منہ ص۲۲۴ طبری

یعنی حضرت حمزہ اسلام لائے تو قریش کو معلوم ہوا اب حضرت کی قوت بڑھ گئی حمزہ آپکی حفاظت کرینگے جس سے وہ کچھ ایذا دہی رسول اللہ صلعم سے باز آئے۔

اسکے بعد عمر بن الخطاب اسلام لائے فائتمرت بینہم ان یکتبوا بینہم کتاب

بیتھا قد دن فیہ ص۲۲۵

توقریش نے باخود ہا معاہدہ کیا کہ خاندان بنی ہاشم سے نکاح ۔ سلام ۔ کلام ۔ خرید فروخت بند کیا جاوے ۔ فلما فعلت ذلک قریش انحازت بنوہاشم وبنو المطلب الی ابی طالب فدخلوا معہ فی شعبہ واجتمعوا الیہ فی شعبہ وخرج من بنی ہاشم ابولہب عبد العزی بن عبد المطلب الی قریش وظاہرہم علیہ فاقاموا علی ذلک من امرہم سنتین او ثلثا ص۲۲۸

یعنی جب قریش نے یہ کارروائی کی تو تمامی بنی ہاشم حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور وہ انکو لیکر اپنے شعب مین داخل ہوے مگر ابولہب اون سے خارج ہوا اور قریش کے ساتھ مل گیا دو برس یا تین برس تک وہ لوگ محصور رہے ۔

جس سے معلوم ہوا کہ مفارقت ابولہب کا زمانہ اوسی وقت سے شروع ہوتا ہے جب سے وہ لوگ شعب مین محصور ہوے ۔ توکیا کوئی عاقل قبول کرسکتا ہے کہ اگر شروع ہی مین یہ سورہ نازل ہوا ہوتا تو کبھی ابولہب حضرت کے ساتھ رہتا ۔

تاریخ خمیس مین ہے وفی السنۃ السابعۃ من النبوۃ کما فی حیوۃ الحیوان او الثامنۃ منہا علی ما فی المنتقی تقاسمت قریش وتعاہدوا علی معاداۃ بنی ہاشم وبنی المطلب ص۳۳۵

یعنی ۷ھ مین یا ۸ھ مین قریش نے معاہدہ کیا اور باخودہا قسم کھائی کہ بنی ہاشم وبنی عبد المطلب سے عداوت کرین ۔ تو نزول سورہ تبت کہین جاکر ۷ھ یا ۸ھ مین ہوتا ہے ۔ مگر بخاری صاحب نے اوسکو نزول آیہ وانذر عشیرتک الاقربین کے ساتھ ملاکر ایسا غارت کیا کہ بالکل قصہ ہی غارت ہوا ۔

تفسیر کبیر ص۲۲۲ جلد ۸ مین اور بھی چند وجہین نزول کی لکھی ہین جسمین سے ایک یہ ہے کہ اطراف سے جو لوگ آتے اور حضرت کا حال ابولہب سے دریافت کرتے تو وہ کہتا ان کی باتین نہ سنو وہ ساحر ہے تو سب لوٹ جاتے ایک وفد جو آیا تو ابولہب نے سنکر کہا کہ ہم ضرور ملاقات کرینگے تو ابولہب نے کہا ہم لوگ اون کے جنون کے علاج سے عاجز آگئے ہین فتبا لہ وتعسًا یعنی وہ

ہلاک ہون اور برائی ہو۔ اوس وفد نے جاکر حضرت سے بیان کیا جس سے حضرت نہایت محزون ہوے تو اوسپر یہ سورہ نازل ہوا۔

ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ حضرت نے اوسکو دعوت اسلام دی اوسنے نہ مانا تو حضرت شبکو اوسکے گھر گئے اور نہایت فہمایش کی اور کہا اگر تو وجہ عار نہین قبول کرتا تو اسوقت قبول کرلے اور خاموش رہ اوسپر ابولہب نے کہا جبتک یہ بکری کا بچہ ایمان نہ لائیگا اوسوقت تک ہم ایمان نہ لائینگے چنانچہ حضرت کے حکم سے وہ بکری کا بچہ گویا ہوا اور اقرار رسالت کیا ابولہب نے اوسکے ہاتھ کو پکڑکر پھاڑ ڈالا اور کہا تبالك أثر فيك السحر تو ہلاک ہو جاکہ تجھپر بھی جادو کام کرگیا اوسپر بچے نے بھی کہا تبالك اسپر سورہ تبت نازل ہوا

یہ سب روایتین بتارہی ہین کہ نزول سورہ تبت بہت عرصہ کے بعد ہے کیونکہ وفود کا آنا بھی بعد شہرت ہے اور شہرت انذر عشیرتک الاقربین کے بعد عرصہ مین ہوئی۔ اسی طرح حضرت کا جاکر اوس سے قبول ایمان کی خواہش کرنا بھی عرصہ کے بعد کا واقعہ ہے پھر بخاری نے جو کل واقعات کو ایک کردیا اسکی غرض بجز اظہار ناصبیت کیا ہوسکتی ہے کہ وہ اصلی روایت کسی کو نہ معلوم ہو۔

بخاری نے بغرض حمایت معویہ جو حمالۃ الحطب کی تفسیر کی ہے اوسکی تشریح بھی تفسیر کبیر مین موجود ہے انها كانت تحمل حزمة من الشوك والحسك فتنشرها بالليل فى طريق رسول الله صلعم فان قيل انها كانت من بيت العز فكيف يقال انها حمالة الحطب قلنا لعلها كانت مع مالها خسيسة او كانت لشدة عداوتها تحمل بنفسها الشوك والحطب لاجل ان تلقيه فى طريق رسول الله صلعم ۴۹

یعنی وہ گٹھا کانٹون اور خسک کا لاکر راہ مین ڈالا کرتی اگر کوئی اعتراض کرے کہ وہ خاندان عزت سے تھی پھر کیونکر اوسکو حمالۃ الحطب کہہ سکتے ہین تو اوسکا جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ مالدار تھی مگر ممکن ہے اسکے ساتھ بخیل بھی حد درجہ ہو یا بوجہ شدت عداوت رسول اللہ خود وہ کانٹا اور لکڑی لایا کرتی ہو کہ رسول اللہ کی راہ مین ڈالدے۔

دیکھیے یہ ایمان فخر رازی ہے کہ نص صریح آیہ کی وہ اس طرح عزت کرتے ہین اور اس طرح تاویل

مگر بخاری پر خیالی عزت خاندان معویہ ایسی غالب تھی کہ کلام خدا کے جھٹھلانے کو یہ روایت گڑدی ۔ حالانکہ ہم خاندان عمر کا حال لکھ آئے ہین کہ خود عمر اور اونکے باپ لکڑی کا گٹھر سر پر لیکر آیا کرتے ۔ اور اسما بنت ابو بکر کا حال خود صحیح بخاری مین مرقوم ہے کہ وہ خرما کی گٹھیان سر پر لایا کرتی تو کیا معویہ کی پھوپھی ایسی معزز ہوسکتی ہے کہ وہ ایسا کام نہ کرے حالانکہ بخالت ابو سفیان کا حال صحیح بخاری مین موجود ہے کہ خود اوسکی زوجہ مادر معویہ نے کہا ابو سفیان بخیل ہے ۔

تفسیر حبل من مسد ہے لانہا کانت تحمل تلک الحزمۃ من الشوک وتربطہا فی جیدہا کما یفعل الحطابون والمقصود بیان خساستہا تشبیہا بہا بالحطابۃ ایذاء لہا وجہا تفسیر کبیر ص ۱۵

کہ حمالۃ الحطب زوجہ ابولہب کانٹے اور لکڑی کے گٹھا کو اپنی کمر مین باندھکر لایا کرتی تھی جیسا کہ لکڑی ہارے یا لکڑی ہاریان لایا کرتی ہین جس سے مقصود اوسکی تشبیہ ہے لکڑی ہارون کے ساتھ تاکہ اوسکے شوہر ابولہب کو ایذا ہو سکے ۔

مگر بخاری نے بحمایت معویہ اسکی بھی یہ تفسیر کردی کہ یہ امر جہنم مین ہوگا نہ دنیا تاکہ دنیاوی اعزاز اوسکا قایم رہے حالانکہ تفسیر ابو سعود مین ہے جو تفسیر کبیر پر حاشیہ پر چھپی ہے ص ۱۵

قال مرۃ الہمدانی کانت ام جمیل تاتی کل یوم باباللہ من حسک فتطرحہا علی طریق المسلمین فبینا ہی ذات لیلۃ حاملۃ حزمۃ اعیت فقعدت علی حجر لتستریح فجذبہا الملک من خلفہا فاختنقہ بحبلہا ۔

کہا مرہ ہمدانی کہ ام جمیل ہر روز کانٹے وغیرہ لاکر راہ مین مسلمین کے ڈالا کرتی ایک رات اسیطرح وہ گٹھا لا رہی تھی کہ تھک کر ایک پتھر پر بیٹھ گئی کہ استراحت کرے ۔ ایک فرشتہ نے پیچھے سے پکڑ کر کھینچا کہ اوس رسی سے اوس کا گلہ گھٹ گیا اور مر گئی ۔

یہ روایت موجود ہے مگر بخاری صاحب اس رسی کو قیامت کے روز پر لے جا رہے ہین حالانکہ قرآن مین یہ جملہ خبریہ واقع ہوا ہے کہ اوسکی حالت یہی تھی وہ بوجھ لکڑی کا لایا کرتی ۔ اوسکی کمر مین رسی مونج کی رہا کرتی ۔

ہاں فخر رازی نے اسکی بھی تصریح کر دی ہے کہ خدا نے صرف ابولہب کی زوجہ ہی کا ذکر نہیں کیا بلکہ بصفت حمالۃ الحطب تاکہ معلوم ہو وہی عورت اوسکی مخصوص مراد ہے جو اس صفت سے موصوف تھی ورنہ اوسکی دو بی بیان اور تھیں جن سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا تو اب اور بھی اچھی طرح معلوم ہوا کہ بخاری کی تاویل محض بغرض حمایت تھی جسکی پھوپھی کے یہ حالات تھے۔

ہاں فخر رازی نے ایک سوال وجواب سے اسکو بھی ظاہر کر دیا السؤال الثانی ان ذکر النساء لایلیق باھل الکرم والمروۃ فکیف یلیق ذکرھا بکلام اللہ ولاسیما امرءۃ العم الجواب لما لم یستبعد ذلک فی امرءۃ نوح وامرءۃ لوط بسبب کفر تینک المرءتین فلان لایستبعد فی امرءۃ کافرۃ زوجھا رجل کافر اولی صفحہ ۷

یعنی سوال یہ ہے کہ اہل کرم سے مستبعد ہے کہ عورتوں کا ذکر کرے خاص کر جب وہ چچا کی زوجہ ہو جواب جب خدا نے حضرت نوحؑ اور حضرت لوط کی زوجہ کا ذکر کیا حالانکہ وہ پیغمبر تھے تو اوس عورت کا کیوں نہ ذکر کیا جاے جو خود کافر ہے اور شوہر اوسکا کافر ہے۔

اور وجہ نزول سورہ تبت میں لکھ چکے ہیں کہ وفود عرب جو آیا کرتے اور حضرت کا حال دریافت کرتے تو ابولہب کہدیتا کہ وہ مجنون ہو گئے ہیں جس سے پھر کوئی حضرت کے پاس نہ آتا جب یہ سورہ نازل ہوا اور اوسکی عداوت کا حال سبکو معلوم ہو گیا۔ تو اب اسکے بیان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

پس اسی طرح اگر وہ سب نام جو حسب روایات اہلسنت سترنام منافقین کے قرآن میں نازل ہوے تھے۔ آجتک باقی تو پھر اس طرح کی تفریق اسلام میں نہ ہوتی۔ کیونکہ سورہ تبت نے بتا دیا ہے قرآن جو بغرض ہدایت خلق نازل ہوا ہے اوسنے کسی طرح اتمام حق میں کسیکی رعایت نہ کی حتی کہ خود رسول اللہ صلعم کے چچا اور پھچی کا نام نازل کیا جو آجتک قرآن مجید میں موجود ہے۔ پھر وہ عمر ابوبکر کی کیوں رعایت کرتا جو صاف صاف نہ کہتا۔ اسی لئے تو صحابہ نے اوس قرآن کو نہ لیا جو جناب امیرؑ کا جمع کیا ہوا مطابق تنزیل تھا کہ سکی تفصیل تھی۔

حالات ابولہب ۔ چونکہ یہان تذکرہ ابولہب آگیا ہے اسلیئے اسکا اجمالی حال بھی سن لینا چاہیئے کیونکہ کتب رجال مین اسکا حال کمتر ملتا ہے ۔ حضرت ہاشم چار بھائی تھے ہاشم ۔ مطلب ۔ نوفل ۔ عبدالشمس عبدالشمس مورث اعلی ہے بنی امیہ کا ۔ مگر بنی امیہ مین دو قسم ہے ایک وہ جو عبدالشمس کی اولاد سے ہے ۔ دوسرا وہ جو دوسرے امیہ کی اولاد سے ہے وہ غلام تھا ۔

حضرت ہاشم اکبر اولاد ہین ۔ مطلب اصغر اولاد ۔ بعد وفات حضرت عبدمناف سقایہ ورفادہ خانہ کعبہ کے متولی ہوے ۔ جس سے امیہ بن عبدالشمس نے حسد کیا اور کاہنہ کے فیصلہ پر امیہ پچاس اونٹ ہار کر ملک شام کی طرف دس سال کیلیئے جلاوطن ہوا ۔

حضرت ہاشم کا عقد ایک معظمہ سلمی بنت عمرو بن سعید خزرجی سے ہوا جن سے حضرت عبدالمطلب پیدا ہوے ۔ مدینہ مین کیونکہ یہی شرط قرار پائی تھی کہ ولادت مدینہ مین ہو ۔ حضرت ہاشم نے قبل ولادت ملک شام مین وفات پائی ۔

حضرت عبدالمطلب بعد ولادت سات برس تک مدینہ مین ہی رہے ایک روز وہ لڑکون کے ساتھ کھیل رہے تھے اور جب تیر بازی مین بازی جیت جاتے تو کہتے انا ابن ہاشم انا ابن سید البطحا اتفاقاً ایک شخص کا جو وہان گذر ہوا جو خاندان عبدمناف سے تھا اوسنے پوچھا تم کون ہو تو اونھون نے کہا مین فرزند ہاشم بن عبدمناف ہون وہ جب مکہ آیا تو اوسنے مطلب سے جو چھوٹے چچا تھے حضرت عبدالمطلب کے ۔ کہا کہ مینے تمھارے برادر زادہ کو مدینہ مین دیکھا ہے ۔ اوسکا وہان رہنا تو مناسب نہین مطلب نے کہا تو ہم اپنے گھر بھی نہ جائینگے جب تک اوس لڑکے کو یہان نہ لائین ۔ چنانچہ اوسی شخص کا ناو لیا جسنے خبر دی تھی اور سید ہے مدینہ آئے وہان سے اپنے بھتیجے کو لیا اور روانہ مکہ ہوے ۔

مطلب اپنے بھتیجے کو لیکر صبح کے وقت داخل مکہ ہوے تو قریش نے پوچھنا شروع کیا یہ کون ہے کہا میرا عبد ہے ۔ پھر گھر لیجا کر نہلا دہلا کر حلہ سے آراستہ کرکے شام کو باہر لائے اور کہا کہ یہ میرا بھتیجا ہے ہاشم کا بیٹا ۔ اسکے بعد جب وہ طواف کرتے تو قریش کہتے

یہ عبد المطلب ہے مطلب کا غلام کیونکہ پہلے روز مطلب نے کہا تھا یہ میرا غلام ہے۔ اسیوجہ سے عبد المطلب نام پڑا ورنہ اصلی نام شیبۃ الحمد ہے۔

کچھ دنون بعد مطلب نے وفات کی تو دوسرے چچا نوفل نے انکی جائداد کو غصب کرلیا جبیہ حضرت عبد المطلب نے تمامی رؤساء قریش سے اپیل کی مگر سب نے یہی جواب دیا "چچا بھتیجے کے معاملہ مین دخل نہین دیتے" یہ پہلا روز ہے کہ بنی ہاشم کی حق تلفی قریش نے دیکھی اور سب ساکت رہ گئے۔ کیونکہ نوفل یہان رسوخ و اقتدار رکھتا تھا۔ وہ ابھی کمسن تھے اور پھر تازہ وارد۔

تب حضرت عبد المطلب نے اپنے ماموون کو جو بنی النجار اہل مدینہ سے تھے۔ اس واقعہ کی خبر دی تو وہان سے اسی سوار کمک مین روانہ ہوے۔ عبد المطلب نے استقبال کر کے چاہا کہ پہلے گھر لے جائین مگر اونہون نے کہا جبتک ہم نوفل سے تصفیہ نہ کر لینگے گھر نہ جائینگے۔ چنانچہ سیدھے مقام حجر مین چلے آئے جہان نوفل مشایخ قریش کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اور کہا کہ ابھی تم ہمارے بھانجے کا حق دیدو۔ ورنہ ہمین فیصلہ تلوار سے کرتے ہین۔ نوفل نے اقرار کیا کہ ہم انکا حق ابھی دیتے ہین چنانچہ تمام مشایخ قریش گواہ ہوے تب وہ لوگ حضرت عبد المطلب کے گھر گئے اور تین روز مہمان رہے۔

اسوجہ سے حضرت عبد المطلب مجبور ہوے کہ بنی خزاعہ سے حلف کرین۔ کیونکہ قریش سب طرفدار نوفل ہو گئے تھے اور حضرت عبد المطلب تنہا تھے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ قریش نے حضرت عبد المطلب سے علحدگی کر لی اور وہ اپنی قوم مین بے یار و مددگار رہے حضرت عبد المطلب اپنے باپ دادا کی طرح خانہ کعبہ کے متولی تھے سقایہ و رفادہ انہین سے متعلق تھا جس سے انکی عظمت و جلالت روز بروز بڑھنے لگی اور قریش حسد کھانے لگے۔

یہانتک کہ انکو خواب ہوا چاہ زمزم کھودنے کا خود مع اپنے فرزند حرث کہ یہی ایک لڑکا تھا چاہ زمزم کھودنے لگے جب اصلی نشان ظاہر ہوا تو قریش ٹوٹ پڑے کہ یہ چاہ زمزم تو ہمارے باپ حضرت اسمعیل کا کنواں ہے اسمین ہمارا بھی حصہ ہے حضرت عبد المطلب نے انکار کیا تو وہ مخاصمت کرنے لگے آخر یہ شوری ہوا کہ کاہنہ بنی سعد کے پاس چلین جو مشارق شام مین رہتی

اوسکے فیصلہ پر فریقین راضی ہون۔

حضرت عبد المطلب چند اولاد عبد مناف کے ساتھ۔ اور قریش کے ہر ہر قبیلہ کا ایک شخص جانب شام روانہ ہوا اتفاقاً حضرت عبد المطلب کے ساتھ کا پانی ختم ہوا پیاسے مرنے لگے تو قریش سے پانی مانگا اونہون نے انکار کیا نوبت بایجا رسید کہ ہر اسیان حضرت عبد المطلب نے گڈہا کھودنا شروع کیا کہ جو مرے اوسکو دفن کرتے جائین کہ آخرمین ایک ہی شخص ایسا رہ جائے جو بلا دفن رہے جس سے معلوم ہوا قریش سے اسقدر ریاؤسی تھی کہ وہ دفن بھی نہ کرینگے۔

دوسرے روز عبد المطلب نے کہا اس طرح مرنا تو اچھا نہین چلو پانی کی تلاش مین۔ جب عبد المطلب اپنے اونٹ پر سوار ہوے تو بہان اوسکا پیر گڑا وہان سے ایک شیرین چشمہ نمودار ہوا جس سے سب سیراب ہوے۔ اصحاب عبد المطلب نے چاہا کہ جس طرح قریش نے ہمکو پانی نہین دیا اوسی طرح ہم بھی نہ دین۔ مگر عبد المطلب نے فرمایا پھر ہم مین اون مین فرق کیا رہیگا۔ اسکے بعد قریش کو اجازت دی اور اونہون نے بھی پانی پیا۔ اور کہا کہ اب کاہنہ کے یہان جانے کی ضرورت نہین جس خدا نے تمکو یہان پانی دیا اوسنے چاہ زمزم بھی دیا گھر چلو تاریخ کامل صہ جلد ۲ اسکے بعد جب دونون ہرن سونے کے نمایان ہوے جنکو جرہم دفن کر گئے تھے۔ اور پھر بارہ تلوارین اور زرہین تو پھر قریش سے مزاحمت شروع ہوئی اور نہایت دق کیا مگر آخر کو تصفیہ حسب خواہ حضرت عبد المطلب ہوا۔

اوسوقت حضرت عبد المطلب نے خدا سے دعا کی کہ اگر خداوند عالم دس فرزند ہمکو عطا کرے جو ہماری حمایت کرین تو ایک فرزند کو خدا کی راہ مین ذبح کرینگے۔ چنانچہ جب حضرت عبد اللہ پدر بزرگوار رسول اللہ صلعم متولد ہوے تو اونہون نے ذبح کرنا چاہا اسیوجہ سے رسول اللہ صلعم کو ابن الذبیحین کہتے ہین۔

حضرت عبد المطلب کے دس فرزند[1] تھے اور سات بیٹیاں۔ بیٹے۔ حارث اکبر اولاد۔ اور وہی ایک ماں سے تھے۔ ابو طالب۔ زبیر۔ عبد اللہ۔ عاتکہ۔ امیمہ۔ بیضا۔ برہ سبعہ ایک ماں سے عباس۔ ضرار ایک ماں سے حمزہ۔ مقوم۔ صفیہ ایک ماں سے۔ ابو لہب ایک ماں سے عیداق ایک ماں سے۔ معارف ابن قتیبہ ص۳

ابو لہب کا اصلی نام عبد العزی تھا اور ایک آنکھ کا کانا بعض کہتے ہین کہ بوجہ حسن و جمال وہ ابو لہب کہلاتا تھا مگر سیاق قرآن اسکو غلط بتاتا ہے۔ اسنے خانہ کعبہ کا غزال چرایا تھا جو سونے کا تھا اور ایک دانہ اسکے نکلا جسکو عدسہ کہتے ہین اوس سے قریب مکہ مرا۔ جسکی قبر اب تک موجود ہے اور جو حج کو جاتا ہے اوسپر ڈھیلا مارتا ہے فقیر بھی جب حج سے مشرف ہوا تو شریک ہوا اسکے تین بیٹے تھے۔ عتبہ۔ عتیبہ۔ معتب اور کئی بیٹیان جس مین درہ بنت ابو لہب مشہور ہے عتبہ بن ابو لہب نے حضرت رقیہ کا عقد کیا تھا جو بنت رسول اللہ کہلاتی ہین حالانکہ وہ ربیبہ ہین۔ اور عتیبہ سے ام کلثوم کا عقد ہوا مگر عتبہ اور عتیبہ دونون نے بحکم ابو لہب طلاق دیدیا جسکے بعد یکے بعد دیگرے زوجیت عثمان مین آئین حضرت نے عتیبہ کو بد دعا دی تھی کہ خدا اسپر اپنے کتے کو مسلط کرے چنانچہ ایک سفر مین شیر نے اوسکو پھاڑ ڈالا۔ اسکی اولاد دنیا مین باقی رہی چنانچہ ابراہیم بن ابی خداش والی مکہ اوسی کی اولاد سے تھا اور فضل بن عباس بن عتبہ ایک بڑا شاعر گذرا ہے۔ دوسرا عتبہ تیسرا بیٹا معتب مشرف بہ اسلام ہوا اور جنگ حنین مین دونون شریک رہے اسکی اولاد بھی دنیا مین باقی رہی۔

اسلام عثمان چونکہ حضرت رقیہ و ام کلثوم بنات رسول اللہ علی المشہور کے عقد کا ذکر یہان آگیا ہے کہ بعد طلاق عتبہ و عتیبہ ان دونون کا عقد یکے بعد دیگرے عثمان سے ہوا جس سے وہ ذوالنورین کہلاتے ہین لہذا ذکر اسلام ضروری ہے کیونکہ ابھی تک وہ کافر تھے اور اسلام نہ لائے تھے حالانکہ اشاعت اسلام کو ایک عرصہ گذر چکا تھا۔ علامہ سیوطی خصائص کبری مین لکھتے ہین صہ ۱۳۱ جلد اول

اخرج ابن عساکر عن عثمان بن عفان قال کنت رجلا مستہترا بالنساء فانی ذات لیلۃ بفناء الکعبۃ قاعد فی رھط من قریش اذا تینا فقیل لنا ان محمدا قد انکح عتبہ بن ابی لھب من رقیہ ابنتہ وکانت رقیہ ذات جمال رایع فد خلتنی الحسرۃ لم لا اکون سبقت الی ذلک فلم البث ان انصرفت الی منزلی فاصبت خالۃ لی قاعدۃ وکانت قد تکھنت عند قومھا فلما رأتنی قالت ابشر وحییت ثلاثا تترا × ثم ثلاثا و ثلاثا اخری × ثم باخری

کی ثم عشرا الا اتاک خیر وقیت شر انکحت واللہ حصانا زھرا x وانت بکر لقیت بکرا x وافیتہا بنت عظیم قدرا -

قال عثمان فعجبت من قولہا وقلت یا خالہ ما تقولین فقالت x عثمان لک الجمال ولک اللسان وھذا النبی معہ البرھان ارسلہ بحقہ الدیان وجاء التنزیل والفرقان - فاتبعہ لا تغتالک الاوثان - قلت یا خالہ انک لتذکرین شیئاً ما وقع ذکرہ ببلادنا فبینیہ لی فقالت محمد بن عبد اللہ رسول من عند اللہ جاء بتنزیل اللہ یدعو بہ الی اللہ ثم قالت مصباحہ مصباح ودینہ فلاح وامرہ نجاح وقرنہ نکاح ذلت لہ البطاح ما ینفع الصیاح لو وقع الذباح وسلت الصفاح ومدت الرماح قال ثم انصرفت ووقع کلامہا فی قلبی وجعلت افکر فیہ - وکان لی مجلس عند ابی بکر فاتیتہ فاخبرتہ بما سمعت من خالتی فقال ویحک یا عثمان انک رجل حازم ما یخفی علیک الحق من الباطل ما ھذہ الاوثان یعبدھا قومنا الیست حجارۃ صم لا تسمع ولا تبصر ولا تضر ولا تنفع قلت بلی واللہ انہا کذلک فقال فقد واللہ صدقتک خالتک ھذا رسول اللہ محمد بن عبد اللہ قد بعثہ اللہ تعالیٰ برسالتہ الی خلقہ فہل لک ان تاتیہ فتسمع منہ فقلت بلی فاتیتہ فقال یا عثمان اجب الی اللہ الی جنتہ فانی رسول اللہ الیک والی خلقہ قال فواللہ ما تمالکت حین سمعت قولہ ان اسلمت ثم لم البث ان تزوجت رقیہ فکان یقال احسن زوج رقیہ و عثمان

یعنی عثمان کہتے ہیں کہ ہم کو عورتوں کا عشق تھا ایک روز خانہ کعبہ کے پاس بیٹھے تھے کہ کسی نے کہا محمد نے اپنی بیٹی رقیہ کا عقد عتبہ بن ابو لہب سے کر دیا اس خبر نے عجب کام کیا کہ دل میں حسرت آنے لگی کہ کیوں نہیں ہمنے سبقت کی کہ یہ ہمکو ملجاتی کیونکہ رقیہ نہایت ہی حسین وجمیل تھیں - جب وہاں سے گھر آئے تو اپنی خالہ کو موجود پایا جو کاہنہ تھی - اوسنے کہا بشارت ہو اور مبارک ہو تین امر جسے تو دیکھے گا پھر تین تین دوسرا پھر ایک

دوسرا کہ وس پورا ہو جائے آیا تجھے خیر اور محفوظ رہا شر سے۔ قسم خدا کی تو نے نکاح کیا حصان درخشان سے اور تو بھی بکر ہے اور ملاقات کیا بکر سے تو اوسکو بیٹی پائیگا ایک عظیم القدر کی۔ عثمان کہتے ہین ہمکو اس قول سے تعجب ہوا اور کہا اے خالہ کیا کہتی ہو تو کہا اے عثمان تو حسین ہے اور صاحب لسان یہ نبی ہین جنکے ساتھ برہان ہے جسکو بحق ارسال کیا ہے خدا نے اور اوسکے پاس تنزیل و فرقان آیا ہے اونکی پیروی کر ایسا نہو کہ بت تجھے وہم و کہادین۔ عثمان نے کہا اے خالہ تم وہ بات کہتی ہو جسکا ذکر ہمارے شہر مین نہین ہے صاف بیان کرو تو کہا محمد بن عبد اللہ رسول خدا ہین جنکے پاس تنزیل خدا آیا اور خدا کی طرف دعوت کرتے ہین۔ پھر کہا اونکا مصباح مصباح ہے اور دین اونکا فلاح امر اونکا رستگار کہ تمام بطحا اونکا تابع ہو گا جب فوج شروع ہو گا تو چیخنا چلانا کوئی فائدہ نہ دیگا۔

خالہ تو چلی گئین مگر اونکا کلام دل مین گھر کر گیا۔ چونکہ ابوبکر کے پاس آیا جایا کرتے تو اون سے اس قصہ کو بیان کیا ابوبکر نے کہا تو مرد عاقل ہے حق و باطل تجھپر مخفی نہین ہے۔ یہ بت کیا چیز ہین جنکو ہماری قوم پوجتی ہے کیا نہین ہین پتھر گپ چپ جو نہ نفع پہونچا ئین نہ ضرر تو چلکر حضرت سے باتین سن۔ عثمان حضرت کی خدمت مین آئے تو آپنے فرمایا اے عثمان خدا کی اجابت کر اوسکے جنت کی طرف کہ ہم تیری طرف اور تمام خلق کی طرف رسول ہو کر آئے ہیں عثمان کہتے ہین اوسوقت ہمکو اپنے دلپر قابو نہ رہا اور فوراً اسلام لائے جسکے چند روز بعد رقیہ کا ہمسے نکاح ہوا جسپر لوگ کہتے کہ عثمان و رقیہ کا کیا اچھا جوڑا ہے۔

یہ واقعہ کچھ اختلاف کے ساتھ اصابہ جلد ۸ صفحہ ۱۰۶ مین بھی موجود بذکر سعدی بنت کریز خالہ عثمان

اس روایت نے بتا دیا کہ اسلام عثمان کا اصلی سبب وہی عشق نسوان ہے کہ ابتدا سے یہ حسن پرست تھے جب حال عقد رقیہ عتبہ بن ابولہب سے سنا تو اسکی حسرت ہونے لگی کہ کاش ہم ہی کو یہ دولت ملتی۔ جب گھر گئے تو آپکی خالہ نے جو کاہنہ تھین بتایا کہ حسرت نہ کر تجھے وہ دولت ملیگی اور تو کامیاب ہو گا۔ کیونکہ خود عثمان یا اوسکی خالہ اصل واقعہ سے بیخبر نہ تھی کہ گو یہ عقد ہوا ہے مگر انجام اسکا بد ہے کیونکہ عداوت ابولہب کوئی امر مخفی نہ تھا۔ عثمان کا عمر اور

رشتہ کچھ دور نہ تھا وہ بھی واقف تھے۔

اسی لئے تو حضرت نے فرمایا ہے جو صحیح بخاری کی پہلی حدیث ہے انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی فمن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او امرءۃ ینکحھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ ص۲ جلد اول

کہ اعمال کا نتیجہ مطابق نیت ہوتا ہے جو بغرض دنیا ہجرت کرتا ہے اوسکو دنیا ملتی ہے اور جو بغرض کسی عورت کے ہجرت کرتا ہے تو جس غرض سے وہ ہجرت کرتا ہے وہی اوسکا نتیجہ ہے۔ کیونکہ ابوبکر و عمر کی اصلی غرض دنیا تھی اور عثمان کی اصلی غرض نکاح رقیہ جس مین وہ کامیاب ہوے۔ ملاحظہ ہو تنقید بخاری حصہ اول صفحہ ۱

ازالۃ الخفا مین ہے گفت خدا تعالی درمیان شما پیغمبرے خواہد برانگیخت و تو در ایام حیات وزیر وے خواہی بود و بعد از وفات وے خلیفہ وے ص۴ مقصد ۲

کہ بحیرا راہب نے ابوبکر سے کہا کہ ایک پیغمبر مبعوث ہونیوالا ہے جسکا تو زندگی مین وزیر اور بعد وفات خلیفہ ہوگا جس سے معلوم ہوا کہ اسلام ابوبکر اسی طمع سے تھا۔ کیونکہ لفظ وزارت تو محشی کا افترا ہے باقی خلافت کی پیشینگوئی البتہ دکھاتی غرض ابوبکر و عمر و عثمان سب ایک ایک غرض خاص لیکر اسلام لائے تھے۔

حالات ابتدائی ابولہب۔ بہر حال یہ جملہ معترضہ تھا جس سے معلوم ہوا کہ ابولہب سے ابتدا سے وہی تعلقات تھے جو ایک خاندان مین باخود ہا ہوتی ہین۔ کیونکہ حضرت عبد المطلب مورث اعلی زندہ تھے۔ اور ابولہب بھی آپکا ایک لڑکا تھا جو آپکے ظل عاطفت مین پلا تھا اور حضرت ابھی پیدا ہوے تھے جو یتیم الاب تھے جس سے محبت خاندان فطری ہے چنانچہ مشہور ہے کہ اوسنے اپنی لونڈی کو اس خوشی مین آزاد کر دیا کہ حضرت کی خبر ولادت اوسنے دی تھی۔ اور ابولہب ہی کی لونڈی نے سب سے پہلے حضرت کو دودہ پلایا۔

ابتدائے عداوت ابولہب۔ خصایص کبری مین ہے واخرج ابن عساکر عن ابی الزناد قال اصطرع ابو طالب وابو لھب فصرع ابو لھب ابا طالب وجلس علی صدرہ فمد النبی بذوابۃ ابی لھب والنبی یومئذ غلام فقال لہ ابو لھب

انا عمك وهو عمك فلم اعنته على قال لانه احب الى منك فمن يومئذ عادى ابو لهب النبی ؐ واحتبا لهذا الكلام فى نفسه ص۸۷

کہ ایکروز حضرت ابو طالب اور ابو لہب مین کشتی ہوئی تو ابو لہب نے ابو طالب کو گرا دیا اور اونکے سینہ پر سوار ہوا حضرت نے ابو لہب کی زلفین پکڑ کر کھینچی حالانکہ حضرت ابھی لڑکے تھے۔ ابو لہب نے کہا ہم بھی تمھارے چچا وہ بھی تمھارے چچا۔ پھر تمنے اون کی کیون اعانت کی تو حضرت نے فرمایا وہ ہمکو زیادہ محبوب ہین بہ نسبت تیرے۔ اوسی وقت سے ابو لہب کو حضرت سے عداوت ہوئی اور اپنے دل مین اسکو چھپا رہا۔

مگر کتب تواریخ وسیر سے کوئی واقعہ اسکے بعد ایسا نہین معلوم ہوتا کہ ابو لہب نے اظہار عداوت کیا ہو بجز اسکے کہ حضرت رقیہ و ام کلثوم کی تزویج کے بعد اوسنے اپنے بیٹونکو مجبور کیا طلاق دینے پر۔ بلکہ اس طرح وہ حضرت سے مربوط تہا کہ آپنے دونو صاحبزادیون کا عقد اوسکے لڑکے عتبہ و عتیبہ سے کردیا چونکہ تاریخ طبری سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ ہجرت حبشہ رجب ۵ھ نبوت مین ہوا جبکہ رقیہ زوجیت عثمان مین آچکی تھین لہذا اگمان غالب ابتدائے مخالفت ابو لہب بھی اسی ۵ھ کے اوائل مین ہوگی۔

چنانچہ استیعاب مین ہے ص۷۴۷

فقال مصعب وغيره من اهل النسب كانت رقية تحت عتبه بن ابى لهب وكانت اختها ام كلثوم تحت عتيبه بن ابى لهب فلما نزلت تبت يدا ابى لهب قال لهما ابوهما ابو لهب وامهما حمالة الحطب فارقا ابنتى محمد وقال ابو لهب راسى من راسيكما حرام ان لم تفارقا ابنتى محمد ففارقاهما قال ابن شهاب فتزوج عثمان رقيه بمكة وهاجرت معه الى ارض الحبشه۔

یعنی رقیہ کا پہلا عقد عتبہ بن ابو لہب سے ہوا تھا اور ام کلثوم کا عتیبہ سے جب سورہ تبت نازل ہوا تو ابو لہب اور حمالۃ الحطب نے کہا کہ دختران محمد کو تم دونو طلاق دیدو اوسکے بعد عثمان کا نکاح ہوا رقیہ سے اور حبشہ کی طرف ہجرت کیا۔

توبہر طور روایت صحیح بخاری غلط ہوئی جسمین بعد نزول وانذر عشیرتک الاقربین وہ کلام

ابولہب مذکور ہے اور اوسپر سورہ تبت کا نازل ہونا۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت رقیہ اور ام کلثوم خود رسول اللہ کی صلبی بیٹی نہ تھین۔ کیونکہ نہایت مستبعد ہے کہ حضرت اپنی بیٹی کا عقد کسی کافر سے کرین طرہ تو یہ ہے کہ روایات اہلسنت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رقیہ چھوٹی تھین جناب سیدہ سے چنانچہ استیعاب مین ہے

رقیہ بنت رسول اللہ صلعم امها خدیجہ بنت خویلد وقد تقدم ذکرها زعم الزبیر وعمہ مصعب انها کانت اصغر بنات رسول اللہ صلعم وابا ہ صحح الجرجانی النسابہ

پھر تذکرہ حضرت خدیجہ مین ہے وقال الزبیر ولد لرسول اللہ القاسم وهو اکبر لدہ ثم زینب ثم عبد اللہ وکان یقال له الطیب ویقال له الطاهر ولد بعد النبوۃ ثم ام کلثوم ثم فاطمۃ ثم رقیہ هکذا الاول فالاول صفحہ ۷۳۹

پھر لکھتے ہین وقال ابن کلبی زینب ثم القاسم ثم ام کلثوم ثم فاطمۃ ثم رقیہ ثم عبد اللہ وکان یقال له الطیب والطاهر قال وهذا هو الصحیح وغیرہ تخلیط صفحہ ۷۳۹

یہ سب روایتین جو بسند صحیح اہلسنت کے یہان موجود ہین بتا رہی ہین کہ حضرت رقیہ چھوٹی تھین جناب سیدہؑ سے پھر کون عاقل قبول کرسکتا ہے کہ حضرت نے چھوٹی لڑکی کے لیے تو یہ انتظام کیا کہ اونکا عقد ایک کافر کے ساتھ ابتداے اسلام مین کردیا اور بڑی لڑکی یعنی جناب سیدہ کیلئے یہ انتظار کیا کہ مدینہ جا کر سات برس بعد جناب امیرؑ سے کرین۔ لہذا اقرین قیاس یہی ہے کہ زینب رقیہ ام کلثوم یہ تینون بیٹیان خود حضرت کی نہ تھین۔ بلکہ یا حضرت خدیجہ کی بہن ہالہ کی بیٹیان تھین یا حضرت خدیجہ کی شوہر اول سے جسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ معارف ابن قتیبہ مین ہے صفحہ ۴۳

وکانت خدیجہ عند عتیق بن عائذ المخزومی فولدت له جاریۃ وتزوجها بعدہ ابو هالۃ نباش بن زرارۃ الاسیدی تمیمی من بنی حبیب بن جروۃ ومات بمکۃ فی الجاهلیۃ وکانت ولدت له هند ابن ابی هالۃ فتزوجها رسول اللہ ولم ینکح علیها امرءۃ حتی ماتت وکان ابنها هندا فکان ربیب

وكان يقول هند انا اكرم الناس اباً و اماً و اخاً و اختاً ابي رسول الله و امي خديجه و اختي فاطمة و اخي القاسم

یعنی حضرت خدیجہ کا عقد پہلے عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوا جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ پھر ابو ہالہ بناش بن زرارہ اسیدی تمیمی سے نکاح ہوا جس سے ہند بن ابی ہالہ پیدا ہوا بعدہ رسول اللہؐ سے عقد کیا اور ہند آپکے ربیب تھے جسپر وہ کہتے کہ مین سب سے افضل ہون از راہ باپ۔ مان۔ بھائی۔ بہن۔ کیونکہ باپ میرے رسول اللہ ہین۔ مان میری خدیجہ ہین۔ بھائی میرے قاسم ہین۔ بہن میری فاطمہ زہرا ہین۔

اس سے تین بات معلوم ہوئی ایک لڑکی اور لڑکے کا شوہر اول و دوم سے حضرت خدیجہ کے پیدا ہونا۔ دوسری ہند ربیب کا حضرت کو باپ کہنا جو عام دستور کے مطابق تھا کہ ربیب اپنی مان کے شوہر کو باپ ہی کہتا۔ تیسری یہ کہ اوس نے بہن مین صرف جناب سیدہؑ کا نام لیا ہے نہ زینب کا نہ رقیہ کا نہ ام کلثوم کا جس سے اچھی طرح معلوم ہوا کہ وہ اولاد حضرت خدیجہ سے بھی نہ تھین چہ جائیکہ اولاد رسول اللہؐ سے ہون۔

اصابہ مین ایک قول یہ بھی ہے کہ پہلے ابو ہالہ سے عقد ہوا اوسکے بعد عتیق بن عائذ مخزومی سے مگر یہ بہر طور ثابت ہوا کہ بنا بر روایت اہلسنت حضرت خدیجہ کے دو شوہر اور ہوے جن سے اولاد بھی ہوئی تو اب اس مین کیا عذر ہو سکتا ہے کہ یہ سب بیٹیان خود حضرت سے نہ تھین بلکہ یا بہن کی بیٹیان ہین یا شوہر اول سے۔

اصابہ جلد ۴ صـ۳۰۴ مین ہے وتزوجها عتبه بن ابي لهب قبل النبوة فلما بعث قال ابولهب راسي من راسك حرام۔

یعنی عتبہ کا عقد رقیہ سے قبل نبوت ہوا تھا تو اور بھی ثابت ہوا کہ یا ربیبہ تھین یا حضرت خدیجہ کے بہن کی بیٹی تھین۔ کیونکہ تمامی مورخین و محدثین کا اجماع ہے کہ حضرت کا جب عقد حضرت خدیجہ سے ہوا ہے تو اوسوقت حضرت کا سن مبارک ۲۵ برس تھا اور بوقت بعثت چالیس برس پس اگر اس پندرہ برس کی مدت مین قاسم۔ طیب۔ عبداللہ۔ زینب۔ رقیہ۔ ام کلثوم۔ فاطمہ زہراؑ کی ولادت مانی جاے تو اولاً گرچہ ممکن ہے مگر بالکل خلاف قیاس ہے۔ کیونکہ

حضرت خدیجہ کا سن چالیس برس کا ہو چکا تھا جسکے بعد معمولاً ولادت کم ہوتی ہے ثانیاً بفرض تسلیم امکان ولادت دس برس کے اندر سب کا متولد ہونا اور بالغ ہوجانا محال ہے حالانکہ روایات اہلسنت سے ثابت ہے کہ سبکا عقد قبل از بعثت ہو چکا تھا۔

چنانچہ رقیہ زوجہ عثمان کی نسبت تو ابھی اصابہ کی تصریح مذکور ہوئی۔ وتزوجها عتبه قبل النبوة۔ اسی طرح ام کلثوم کا عقد عتیبہ بن ابولہب سے قبل نبوت ہے کیونکہ ابولہب نے دونوں کو ساتھ طلاق دلوایا ہے۔

اسی طرح حضرت زینب جو سب سے بڑی بیٹی تھین اونکا عقد بھی قبل از نبوت ہی ہوا۔ اصابہ مین ہے صـ۳۱۲ هي اكبر بناته واول من تزوج منهن ولدت قبل البعثة بمدة قيل انها عشر سنين۔

کہ زینب سب سے بڑی بیٹی حضرت کی ہین اور سب سے پہلے انکی شادی ہوئی جو قبل بعثت پیدا ہوئی تھین۔

تو اب بتایئے کہ اگر ان سب کو تم دختران رسول اللہ فرض کرو تو کل پندرہ برس کی مدت ہین کیونکر پیدا بھی ہوئین اور بالغہ بھی کہ سبکی شادی ہو گئی۔

طرہ تو یہ ہے کہ محدثین اہلسنت نے اسکی بھی تصریح کر دی ہے کہ حضرت تیس برس کے تھے تو زینب پیدا ہوئین اور تینتیس ۳۳ برس کے تھے تو رقیہ پیدا ہوئین اصابہ صـ۱۷۸

پھر بتایئے یہ سب قبل بعثت بالغہ کیونکر ہو گئین کہ سبکا عقد بھی ہو گیا۔

استیعاب مین ہے صـ۷۹۳ جلد ۲

ام كلثوم بنت رسول الله امها خديجة بنت خويلد ولدتها قبل فاطمة رض وقبل رقية فيما ذكره مصعب وخالفه اكثر اهل العلم بالانساب والاخبار في ذلك وتابعه قوم والاختلاف في الصغرى من بنات رسول الله كثير والاختلاف في الكبرى منهن ايضا والصحيح ان الكبرى زينب وقد تقدم في ابوابهن ما يغني عن اعادته هنا وبالله التوفيق ولم يختلفوا ان عثمان رض انما تزوج ام كلثوم بعد رقية وفي هذا تصحيح على ما قاله الذين خالفوا مصعباً في ذلك لان المعهود تزويج الكبرى قبل الصغرى والله اعلم۔

یعنی ام کلثوم بنت رسول اللہ ص کی مادر گرامی حضرت خدیجہ ہین حضرت فاطمہ اور رقیہ کے پہلے پیدا ہوئین۔ مگر اہل نسب نے اس سے مخالفت کی ہے اور اختلاف اصغر بنات رسول اللہ ص مین زیادہ ہے اور بڑی مین کم اور صحیح یہ ہے کہ حضرت زینب سب سے بڑی ہین اور سبکا حال مذکور ہو چکا ہے اور اس مین کسی کو اختلاف نہین ہے کہ عثمان کا عقد بعد رقیہ ام کلثوم سے ہوا جو اس بات کی دلیل ہے کہ رقیہ بڑی تھین۔ کیونکہ متعارف یہی ہے کہ بڑی کا عقد چھوٹی سے پہلے ہوتا ہے۔

جس سے اسکا تو ضرور پتہ چلا کہ رقیہ بڑی تھین ام کلثوم سے مگر اوسکے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ قبل از بعثت یہ دونو بھی بالغہ تھین جنکا عقد عتبہ و عتیبہ سے ہو چکا تھا اور ایک ہی ساتھ دونو کو طلاق دیا گیا جو یکے بعد دیگرے زوجیت عثمان مین آئین۔ تو اب کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ کم دس برس کے زمانہ مین تین لڑکیان پیدا بھی ہوئین اور بالغہ بھی ہوئین کہ ایک چھوڑ کر دو دو عقد ہوا۔

ان اختلافات پر نظر کرکے ہر صاحب عقل سلیم حکم لگائیگا کہ درحقیقت یہ بنات رسول اللہ ص تھین بلکہ ربیبہ تھین جنکی پرورش پرداخت حضرت مثل اپنی لڑکیون کے کرتے اسوجہ سے عوام مین مشہور ہوا کہ یہ حضرت کی صاحبزادی تھین حالانکہ حضرت کی دختر صلبی نہ تھین۔

چنانچہ علامہ محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی اپنی کتاب مناقب آل ابی طالب مین لکھتے ہین جو کتب شیعہ سے ہے۔

وروی احمد البلاذری وابو القاسم الکوفی فی کتابیہما والمرتضی فی الشافی وابو جعفر فی التلخیص ان النبی ص تزوج بہا وکانت عذراء یولد ذلک ماذکر فی کتابی الانوار والبدع ان رقیۃ وزینب کانت ابنتی ھالہ اخت خدیجہ ص۸۷ مطبوعہ بمبئی

یعنی احمد بلاذری اور ابو القاسم کوفی نے اپنی کتابون مین روایت کی ہے اور جناب سید مرتضی علم الہدی نے شافی مین و ابو جعفر نے تلخیص مین۔ کہ جب حضرت نے خدیجہ سے عقد کیا ہے تو وہ باکرہ تھین۔ (کسی کے عقد مین نہین آئی تھین) اور اسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ

کتاب الانوار والبدع مین ہے کہ رقیہ اور زینب دونو بیٹی تھین ہالہ کی جو حضرت خدیجہ کی بہن تھین ۔

اب تو بالکل مطلع صاف ہوگیا کہ رقیہ و زینب حضرت کی بیٹی ہی نہ تھین بلکہ ہالہ خواہر حضرت خدیجہ کی بیٹی تھین ۔ مگر اہلسنت نے محض بہوا خواہی خلیفہ سوم اونکو دختر رسول اللہ بنایا جس سے وہ ایسی مصیبت مین مبتلا ہوے کہ کسی طرح اس جھوٹھ کو سچ نہ کر سکے ۔ کیونکہ اس دعوی سے وہ اسقدر اختلافات مین مبتلا ہوتے ہین کہ کسی طرح بھی نہین معلوم ہوسکتا کہ کون بڑی تھی کون چھوٹی ۔

آپ اس مختصر فیصلہ روایت شیعہ سے ضرور حیران ہونگے کہ جس امر مین اہلسنت کے اسقدر اختلاف ہو اوسکا اسقدر آسان فیصلہ کیونکر ہوسکتا ہے مگر آپ واقف ہین کہ حق نہایت مختصر اور صاف ہوتا ہے ۔ طوالت فضول تو صرف لغویات اور مصنوعی جھوٹھی باتون مین ہوتی ہے کیونکہ آپنے دیکھ لیا جو بیانات اہلسنت ہین اون مین کسی طرح تطابق ممکن نہین ۔

اب ایک مختصر سا تماشا اور دیکھ لیجئے کہ جس رسول پر آپنے کلمہ گویون کا ایمان ہے اوسکے صرف تعداد اولاد مین اہلسنت کے یہان کسقدر اختلاف ہے شیخ عبد الحق دہلوی مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۳۳ مین لکھتے ہین ۔

اختلاف تعداد اولاد

بدانکہ مجملہ آنچہ اتفاق کردہ شدہ است بر ایشان شش اند دو پسر قاسم و ابراہیم و چہار دختر زینب و رقیہ و ام کلثوم و فاطمہ و در غیر ایشان اختلاف است و بعض طیب و طاہر نیز شمردہ اند پس جملہ ہشت باشند چہار ذکور و چہار اناث و بعضے میگویند کہ غیر ابراہیم و قاسم عبد اللہ است کہ بمکہ مطیبہ صغیر از عالم رفت و طیب و طاہر لقب او است بجہت تولد او در عہد اسلام و اکثر اہل علم انساب برین اند و دار قطنی گفت این قول اثبت است پس مجموع ہفت باشند سہ ذکور و چہار اناث آنچہ مشہور است درین مقام و بر زبانہا میگردد این کلام است و در مواہب لدنیہ از دار قطنی حکایت کردہ کہ طیب و طاہر غیر عبد اللہ اند ۔ پس ذکور پنج تن و مجموع نہ و از بعضے مردم نقل کردہ شدہ است کہ طیب و مطیب از یک شکم مولود شدند و طاہر و مطہر از یک شکم دیگر ذکر کردہ است این قول را صاحب صفوہ پس ہمہ یازدہ باشند و از بعض نقل کردہ کہ زائدہ شد برای آنحضرت پیش از بعثت پسرے کہ نام کرد او را عبد مناف پس مجموع دوازدہ تن باشند کہ ہم زائدہ شدہ اند در اسلام غیر عبد مناف و گفتہ است

ابن اسحٰق کہ زائیدہ شدہ اند غیر ابراہیم پیش از اسلام و وفات یافتند در حالت ارضاع وگذشت از قول غیر او کہ عبد اللہ بعد از نبوت مولود شدہ و ازیں جہت نامیدہ شد طیب و طاہر پس حاصل شد از جمیع اقوال ہشت ذکور کہ از انجملہ متفق علیہ قاسم و ابراہیم و شش مختلف فیہ عبد مناف و عبد اللہ و طیب و مطیب و طاہر و مطہر و اصح آنست کہ سہ ذکور قاسم و ابراہیم و عبد اللہ و چہار اناث و ہمہ اولاد خدیجہ بنت خویلد اند غیر ابراہیم و ذکر ھذا الکل فی المواھب ولا یخلوا عن غرابۃ۔

پس جب نفس تعداد اولاد مین اسقدر اختلاف ہے تو کون عاقل انکی تحقیقات اور بیان پر اعتماد کر سکتا ہے کہ محض عالم بننے کیلئے یہ سب اختراعات کئے ہین۔ اور اس سے بھی شرم نہ کیا کہ حضرت کی ایک اولاد کا نام عبد مناف بتایا اور کہا کہ یہ قبل از نبوت پیدا ہوے تھے جس سے معلوم ہو کہ حضرت قبل از نبوت بطریق کفار تھے اعاذنا اللہ من ھذہ العقائد الفاسد اب ایک دوسری نظیر ان کی تحقیقات کی ملاحظہ ہو اصابہ جلد ۴ مین ہے ص۳۲

برکۃ بنت النبی ذکرھا بعض من جمع رجال العمدۃ للحافظ عبد الغنی فاورد فی الکتاب شیئاً من الترجمۃ النبویۃ ثم قال فولدت لہ خدیجۃ القاسم ثم برکۃ ثم زینب ثم رقیۃ ثم فاطمۃ ثم ام کلثوم۔ یعنی حضرت کی ایک بیٹی کا نام برکۃ ہے جسکو جامعین رجال عمدہ حافظ عبد الغنی نے ذکر کیا ہے کیونکہ کچھ حال حضرت کا بھی اوس مین ذکر کیا ہے جس مین کہا کہ حضرت خدیجہ سے پہلے قاسم پیدا ہوے پھر برکۃ پھر زینب پھر رقیہ پھر ام کلثوم مگر آگے چلکر اسی صفحہ مین لکھتے ہین نقلت فی القسم الثانی ثم ظھر لی انہ غلط نشاء عن تحریف و ذلک ان برکۃ مولاۃ النبی کانت تربی اولادہ من خدیجۃ فلما ولد القاسم خدمتہ برکۃ فکانہ کان فی الذی نقل منہ ھذا المصنف کذلک فحرفت علیہ الکلمۃ حتی ظنہ اشقیقتہ برکۃ واللہ اعلم ص۳۳

کہ ہم قسم دوم مین برکۃ کو دختر نبی لکھ آئے ہین۔ مگر بعد اوسکے ظاہر ہوا کہ یہ غلطی ہے جو تحریف سے پیدا ہوئی کیونکہ برکۃ لونڈی تھی حضرت کی جو آپکی اولاد کی حضرت خدیجہ سے خدمت کیا کرتی۔ جب قاسم پیدا ہوے تو یہ اونکی بھی خدمت کرتی۔ تو معلوم ہوا کہ اصل کتاب مین اس طرح تھا جب اوس سے نقل کیا تو اوس مین یہ تحریف ہو گئی جس سے اوسنے سمجھا کہ برکہ خواہر قاسم ہے۔

پھر جن حضرات کے تحقیقات کی یہ حالت ہو اونکے بیان پر کب اعتماد ہو سکتا ہے حالانکہ یہان تو ضرورت موجود ہے کہ عثمان کو کسی طرح مسلمان و مومن ثابت کرین اور ایسی فضیلت بیان کرین حالانکہ اونکے سامنے قرآن موجود ہے جس مین بالخصوص ایسے ہی مکذوبات و افترائات کی ردمین قصہ آسیہ زن فرعون اور قصہ زوجہ حضرت نوحؑ و لوطؑ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی زوجہ کے مومن ہونے سے شوہر کو مومن نہ سمجھے اور زوجہ کے کافرہ ہونے سے شوہر کو کافر نہ سمجھے۔

پھر اس سے عثمان کو فضیلت ہی کیا ملی جب یہی دونو معظمہ زوجیت عتبہ و عتیبہ مین آچکی تھین جسکے بعد اونکا عقد عثمان سے ہوا۔

غرض ہماری تحقیقات کی صرف اسقدر تھی کہ دیکھین یہ دونو معظمہ زوجہ عثمان بنت رسول اللہ ہین یا نہین جو نہایت واضح طور سے معلوم ہوا کہ دختر رسول اللہ نہین ہین بلکہ حضرت کی ربیبہ ہین جو حضرت خدیجہ کی بہن کی بیٹی ہین۔

احوال رقیہ و ام کلثوم اب مین کچھ بقیہ حالات حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم بیان کرتا ہون جس سے اور بھی علمائے اہلسنت کی تحقیقات کا حال معلوم ہو کیونکہ مدارج النبوۃ مین ہے وذکر کردہ است دولابی کہ تزوج عثمان برقیہ در جاہلیت بود وذکر کردہ غیر وی کہ بعد از اسلام بود صفحہ ۷۱۸ پس جنکی تحقیقات کا یہ حال ہو کہ قبل از اسلام چاہتے ہین رقیہ کو زوجہ عثمان بنا دین وہ اگر انکو بنت رسول اللہ کہدین تو کیا تعجب ہے حالانکہ اجماعیات اہلسنت سے ہے کہ پہلے وہ زوجہ عتبہ بن ابو لہب تھین۔ تو کیا ممکن ہے کہ وہ زوجہ عثمان بھی ہون؟ مگر اس سے یہ تو ضرور ثابت ہوا کہ وہ بالغہ ہون۔ پھر دختر رسول کیونکر ہو سکتی ہین۔

ہجرت حضرت رقیہ اصابہ مین ہے واخرج ابن مندہ باسناد واہ عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن اسماء بنت ابی بکر قالت کنت احمل الطعام الی ابی وھو مع رسول اللہ بالغار فاستاذنہ عثمان فی الھجرۃ فاذن لہ بالھجرۃ الی حبشۃ فحملت الطعام فقال لی مافعل عثمان ورقیۃ قلت قد سارا فالتفت الی ابی بکر فقال والذی نفسی بیدہ انہ اول من ھاجر بعد ابراھیم ولوط صفحہ ۲۰۰

یعنی اسماء بنت ابی بکر بیان کرتی ہین کہ ہم کھانا لیجاتے تھے ابو بکر کیلئے اور وہ حضرتؐ کے ساتھ

تھے غار مین تو عثمان نے اذن طلب کی کہ حبشہ کی طرف ہجرت کرین حضرت نے اجازت دی۔ ہم جو کھانا لیکر گئے تو حضرت نے پوچھا عثمان و رقیہ کیا ہوے ہمنے کہا کہ وہ حبشہ کی طرف گئے تو حضرت نے ابوبکر سے کہا قسم اوس کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے کہ یہ پہلا شخص ہے جسنے بعد ابراہیم و لوط ہجرت کی۔

لیجئے کہان وہ بیان کہ ۵ھ مین ہجرت حبشہ ہوئی اور کہان یہ بیان کہ جس روز حضرت نے مکہ سے ہجرت کی ہے اوس روز عثمان نے ہجرت کی چنانچہ ابن حجر نے بھی یہی اعتراض کیا ہے مگر صرف اس غرض سے کہ فضیلت عثمان ثابت ہو اس روایت کو لکھ بھی دیا پھر جن مفترون نے ایسی روایت بنائی اون سے کون تعجب ہے جو انکو سنت رسول ہی بنا دین۔

ابن حجر نے اگرچہ اس روایت کو باطل کیا ہے مگر پھر بھی ایک تاویل کر دی کہ الا ان کان المراد بالغار غیر الذی کانا فیہ لما ھاجرا الی المدینۃ۔ یعنی ممکن ہے کہ مراد غار سے وہ غار ہو جس مین بوقت ہجرت آپنے قیام فرمایا تھا بلکہ دوسرا غار ہو۔

اس تاویل سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ لاکھ طرح کا الزام غلط روایت پر آئے مگر جس روایت سے کسی طرح فضیلت خلفا نکلتی ہو وہ منظور ہے اور کسی طرح اوس روایت موضوع سے دست بردار نہین ہوتے۔

وفات رقیہ تتبع روایات اہلسنت سے بجز اس امر کے کہ رقیہ کا پہلا عقد عتبہ بن ابولہب سے ہوا تھا اوسکے طلاق کے بعد انکا عقد عثمان سے ہوا جسکے لئے وہ اسلام لائے تھے اور کچھ نہین معلوم ہوتا۔ ہان یہ بھی لکھا ہے کہ ان سے ایک لڑکا ہوا تھا جسکا نام عبد اللہ رکھا گیا چھ برس کا سن تھا کہ ایک مرغ نے اونکی آنکھ مین ٹھوکر ماری اور وہ اس صدمہ سے راہی ملک بقا ہوے تو اور کوئی خبر نہین ملتی۔ ایک واقعہ یہ بھی لکھا گیا ہے کہ حضرت کو ان لوگون کا حال بعد ہجرت حبشہ نہین معلوم ہوا جس سے آپ متردد ہے تو ایک عورت نے آکر خبر دی کہ مینے بخیریت دیکھا تھا جسپر حضرت نے فرمایا ان عثمان اول من ھاجر باھلہ جسکی تاویل ابن حجر نے یہ کی یعنی من ھذہ الامۃ من اصحابہ

کہ اس امت سے یہ پہلے مہاجر ہین حالانکہ یہ بھی غلط ہے کیونکہ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بھی

مع اپنی زوجہ سہلہ بنت سہیل کے اوس سفر مین گئے ہین پھر کیونکر ممکن ہے کہ رسول اللہ ایسی غلط حدیث فرمائین کہ اول من ھاجر باھلہ ملاحظہ ہو تاریخ کامل صـ۲۲

بہرحال اب قصہ وفات سنئے کہ اصابہ مین ہے عن ابن عباس قال لما ماتت رقیہ قال النبی الحق سلفنا عثمان بن مظعون فبکت النساء علی رقیہ فجاء عمر بن الخطاب فجعل یضربہن فقال النبی مہما یکن من العین ومن القلب فمن اللہ والرحمۃ ومہما یکن من الید واللسان فمن الشیطان فقعدت فاطمۃ علی شفیر القبر تبکی فجعل یمسح عن عینیہا بطرف ثوبہ قال الواقدی ھذا وھم ولعلہا غیرہا من بناتہ لان الثبت ان رقیہ ماتت ببدر او یحمل علی انہ اتی قبرھا بعد ان جاء من بدر اصـ۲۳

یعنی جب حضرت رقیہ نے انتقال کیا تو حضرت نے فرمایا تو ہمارے بلبشر و عثمان بن مظعون سے لحق ہو جا۔ پس عورتون نے رونا شروع کیا عمر آئے تو انہون نے سکو مارنا شروع کیا۔ حضرت نے فرمایا جو رونا آنکھ سے اور قلب سے ہوتا ہے تو وہ خدا اور رحمت کی وجہ سے ہوتا ہے اور جو کچھ ہاتھ اور زبان سے ہوتا ہے وہ منجانب شیطان ہوتا ہے۔ پس جناب سیدہ کنارہ قبر بیٹھکر رونے لگین۔ اور آنکے آنسو گوشہ چادر سے پوچھتی جاتی تھین۔ واقدی کہتا ہے کہ یہ غلط ہے شاید کسی دوسرے واقعہ مین ہو حضرت کی بنات سے کیونکہ ثابت یہی ہے کہ رقیہ کی وفات بروز بدر ہوئی یا یہ ہو سکتا ہے کہ بعد جنگ بدر حضرت اونکی قبر پر آئے ہون تو یہ ہوا ہو۔

اب کہان ہین وہ لوگ جو علمائے اہلسنت کی تحقیقات پر نازان ہوتے ہین دیکھین اور غور کرین کہ کیسی کیسی روئتین یہ لوگ گڑھتے ہین اور اسکی غرض بجز اظہار جلاوت بلکہ قساوت خلیفہ دوم کیا ہو سکتی ہے۔

اگرچہ خلیفہ دوم کی یہ قساوت بلکہ شقاوت مسلم ہے کیونکہ جب ابوبکر مرے ہین تو اونکی بہن ام فروہ رونے لگین اوپر عمر صاحب نے درہ چلایا تھا لیکن وہین عائشہ روتی تھین تو اون سے کچھ نہ بول سکے مگر اسکا تو خیال کرتے کہ کم سے کم خود رسول اللہ کے سامنے تو یہ جرئت ہوتی۔

اب دوسرا واقعہ سنئے اوسی اصابہ مین ہے روی حماد بن سلمہ عن ثابت قال لما ماتت

رقیہ قال رسول اللہ لا یدخل القبر رجل قارب فلم یدخل عثمان قال ابو عمر
ھذا خطا من حماد انما کان ذلک فی ام کلثوم ص۲۳۰

یعنی حماد بن سلمہ ثابت سے روایت کرتے ہین کہ جب رقیہ نے انتقال کیا تو حضرت نے فرمایا وہ شخص
قبر مین نہ اوترے جس نے آج کی شب مقاربت کی ہو لہذا عثمان نہین اوترے کہا
ابو عمر نے کہ یہ غلطی حماد کی ہے کیونکہ یہ واقعہ ام کلثوم کا ہے۔

پس جب علمائے اہلسنت کی تحقیقات کا یہ حال ہے کہ جو منہ مین آتا ہے وہ کہہ جاتے ہین اور وہ
سب اہلسنت کے یہان روایت بن جاتی ہے اور ایک نیا ایک اوسکی تاویل کی جاتی ہے تو ایسے
لوگون سے اسپر کیا استعجاب ہو سکتا ہے کہ اونہون نے رقیہ کو بنت رسول اللہ کہدیا حالانکہ وہ حضرت
کی ربیبہ تھین

ذکر تزویج ام کلثوم یہان تک تو پہلی زوجہ کا حال تھا اب حضرت ام کلثوم کا حال سنئے جنکے
چند واقعات حضرت رقیہ کی طرف منسوب کردئے گئے مگر قبل اسکے ایک نکتہ قابل غور ہے کیونکہ
پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ رقیہ ام کلثوم دونو کا ایک ساتھ عقد عتبہ عتیبہ پسران ابولہب سے ہوا اور
دونون نے بحکم ابولہب طلاق دیدیا رقیہ کا عقد تو اوسی وقت عثمان سے ہوا اگر ام کلثوم کا مدتون
بعد یعنی ۳ھ ہجری مین ہوا آٹھ برس کے بعد اس مین کیا مصلحت ہے۔ کیونکہ یہ تو ثابت ہو چکا
دونون کی عمر قریب ایک ہی تھی۔ اور دونو بالغہ تھین کہ عتبہ و عتیبہ سے بیاہی گئین۔ اور بعد طلاق
ایک کا عقد عثمان سے ہوا دوسرے کا عقد نہوا حالانکہ جناب امیرؑ اوس وقت موجود تھے اور
سن شریف بھی آپکا ۲۰ یا ۲۱ برس کا تھا۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ نہ تھین کیونکہ اگر بنت رسول ہوتین
تو جناب امیرؑ سے اوسی وقت عقد کردیا جاتا نہ یہ کہ اسکا انتظار کیا جاتا کہ جب رقیہ مر لین تو ام کلثوم
کا عقد عثمان سے کیا جائے۔

ناظرین کتب تواریخ و سیر کو خوب معلوم ہے وہ زمانہ ابتدائے اسلام کا تھا بہت کم لوگ اسلام لائے
تھے اور جو اسلام لائے تھے وہ زیادہ تر مع اہل و عیال اسلام لائے تھے۔ اسلئے ایسے مرد
کم تھے جو بے زوجہ ہون جن سے عقد کیا جائے۔ پھر یہ بھی ناممکن تھا کہ حضرت اون لڑکیون کا جو

کسی طرح ان کی طرف منسوب ہون ایسے لوگون سے نکاح کر دین جنکا حسب و نسب قابل اعتماد نہو۔ اسی لئے حضرت نے بعد طلاق عتبہ و عتیبہ پسران ابولہب۔ رقیہ کا عقد عثمان سے کیا کیونکہ عتبہ مین اور عثمان مین صرف تین ہی پشت کا فاصلہ تھا۔ عتبہ بن ابولہب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف و عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ پس بعد عتبہ اگر قرابت قریب تھی تو عثمان سے لہذا ان سے عقد کیا گیا جس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ عثمان اس کی بدولت مسلمان ہوئے۔

پس یہ نکتہ بھی آپکو اچھی طرح بتا رہا ہے کہ وہ دونو معظمہ بنت رسول اللہ نہ تھین کیونکہ اگر بنت رسول ہوتین تو ایک کا جناب امیر سے ضرور عقد کیا جاتا مگر حضرت کا جناب امیر کو ایسے لوگون کی آمیزش سے بچانا جس مین کسی طرح شرک و کفر کی آمیزش ہو ضرور بتا رہا ہے کہ وہ لڑکیان اس طرح کے نسل طیب و طاہر سے نہ تھین جنکی ضرورت جناب امیر کیلئے تھی۔

دوسرے یہ کہ جیسی طرح خدا نے کل ازواج رسول کو باستثنا حضرت خدیجہ و ماریہ قبطیہ اولاد سے محروم رکھا اوسی طرح ازواج عثمان کو جو حسب بیان اہلسنت دونون دختر رسول اللہ تھین اولاد سے محروم رکھنا ضرور کوئی معنی رکھتا ہے کیونکہ اگر اون سے کوئی اولاد باقی رہتی تو آج نہ معلوم کسقدر بلند اون کا نسب بیان کیا جاتا اور سب فرزند رسول بنائے جاتے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ نہ زینب زوجہ ابو العاص بنت رسول اللہ تھین نہ رقیہ و ام کلثوم زوجہ عثمان جو ایک خدائی علامت ہے کیونکہ سورہ انا اعطیناک الکوثر مین بالخصوص وعدہ کیا گیا ہے کہ اے رسول ہم تمہاری نسل کو بہت بڑہائینگے اور جو تمہارا دشمن ہے وہی دم بریدہ ہے اسیر نسل رسول اللہ ص کو صرف جناب سیدہ کے ذریعہ سے قایم رکھنا واضح طور سے بتا رہا ہے کہ یہی ایک دختر رسول اللہ تھین۔ اور وہ سب نسل رسول سے نہ تھین۔ بلکہ از قسم ربائب تاکہ آیندہ کسی کو شبہہ نہ رہے کہ نسل رسول منحصر ہے جناب سیدہ مین۔

بہرحال قصہ تزویج ام کلثوم کو شیخ عبد الحق صاحب دہلوی مدارج النبوۃ ص ۸۱۵ مین اس طرح لکھتے ہین۔

و اما ام کلثوم کہ در تحت عتبہ بود گفتہ اند کہ شناختہ نشدہ است او را نام و بعضے امیہ گفتہ اند

وآوردہ اند عتبہ چون مفارقت کرد ام کلثوم را آمد بر آن حضرت م و گفت کافر شدے
بدین تو نہ تو دوست منی ونہ دوست میدارم ترا و حملہ کرد بر آن حضرت و پارہ کرد پیراہن او را در روایتے
آمدہ کہ گفت ہو یکفر بالذی دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی وظاہراً این کلمات
از سورہ نجم گرفت کہ در آن ایام در مکہ مطیبہ نازل شدہ بود گویند کہ آن ملعون چندان بے ادبی کرد
کہ آب دہان پلید خود بجانب آن سرور انداخت و گفت رقیہ را طلاق آنحضرت فرمود صلی اللہ علیہ
المعبود اللّٰہم سلط علیہ کلباً من کلابک و گویند کہ ابیطالب در آن مجلس حاضر بود گفت ندانم کہ چہ چیز
دفع تیر دعاے محمد گر ابر تو کند۔ و این ملعون قاصد تجارت بسوے شام بود و در راہ چون بمنزلے
رسید کہ وادی سباع بود ابو لہب باہل قافلہ گفت امشب مارا یاری بدہید کہ من ترسم کہ دعاے
محمد در حق پسر من امشب تاثیر کند پس بارہا را جمع کردند و بر ہم نہادند و برائے عتبہ در بالاے
بارہا جاے خواب راست کردند و بر گرد وے نشستند پس حق تعالی خواب بر ایشان گماشت
پس شیرے آمد و دہان ہر ایک را می بوسید و بہیچ کس تعرض نکرد و بر جہید و دستے بر عتبہ
زد و سینہ اش را پارہ ساخت۔ و بروایتے گردنش را ببرید۔
و آنحضرت بعد از فوت رقیہ ام کلثوم را در سنہ ثلث از ہجرت بعثمان داد و فرمود این جبرئیل است
ایستادہ خبر میدہد مرا کہ حق تعالی امر کردہ است کہ تزویج کنم ترا او را۔ وفات یافت ام کلثوم در ۹ سنہ
تسع از ہجرت و نماز گزارد آنحضرت بروے و نشست آنحضرت بر قبر وے و روان می شد اشکہا
از ہر دو چشم مبارک وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و گفت آیا نیست در میان شما کسیکہ مجامعت
نکردہ است با زن امشب۔ پس گفت ابو طلحہ من یا رسول اللہ فرمود فرود آ در وے و بعضے
از شارحان گفتہ کہ این قول آنحضرت علیہ السلام تعرض بود بعثمان کہ شب جماع کردہ بود بجاریہ
خود بسبب آنکہ دیر کشیدہ بود بیماری ام کلثوم و چون طاقت شد وے رفت نزد جاریہ و جماع
کرد و آنحضرت بعد از وفات ام کلثوم فرمود بعثمان اگر می بود نزد من ثالثہ تزویج میکردم ترا و را در
روایتے اگر دہ داشتمے می دادم و می مرد یکے بعد از دیگرے میدادم ترا و گویند کہ ام کلثوم مدتے
با عثمان بود اما فرزندے از و حاصل نشد و بعضے روایات وارد شدہ کہ فرزندان شدند اما باقی نماند
و از رقیہ نیز فرزندے نماند در ہجرت اول بحبشہ چنانکہ بود حمل سقط شدہ و بعد از ان پسرے

آمد و چون دہ سالہ شد جزوے بر چشم او منقارے زد و بمرد پس از عثمان از دختران پیغمبر فرزند نماند و از ازواج دیگر اولاد شد و باقی ماند ۱۲ انتہیٰ

ہماری غرض اس روایت کے صرف اس جملہ سے ہے کہ این قول آنحضرت تعرض بود بعثمان جس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ فعل عثمان کہ جس روز حضرت ام کلثوم انتقال کر رہی ہین وہ اس امر کے مرتکب ہوے ایسا قبیح و اقبح تھا کہ حضرت نے مجمع عام مین فضیحت شدید کیا حالانکہ آپ رحمۃ للعالمین تھے اور صاحب خلق عظیم کہ پردہ پوشی آپکے فرائض و اخلاق سے تھا۔ مگر یہان ضرورت داعی ہوئی کہ حضرت اوسکو فضیحت کرین اور بتاوین کہ عثمان جنکی حیا و شرم کا خاص طور پر آیندہ پردہ ڈالا جائیگا ایسے باحیا اور باغیرت ہین کہ ایک طرف تو زوجہ محترمہ کا دم نکل رہا ہے جو کم سے کم ربیبہ رسولؐ تو ضرور ہے۔ اور آپکی حیا و غیرت کا یہ حال ہے کہ آپ لونڈی سے کررہے ہین۔

طرہ تو یہ ہے کہ رسول اللہ تو اس طرح پردہ دری کرین اور اہلسنت یہ تاویل کرین کہ چونکہ بیماری کو عرصہ ہوگیا تھا اس وجہ سے ضبط کی طاقت نہ رہی۔ مگر افسوس کہ جس رسول کو بذریعہ کشف و الہام یا وحی یہ معلوم ہوا تھا کہ آج عثمان نے جاریہ سے ہم بستری کی ہے اوس رسول کو انکی مجبوری کا علم نہوا جو فضیحت نہ کرتے۔

اس قسم کی تحریرین اور تقریرین آپکو صاف بتا رہی ہین کہ کس درجہ ایمان انکا تیز ہے کہ رسول اللہ تو مجمع عام و خاص مین اس شخص کو فضیحت کرین کہ یہ ایسا شخص ہے کہ اسوقت مین بھی اپنی حرکات شیطانی سے نہ باز آیا۔ اور اہلسنت اوسکے یون پردہ دار ہون۔ پھر ان کے افترا پر کیونکر تعجب ہو سکتا ہے جو انہون نے رقیہ و ام کلثوم کو دختر رسول بنا دیا وھذا آخر الکلام فی ھذا المقام والحمد للہ المفضل المنعام والصلوٰۃ علی رسولہ و آلہ الکرام۔

تنبیہ۔ غرض اصلی اس تحریر کی صرف تحقیقات اس امر کی تھی کہ حضرت رقیہ و ام کلثوم ازواج عثمان دختران رسول تھین یا نہین جو بحمدہ بخوبی ثابت ہوا کہ خود بیانات علماے اہلسنت سے اسکی نفی ہوگئی۔ ورنہ ہمکو نہ اون حضرات کی تنقیص مقصود ہے نہ توہین کیونکہ بہرحال

وہ معظمہ اور محترمہ تھین اور وعا ؤن مین اونکا نام آیا ہے اور تغلیباً یعنی برسبیل مجاز بوجہ ربیبہ ہونے کے بنت رسول کہی گئی ہین اور اون کے ایذا دہندہ کو ملعون و مردود سمجھتے ہین ۔

اس تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر بالفرض وہ بنت رسول اللہ بھی ہون تو اس سے عثمان کو نہ کوئی شرف ملتا ہے نہ اونکا ایمان ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر محض نسبت شوہریت یا زوجیت سے کسی کا ایمان ثابت ہو سکتا ہے تو سب سے پہلے مستحق اسکا عتبہ وعتیبہ اور ابولہب ہوگا جو عم رسول تھا اور دونو فرزند اوسکے شوہر اول ہین زوجہ عثمان کے ۔

تذنیب ۔ یہان بمناسبت مقام کچھ احوال حضرت زینب کا تذکرہ بھی مناسب ہے کیونکہ وہ بھی بنت رسول اللہ کہی جاتی ہین بلکہ بڑی بیٹی ۔ حالانکہ وہ بھی دراصل ربیبہ تھین نہ بنت رسول اللہ کیونکہ جہانتک حالات ان معظمہ کے معلوم ہوتے ہین اون سے وہ تعلقات نہین معلوم ہوتے جو باپ بیٹی مین عموماً ہوتے ہین اور جناب رسالتمآب و جناب سیدہ مین خصوصاً تھے ۔

استیعاب مین ہے ولدت زینب بنت رسول اللہ فی سنۃ ثلاثین من مولد النبی وماتت فی سنۃ ثمان من الھجرۃ صـ۳۱۲ ۔

یعنی ان کی ولادت اوس وقت ہوئی جبکہ حضرت کا سن مبارک ۳۰ برس کا تھا اور وفات ۸ھ ہجری مین ۔

جسکے مطلب یہ ہوے کہ عقد حضرت خدیجہ کے پانچ برس بعد یہ پیدا ہوین تو اب قبل از نبوت حضرت کے دس برس باقی رہتے ہین اسی وجہ سے اصابہ مین ہے ولدت قبل البعثۃ بمدۃ قیل انہا عشر سنین صـ۹۱ جلد ۸

کہ دس برس قبل از نبوت پیدا ہوین ۔ اور اسپر بھی اتفاق ہے ھی اکبر بناتہ واول من تزوج منہن کہ یہ سب سے بڑی بیٹی ہین اور سب سے پہلے انہین کی شادی ہوئی ۔

اصابہ مین ہے جلد ۸ صـ۲۸۳

وقال غیرہ کان عتبہ وعتیبہ ابنا ابی لہب تزوجا رقیہ وام کلثوم ابنتی رسول اللہ فلما نزلت تبت یدا ابی لہب وتب قال ابولہب لابنیہ راسی بین رؤسکما حرام ان لم تطلقا بنتی محمد و قالت لھما امھما حمالۃ

الحطب ان رقیہ وام کلثوم صبتا فطلقاھما فطلقاھما قبل الدخول قلت وھذا اولی مما ذکرہ ابو عمر لابن سعد ان ولدی ابی لھب تزوجا رقیہ وام کلثوم قبل البعثۃ فان فیہ نظر لان ابا عمر نقل الاتفاق علی ان زینب اکبر البنات وتقدم فی ترجمتہا انہا ولدت قبل البعثۃ بعشر سنین فاذا کانت اکبرھن فکیف تزوج من ھو اصغر منہا۔

یعنی غیر واقدی نے یہ بیان کیا ہے کہ عتبہ وعتیبہ پسران ابولہب نے رقیہ وام کلثوم دختران رسول سے عقد کیا اور بعد نزول سورہ تبت ابولہب وحمالۃ الحطب کے حکم سے دونون نے طلاق دیا ابن حجر کہتے ہین کہ یہ قول اولی ہے بہ نسبت قول ابن سعد جس نے کہا کہ قبل بعثت یہ عقد ہوا تھا کیونکہ ابو عمر نے اتفاق نقل کیا ہے اسپر کہ زینب سب سے بڑی تھین جو دس برس قبل بعثت پیدا ہوئین تو جب وہ اسقدر بڑی تھین تو کیونکر ممکن ہے کہ جو چھوٹی ہو اوسکا عقد کردیا جائے۔

مگر اس تقریر کا کوئی مطلب نہین معلوم ہوتا کیونکہ یہ اعتراض اوس وقت ہوسکتا تھا جب کوئی کہتا کہ رقیہ وام کلثوم کا عقد قبل زینب ہوا حالانکہ اسکا کوئی مدعی نہین۔ بلکہ صرف اسقدر دعوی ہے کہ دونو کا عقد پسران ابولہب سے ہوا تھا اس کی تردید زینب کے اکبر بنات ہونے سے نہین ہوتی۔

اس سے بھی ہمارے اوس دعوی کی تائید ہوتی ہے کہ یہ تینون بہنین زینب۔ رقیہ ام کلثوم دختران رسول اللہ نہین تھین بلکہ خواہر حضرت خدیجہ کی بیٹی تھین یا خود حضرت خدیجہ کی دوسرے شوہر سے کیونکہ اگر بنت رسول اللہ ہوتین تو اسقدر اختلاف ناممکن تھا۔

حالانکہ جسقدر اہتمام احوال رقیہ وام کلثوم مین کیا گیا ہے اوسکا منشا بجز زوجیت عثمان اور کچھ نہین کہ کسی طرح پسران ابولہب کی زوجیت سے نکالکر زوجیت عثمان مین لا ئین مگر یہ کہ اسلئے کہ یہی واقعہ اونکو ملا اور کوئی حدیث نہ لاسکے چنانچہ اوسی اصابہ مین ہے۔

نعم ان ثبت یکون ذلک عقد نکاح الی حین یحصل التاھل فکان الفراق

وقع قبل ذلک وقال ابن مندہ مات عتبہ قبل ان یدخل بام کلثوم
وروی سلیمان بن بلال عن یحیی بن سعید عن ابن شہاب عن انس
انہ رای علی ام کلثوم بنت رسول اللہ ثوب حریر سترا اخرجہ ابن
مندہ واصلہ فی الصحیح وقد تقدم فی ترجمۃ ام عیاش مولاۃ رقیہ
انہا قالت سمعت رسول اللہ یقول ما زوجت عثمان ام کلثوم الا بوحی
من السماء قال ابن مندہ غریب لا یعرف الا بہذا الاسناد واخرج ابن
مندہ ایضاً من حدیث ابی ہریرہ رفعہ اتانی جبرئیل ان اللہ یامرک
ان تزوج عثمان ام کلثوم علی مثل صداق رقیہ و مثل صحبتہا وقال
غریب تفرد بہ محمد بن عثمان بن خالد العثمانی۔

یعنی اگر یہ ثابت ہو تو ہو سکتا ہے یہ نکاح موقت ہوا وس وقت تک کہ قابلیت تامل پیدا ہو۔ تو فراق قبل اوسکے حاصل ہوا۔ ابن مندہ نے کہا کہ عتبہ نے قبل دخول انتقال کیا۔ اور سلیمان بن بلال راوی ہے کہ انس نے ام کلثوم پر ریشم کا پردہ دیکھا تھا ام عباس خادمہ رقیہ کا بیان ہے کہ حضرت نے فرمایا نہین تزویج کیا ہمنے عثمان کا ام کلثوم سے مگر بوحی آسمانی کہا ابن مندہ نے کہ یہ روایت غریب ہے جو اس اسناد کے سوا اور کسی طرح نہین پہچانی جاتی دوسری روایت ابوہریرہ یہ ہے کہ جبرئیل نے کہا خدا تمکو حکم دیتا ہے کہ عثمان کا عقد کر دو۔ ام کلثوم سے مثل صداق و صحبت رقیہ پر کہا ابن مندہ نے کہ یہ روایت بھی غریب ہے جس سے صرف محمد بن عثمان بن خالد عثمانی متفرد ہوا۔

یہ روائتین آپکو بتا رہی ہین کہ کس غرض سے بنائی گئین کہ عثمان کو فضیلت حاصل ہو مگر شکر خدا کہ خود سب نے اقرار کیا کہ یہ حدیثین غریب اور ضعیف ہین مگر اسے کسی کو اسکی توفیق نہوئی کہ کوئی روایت خود رقیہ و ام کلثوم کی فضیلت مین بناتے جس سے اور بھی معلوم ہوا کہ وہ بنات رسول اللہ نہ تھین بلکہ ربیبہ تھین جو اسی وجہ سے بنات رسول کہلائین۔

حالات حضرت زینب۔ تواریخ سے کچھ حال اس معظمہ کا نہین معلوم ہوتا بجز اسکے کہ اونکا عقد ابو العاص سے ہوا تھا بحالت کفر۔ ابو العاص کا نسب اس طرح ہے ابو العاص

بن ربیع بن عبد العزی بن عبد الشمس بن عبد مناف ۔ ماں کا نام ھند بنت خویلد تھا جس سے معلوم ہوا کہ حضرت زینب کی خالہ کا بیٹا تھا ۔ اور یہی قرابت نسبی گویا اس ازدواج کا باعث ہوا ۔

جس طرح رقیہ و ام کلثوم کا عقد پسران ابو لہب سے اس وجہ سے ہوا کہ رسول اللہ صلعم کے چچا کے بیٹے تھے ۔

زمانہ عقد حیات حضرت خدیجہ ہے کیونکہ ایک گلوبند انکو جہیز مین حضرت خدیجہ نے دیا تھا جو باعث رہائی ابو العاص شوہر حضرت زینب ہوا اور بگمان غالب قبل از عقد رقیہ و ام کلثوم با پسران ابو لہب یہ عقد ہوا یا ایک ہی زمانہ مین کیونکہ قول ابو عمر سابقاً مذکور ہو چکا یہ خلاف ہے کہ چھوٹی کی پہلے ہوا اور بڑی کی بعد ۔

بعد عقد انکا قیام آپنے شوہر ابو العاص کے گھر رہا یہانتک کہ حضرت ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو یہ مکہ ہی مین اپنے شوہر کے گھر رہین یہانتک کہ جنگ بدر مین ابو العاص گرفتار لشکر اسلام ہوا اور قیدیون مین یہ بھی رہا مگر کوئی اثر حضرت پر اسکی اسیری کا تواریخ سے نہین معلوم ہوا ۔ جب کفار مکہ نے اپنے اپنے قیدیون کے چھوڑانے کو مال فدیہ خدمت رسول مین روانہ کیا ۔ تو حضرت زینب نے بھی اپنے شوہر ابو العاص کی رہائی کو کچھ مال بھیجا درمیان آن قلادہ بود کہ خدیجہ آنرا در کد خدائی زینب بجہاز دادہ بود چون دید آنرا حضرت رسول یاد کرد عہد صحبت خدیجہ را و سخت رقت نمود و گفت باصحابہ اگر می بیند شما کہ رہا کنید اسیر زینب را و باز گردانید مال فدیہ را شما میدانید و خیال کنید ۔ گفتہ صحابہ نعم یا رسول اللہ آنچنان کنیم کہ خاطر شریف تو می خواہد ۔ آنحضرت عہد از ابی العاص گرفتند کہ بفرستد زینب را بسوے وے پس قبول نمود ابو العاص ۔ مدارج النبوۃ صفحہ ۵۳۱

ابو العاص اگرچہ پہلے کافر تھا مگر حالت کفر مین بھی حضرت کے خلاف نہ تھا بلکہ حضرت اوس سے خوش رہتے تھے یہی باعث ہوا کہ حضرت نے اسقدر عطوفت فرمایا کہ بلا فدیہ لئے ہوے آزاد کر دیا ۔

ابو العاص نے حضرت زینب کو مطابق عہد خدمت رسول مین روانہ کر دیا حضرت نے زید

بن حارثہ اور ایک دوسرے شخص کو قبیلہ انصار سے بھیجا تھا کہ جا کر زینب کو مکہ سے لائین۔ مگر حکم دیا تھا کہ داخل مکہ نہونا۔ بلکہ وادی ناجح مین رہنا۔ چنانچہ یہ لوگ وہین تھے کہ ابو العاص نے زینب کو یہان پہونچا دیا۔

مگر اثنا ہے راہ مین چند بدمعاشان قریش نے جس مین ہبار بن اسود قرشی اسدی زیادہ شریر تھا انکے کجاوہ کو گھیر لیا۔ اور ہبار نے انکے اونٹ کو ایک نیزہ مارا جس سے حضرت زینب ایک پتھر پر گرین جس سے اسقاط ہوا اور بہت کثرت سے خون جاری ہوا جس سے برابر مریض رہین اور اسی عارضہ مین ۸ہجری مین انتقال کیا۔ استیعاب جلد ۲ صفحہ ۵۲۷

کچھ دنون بعد ابو العاص قریش کے تجارتی قافلہ مین گیا تھا کہ لشکر اسلام نے پھر دوبارہ گرفتار کیا اور چاہا کہ قتل کر ڈالین اور مال سب لے لین یہ خبر حضرت زینب کو معلوم ہوئی تو بروایت مدارج النبوۃ زینب نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ کل مسلمان امان دینے مین مساوی ہین یا نہین۔ حضرت نے فرمایا ہین تو زینب نے کہا آپ گواہ رہیئے کہ ہمنے ابو العاص کو امان دی۔ مدارج النبوۃ صفحہ ۳۹

مگر استیعاب مین ہے کہ مسلمانون نے جب اس قافلہ کو لوٹا تو ابو العاص اون مین سے بھاگ کر ٹٹ کے وقت حضرت زینب کے پاس آیا اور طالب پناہ ہوا۔ صبح کو حضرت نماز صبح اصحاب کے ساتھ پڑھ رہے تھے کہ زینب نے باواز بلند پکار کہا کہ ہمنے ابو العاص کو پناہ دی حضرت جب نماز سے فارغ ہوے تو صحابہ کی طرف متوجہ ہوے اور فرمایا تمنے بھی سنا ہے جو ہمنے سنا ہے سب نے کہا۔ ہان۔ تب آپنے فرمایا قسم اوس کی جسکے قبضہ قدرت مین ہماری جان ہے کہ ہمکو اسکا کچھ علم نہ تھا بجز اسکے کہ تمھارے ساتھ ہمنے بھی سنا مگر یہ بات ضرور ہے کہ مسلمانون کا ادنی شخص بھی اوسی طرح پناہ دیسکتا ہے۔ جس طرح اعلی۔ اسکے بعد آپ زینب کے پاس آے اور فرمایا کہ اسکو آرام سے رکھنا مگر تمپر یہ حلال نہین ہے۔ زینب نے کہا وہ اپنا مال لینے کے لئے آیا ہے۔ تو حضرت نے تمامی اہل لشکر کو بلوا بھیجا اور فرمایا کہ اگرچہ یہ مال غنیمت حق تمھارا ہے۔ مگر تم جانتے ہو کہ یہ کون شخص ہے جسسے کیا تعلق ہے لہذا چاہتے ہین کہ اسکا مال واپس کر دو سب نے بخوشی منظور کیا۔ ابو العاص کل مال لیکر مکہ لوٹ گیا اور وہان جسکی جسکی جو

امانت تھی دیکر برات حاصل کی اور سب سے پوچھا کہ ابتو تمھارا مال ہمارے ذمہ نہین رہا سب نے شکریہ اسکا ادا کیا۔

تب ابوالعاص نے کہا کہ اب گواہ رہو کہ اب ہم مسلمان ہوتے ہین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ صرف اسوجہ سے ابتک نہ اسلام لائے تھے کہ تم کہو گے کہ مال کھانے کے واسطے مسلمان ہوے۔ اسکے بعد وہ حضرت کے پاس مدینہ چلے گئے اور وہین رہے یہانتک کہ بعہد عثمان وفات پائی۔ استیعاب صفحہ ۶۹۲ جلد ۲

تاریخ خمیس مین ہے صفحہ ۳۰۹ جلد ۲

عروہ بن الزبیر عائشہ سے راوی ہین کہ حضرت جب ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے۔ تو حضرت زینب نے بھی مکہ سے قصد کیا کہ حاضر خدمت ہون۔ تو چند بدمعاش قریش اونکے تعاقب مین نکلے ہبار بن اسود پہونچ گیا اس نے نیزہ سے اوس اونٹ کو چھیڑنا شروع کیا جسپر حضرت زینب سوار تھین۔ جس سے وہ پتھر پر گرین اور خون جاری ہوا اور اسقاط ہوا جسپر بنی امیہ اور بنی ہاشم مین شدید اختلاف ہوا کیونکہ شوہر انکے ابوالعاص بنی امیہ سے تھے لہذا وہی لوگ لیگئے اور ہندہ کے پاس آکر رہین جسپر ہندہ کہا کرتی کہ یہ سب مصیبتین تمھارے باپ کی وجہ سے ہوئین۔

حضرت نے زید بن حارثہ کو حکم دیا کہ جاکر زینب کو لاؤ اور فرمایا کہ ہماری انگشتری لیتے جاؤ انگوٹھی دینا۔ زید جب مکہ آئے تو چرواہون سے دریافت کرتے کرتے معلوم ہوا کہ یہ ابوالعاص کا (راعی) چرواہا ہے اوس سے پوچھا تو کہا زینب بنت رسول اللہ کی بکریان چرا رہے ہین اوس سے آہستہ باتین کرکے اسپر راضی کیا کہ انگوٹھی کو زینب تک پہونچا دے۔ چرواہے نے وہ انگوٹھی پہونچائی تو زینب نے پہچان لیا اور پوچھا وہ آدمی کہان ہے۔ اوس نے سب نشان پتہ بتا دیا تو زینب شبکو گھر سے باہر نکلین۔ سیدھی زید کے پاس آئین۔ زید نے چاہا کہ انکو اپنے آگے اونٹ پر بٹھالین مگر زینب نے انکار کیا اور زید کے پیچھے بیٹھین۔ اور اسی ترکیب سے وارد مدینہ ہوئین۔

وضع روایت زینب افضل بناتی

فکان علیہ السلام یقول ھی افضل بناتی اصیبت فی فبلغ ذلک علی بن الحسین فانطلق الی عروۃ فقال ما حدیث

بلغنی عنک تحدثہ لتنتقص بہ حق فاطمۃ قال عروۃ ما احب ان لی مابین المشرق والمغرب وانی انتقص فاطمہ حقاهولها واما بعد ذلک علی انی لا احدث بہ احدا اخرجہ الدولابی ص ۳۹

یعنی اس واقعہ کے بعد حضرت فرمایا کرتے کہ زینب ہماری سب بیٹیون سے افضل ہو اس حدیث کو جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے سنا تو خود عروہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا یہ کیسی حدیث تو بیان کرتا ہے جس سے جناب سیدہ کی تنقیص ہوتی ہے تو عروہ نے کہا اگر جو کچھ درمیان مشرق و مغرب ہے وہ سب ہمکو ملجاے تو ہم نہین چاہتے کہ حق جناب سیدہ مین کسی قسم کی تنقیص ہو اب ہم عہد کرتے ہین کہ کبھی اس حدیث کو کسی سے نہ بیان کرینگے۔

اس حدیث کا پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ جن لوگون کی یہ جرأت ہوتی تھی کہ زینب کو افضل بنات بناکر جناب سیدہ صلوات اللہ وسلامہ علیہا سے بھی افضل قرار دین اونکو دختر رسول بنا دینے مین کیا عذر ہو سکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ اس سے معلوم ہوا عائشہ کو حضرت سیدہ سے کیسی علاوت تھی کہ اس حدیث موضوع کی روایت کی کیونکہ عروہ خود نہ اوس وقت پیدا ہوا تھا نہ اوسکے سامنے کا واقعہ ہے بلکہ اوس نے عائشہ سے سنا تھا چنانچہ صدر روایت مین اسکی تصریح بھی موجود ہے کہ عروہ نے عائشہ سے یہ روایت لی۔

تیسرے یہ کہ یہ روایت ایسی غلط تھی کہ خود جناب امام زین العابدین اسکے روکنے کو عروہ ابن الزبیر کے پاس تشریف لیگئے اور فرمایا کہ اس روایت سے تنقیص جناب سیدہ ہوتی ہی جس سے معلوم ہوا کہ عائشہ نے عمداً تنقیص کی اور عروہ نے بھی اسی غرض سے اسکو بیان کیا۔

چوتھے یہ کہ عروہ نے بھی اسکو تسلیم کیا اور عہد کیا کہ اب نہ بیان کرینگے۔ کیونکہ اگر حدیث سچی ہوتی تو کبھی جناب امام زین العابدین اسکو روک سکتے تھے کہ حدیث رسول بیان کرنے کو منع کرین نہ عروہ اسکومان سکتا تھا۔ چنانچہ وضعیت اسکی اسی سے ظاہر ہے کہ اصل واقعہ

آمد زینب وہ ہے جسکو تمامی علما بیان کرتے ہین کہ ابوالعاص جب جنگ بدر مین گرفتار ہوا ہے
توحضرت نے اوسکو آزاد کیا اور یہ شرط قرار پائی کہ جاکر زینب کو بھیجدے - ورنہ اگر حضرت زینب
پہلے سے آئی ہوتین جیسا کہ اس روایت کا مطلب ہے تو یہ روایتین غلط ہو جاتی ہین جو اتفاقی
ہین -

پانچوین اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زمانہ ان حضرات کے کسقدر خلاف تھا کہ جناب امام زین العابدین
نے صرف اظہار حق سے نہ کام لیا - بلکہ جاکر عروہ کو اس طرح سمجھایا کہ وہ اس حدیث کے
بیان کرنے سے باز آیا ورنہ ممکن تھا حضرت اصل واقعہ کو بیان فرمادیتے - مگر چونکہ آپ جانتے
تھے یہ لوگ تو اونہین کے بیانون کو سنینگے لہذا خود جاکر عروہ کو سمجھایا جس سے اوس نے
عہد کیا کہ اب نہ بیان کرینگے - مگر اہلسنت ہین کہ ابھی تک اوس روایت موضوع کو لکھے جاتے
ہین -

مغلوبیت رسول اللہ - بہرحال حالات زینب مین سب سے زیادہ قابل غور یہ فقرہ ہے
جو تاریخ خمیس مین ہے وعن عائشۃ قالت کان الاسلام فرق بین زینب وابی
العاص - الا ان رسول اللہ صلعم لایقدر ان یفرق بینہما وکان مغلوباً بمکۃ ص ۲۰۹
کہ عائشہ کہتی ہین اسلام نے جدائی ڈال دیا تھا درمیان زینب وابوالعاص (کیونکہ ابوالعاص
کافر تھا) مگر حضرت کو اسکی قدرت نہ تھی کہ دونون کو جدا کرین کیونکہ حضرت مکہ مین مغلوب تھے
غور کرنا چاہیے کہ قبل ہجرت حضرت مکہ مین تیرہ برس رہے ہین اور جنگ بدر ۲ھ مین ہوئی
اوسکے بعد زینب آئی ہین تو پندرہ برس تک وہ اس حالت مین رہین کہ ایسے شخص سے شب
وروز اونکا تعلق رہا جسپر وہ حلال نہ تھین - تو اگر بفرض محال اس طرح کا عقد ایک منافق
ظاہر الاسلام سے حالت مغلوبیت ومقہوریت مین کیا جائے تو اوسپر کیا اعتراض ہو سکتا ہے
حالانکہ حضرت کی وہ شوکت وقوت بیان کی جاتی ہے کہ عمر ایسا شخص آپکا فدائی ہے جسکے اسلام
لانے سے قریش کی قوت آدھی گھٹ گئی - مگر حضرت ایسا مجبور ہین کہ اپنی دختر کو بھی معاذاللہ
حرام سے نہین بچا سکتے -

دوسرا امر یہ ہے کہ جناب امیر پر بڑا الزام لگایا جاتا ہے کہ آپ دیکھتے رہے کہ آپکے سامنے جناب سیدہ

پر یہ ظلم ہوا کہ حضرت محسن کا اسقاط ہوا اور ذوالفقار میان سے نہ نکلی۔ اگرچہ یہ اعتراض جہال کا ہے۔ مگر اوس کا بھی جواب اس واقعہ اسقاط زینب سے ہوگیا کہ خود رسول اللہ صلعم کے سامنے یہ واقعہ ہوا کہ کفار مکہ نے ایسا صدمہ پہونچایا کہ آپ پتھر پر گرین اور اسقاط ہوا اور اوسی کے صدمہ سے زینب نے انتقال کیا۔ مگر حضرت نے نہ اوس قاتل یا باعث ہلاکت کو قتل کیا نہ قید کیا۔ حالانکہ آپکو غصہ تو ایسا آیا تھا کہ فرمایا اگر ہبار ملجاے تو اوسکو آگ سے جلا دینا۔ مگر پھر فرمایا کہ نہین آگ سے نہ جلانا یہ عذاب خدا ہے۔ اسکے بعد فتح مکہ مین حکم دیا کہ جہان وہ ملجاے اوسکو قتل کرڈالو۔ مگر چونکہ وہ اسلام لایا اسلئے حضرت نے اوسکے قصور کو معاف کردیا صفحہ ۱۰۱ تاریخ خمیس جلد ۲ پھر کیونکر ممکن تھا جناب امیر وہ کام کرتے جسکا حکم خدا و رسول نے نہین دیا تھا۔

امامہ بنت زینب۔ اب ہم تذکرہ حضرت زینب کو اسپر ختم کرتے ہین کہ زینب کے بطن سے بروایت استیعاب دو لڑکے ہوے ایک **علی** جسکا حال نہین معلوم۔ دوسرے لڑکی جسکا نام امامہ تھا انکو اکثر حضرت گود مین لیا کرتے یہانتک کہ نماز مین بھی گود مین لیتے (مگر یہ غلط ہے) بروایت عائشہ حضرت کو کسی شخص نے ایک قلادہ جزع بطور ہدیہ دیا تو حضرت نے فرمایا سب سے زیادہ جو احب ہے ہمارے اہل سے اوسکو دینگے۔ عورتون نے کہا ابوبکر کی بیٹی پائیگی۔ مگر حضرت نے لاکر امامہ بنت زینب کو دیا۔ (جس سے معلوم ہوا کہ عائشہ کی محبوبیت اور فضیلت کا دعوی ہر طرح سے غلط ہے)

جناب سیدہ نے بوقت انتقال امیر المومنین سے وصیت کی تھی کہ ہمارے بعد امامہ بنت زینب سے عقد کرنا چنانچہ حضرت نے امامہ سے عقد کیا اور وہ آپکے شرف زوجیت مین رہین۔ جب جناب امیر کے انتقال کا وقت قریب آیا قال لامامہ بنت ابی العاص انی لا امن ان یخطبک ھذا الطاغیہ بعد موتی یعنی معویہ فان کان لک فی الرجال حاجۃ فقد رضیت لک المغیرہ بن نوفل عشیرا۔

تو حضرت نے امامہ سے کہا کہ ہمکو خوف ہے ہمارے بعد یہ طاغی معویہ تجسے عقد کی خواہش کرے تو اگر تجھے عقد کی ضرورت ہو تو ہم راضی ہین کہ مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب سے عقد کرلینا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بعد انقضاے ایام عدہ معویہ نے مروان کو لاکھ اشرفی دیکر حکم دیا امامہ سے عقد ملا کردے۔ امامہ کو جب یہ خبر پہونچی تو مغیرہ سے کہلوا بھیجا اگر تمکو عقد کی ضرورت ہو

تو بسم اللہ چنانچہ بذریعہ امام حسنؑ یہ عقد ہوا۔ استیعاب جلد ۲ صفحہ ۷۶۲

اب حیف ہے اون اہلسنت پر جو بغض جناب امیرؑ معاویہ کو طاغیہ بھی مانتے ہین اور پھر اوسکے اسلام بلکہ ایمان کے قائل ہین۔ الحمد للہ کہ حالات حضرت زینب بھی تمام ہوے اور اس شرح وبسط سے آپکو کہین انکا حال نہ ملیگا خواہ کتب اہلسنت مین ہو یا شیعہ مین والحمد للہ۔

رجوع بہ اصل تحقیق

اب ہم پھر رجوع کرتے ہین اصل تحقیقات کی طرف کیونکہ آپنے دیکھ لیا کہ بخاری نے محض ازراہ ناصبیت وخارجیت اصل روایت کو درج صحیح نہین کیا جسکے سوا کوئی روایت صحیح ہو نہین سکتی۔ کیونکہ جسوقت کا واقعہ ہے اوس وقت بجز جناب رسالتمآبؐ اور جناب امیرؑ اور حضرت خدیجہ و زید بن حارثہ کوئی مسلمان نہ تھا۔ بلکہ اسلام کا باقاعدہ دنیا مین وجود نہ تھا۔ اسی آیہ انذر عشیرتک الاقربین سے اعلان اسلام کی ابتدا ہوئی اوس وقت یہی دو بزرگ تھے جو مثل بادشاہ و وزیر یا خادم و مخدوم کام کرتے رسول اللہؐ حکم دیتے جناب امیرؑ اوسکو انجام دیتے۔ پھر اس واقعہ کو بجز جناب امیرؑ کون بیان کرسکتا تھا۔ مگر بخاری نے دیدہ و دانستہ اس صحیح روایت کو نہین لیا۔ اور ابن عباس پر افترا کیا جو اوسکے سات آٹھ برس بعد پیدا ہوے۔

بخاری نے محض اسی غرض سے کہ یہ حدیث صفحہ ہستی سے معدوم ہوجاے اور کوئی اسکا جاننے والا نہ رہے روایت موضوع ابن عباس کو تین چار باب مین نو دس طریقہ سے بیان کیا تاکہ خوب مشہور ہوجاے۔ مگر خدا نے انکی اس آرزو کو اس طرح خاک مین ملایا کہ صدہا علماے اہلسنت کو پیدا کیا جنھون نے بطریق صحیح اسکی روایت کی چنانچہ سابقاً مرقوم ہوا کہ اس روایت کو امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند مین لکھا ہے صفحہ ۱۵۹ اور مسند کی صحت طبقات الشافعیہ سبکی صفحہ ۲۰۲ مین مذکور ہے۔

ہمنے اس حوالہ کو اس وجہ سے مقدم کیا ہے کہ یہ بخاری کے اوستاد تھے اور مسند احمد اونکے پیش نظر تھی۔

(۲) پھر امام نسائی نے اس حدیث کو خصائص نسائی مین لکھا جو صحیح نسائی کا جزو ہے اور بہ اتفاق اہلسنت وہ صحاح ستہ مین داخل ہے۔ اور شمر البلا امام نسائی بمدارج بخاری سے

زیادہ ہین ۔

(۳) پھر امام ابن جریر طبری نے اوسکو صحیح کہا ہے جیسا کہ کنز العمال ص۳۹۶ جلد ۶ مین موجود ہے

(۴) پھر امام ضیاء مقدسی المتوفی ۶۴۳ھ نے مختارہ مین روایت کیا ہے جو کتاب ملتزم الصحۃ ہے جیسا کہ کشف الظنون ص۴۹۸ جلد ۲ مین ہے ۔

(۵) پھر یہی روایت تفسیر معالم التنزیل ص۲۷۲ مین موجود ہے جسکے نسبت علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہین بل یذکر الصحیح منہا کہ بغوی روایات صحیحہ کی روایت کرتے ہین ۔

(۶) پھر یہی روایت تفسیر ابن ابی حاتم مین ہے جسکے نسبت علامہ سیوطی لکھتے ہین التزم ان یخرج اصح ما ورد ص۱۸۱ ۔ اتقان حصہ دوم

(۷) پھر علامہ حلبی ذخیرۃ المال مین اس کی نسبت لکھتے ہین فقد صح انہ ص۲

(۸) پھر تفسیر طبری ص۶۹ جلد ۹ (۹) تاریخ طبری (۱۰) تاریخ کامل (۱۱) تاریخ ابو الفدا ۔

(۱۲) کنز العمال وغیرہ صدہا کتب صحیحہ و مستندہ مین موجود ہے ۔

توکیا اب بھی کوئی ناصبیت بخاری مین شک کرسکتا ہے کہ اونہون نے عمدا اس حدیث صحیح کو ترک کرکے ایسی حدیث وضعی کو اوسکے عوض مشہور کرنا چاہا جو کسی قاعدہ سے صحیح نہین ہو جیسا کہ سابقاً تصریح تمام مذکور ہوا ۔

حدیث غدیر ۔ یہانتک تو آپنے ابتدائی حدیث کا نقشہ ملاحظہ کیا جو نص قاطع ہی بطلان مذہب اہلسنت مین کیونکہ حضرت نے جس روز اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے اوسی روز خلافت وولایت جناب امیر کا بھی اعلان فرمایا ہے جسکے بعد نہ پھر کسی تبدیلی کا کسی کو اختیار رہتا ہے نہ تنسیخ کا کیونکہ معاہدہ ہے اور معاہدہ کا فسخ جائز نہین ۔

اب آخری حدیث کو سنئے جو اوسی معاہدہ کی تکمیل مین حضرت نے بروز خم غدیر ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمانون بلکہ صحابہ کے سامنے حضرت نے فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اوسکو بخاری صاحب نے بالکل صحیح بخاری سے نکالڈالا ۔

چونکہ کتاب مستطاب عبقات الانوار کی چار ضخیم جلدین اس بابمین تصنیف ہوچکی ہین جن سے اس حدیث کا تواتر اور نص قطعی ہونا خلافت جناب امیر مین مثل آفتاب تابان ثابت وہویدا ہے

اسلئے اسپر کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین - مگر کتاب مستطاب استقصاء الافحام جلد اول صفحہ ۹
مین جو کچھ لکھا گیا ہے اوسکا خلاصہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو بخاری صاحب
کیسے ناصبی تھے ۔ علامہ فرماتے ہین -

عجائب وغرائب تعصبات بخاری سے یہ ہے کہ بخاری نے حدیث غدیر مین جسکے راوی سو
صحابی سے زیادہ ہین - اور جتنے شرائط تواتر ہین المضاعف اوسکے اس مین جمع ہین اور ائمہ
متقدمین وثقات متبحرین اہلسنت نے اسکے متواتر ہونے پر نص کیا ہے جیسا کہ ازہار متناثرہ
فی الاخبار المتواترہ - اور فوائد متکاثرہ فی الاخبار المتواترہ سیوطی - اور شرح جامع صغیر
نور الدین عزیزی اور شرح جامع صغیر مناوی - اور مرقاۃ علی قاری - اور اربعین فی مناقب
امیر المومنین جمال الدین محدث - اور سیف مسلول قاضی ثناء اللہ شاگرد شاہ ولی اللہ
اور اسنی المطالب ابن الجزری سے ظاہر ہے -

باانیہمہ (تواتر وشہرت حدیث غدیر) بخاری نے اوس مین قدح کی ہے چنانچہ ابن تیمیہ
منہاج السنۃ مین لکھتے ہین اما قولہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ فلیس فی
الصحاح لکن ھو مما رواہ العلماء وتنازع الناس فی صحتہ فنقل عن البخاری
وابراھیم الحربی وطائفۃ من اھل العلم انھم طعنوا فیہ وضعفوہ -
یعنی حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ - صحاح مین نہین ہے بلکہ علما نے اوسکی روایت کی
ہے - مگر علمانے اسکی صحت مین نزاع کیا ہے بخاری اور ابراہیم حربی نے اور ایک گروہ اہل
علم نے اوسکی تضعیف کی ہے اور طعن کی ہے -

مگر الطاف خفیہ خالق بریہ سے یہ ہے کہ خود علما وثقات اہلسنت نے اسکی تصریح کی ہے کہ صحت
حدیث مین نہین کلام کیا ہے مگر متعصب جاحد نے جسکے کلام کا اعتبار نہین چنانچہ مرزا
محمد بدخشانی کہ بتصریح فاضل رشید عظماے اہلسنت سے ہین نزل الابرار مین بذیل ذکر
حدیث غدیر فرماتے ہین ھذا حدیث صحیح مشہور ولم یتکلم فی صحتہ الا متعصب
جاحد لا اعتبار بقولہ فان الحدیث کثیر الطرق وقد استوعبھا ابن عقدۃ
فی کتاب مفرد وقد نص الذھبی علی کثیر من طرقہ بالصحۃ ورواہ من

الصحابۃ عدد کثیر۔

یعنی یہ حدیث مشہور رہے۔ کسی نے اسکی صحت میں کلام نہیں کیا مگر جاحد متعصب نے کہ اوسکے کلام کا اعتبار نہیں۔ کیونکہ حدیث بہت سے طریق سے وارد ہے اور ابن عقدہ نے ایک خاص کتاب مین اسکے طرق کو جمع کیا ہے اور ذہبی نے اکثر طرق کی صحت پر نص کیا ہے اور صحابہ سے عدد کثیر نے اسکی روایت کی ہے۔

تو اب انصاف کرنا چاہیئے کہ تعصب وجود وجہ اعتبار بخاری مین کیا عذر رہا جنہون نے بنص ابن تیمیہ اس حدیث کی صحت مین طعن کیا۔ حالانکہ بنص مرزا محمد بدخشانی طعن کرنیوالا حدیث غدیر مین متعصب جاحد ہے جسکے کلام کا کوئی اعتبار نہیں۔ تو الحمد للہ ساری بخاری تشریف لیگئی۔

علامہ محمد بن محمد بن محمد بن یوسف معروف بابن الجزری صاحب کتاب النشر فی القرات العشر کہ اکابر ائمہ سنیہ واعاظم علماء متبحرین اہلسنت سے ہین کتاب اسنی مطالب مین فرماتے ہین جیسا کہ علامہ شوستری قاضی نور اللہ نور اللہ مرقدہ نے مصائب النواصب مین تحریر فرمایا ہے۔

کیف لا یکون الحدیث من الصحاح وقد رواہ احمد بن حنبل فی مسندہ بالکثر من خمس عشرۃ طریقا وابن عقدہ فی مائۃ وخمس طریقا وابن المغازلی فی اثنا عشر طریقا وقال بعد روایاتہ ھذا الحدیث صحیح عن رسول اللہ وکذا رواہ الثعلبی فی تفسیرہ وقد صنف الشیخ الفاضل ختم المحدثین محمد الجزری الشافعی فی ذلک رسالۃ وقد اثبت فیہا تواتر ھذا الحدیث من سبعین طریقا ونسب منکرہ الی الجھل والعصبۃ۔

یعنی کیونکر یہ حدیث صحیح نہین ہوسکتی حالانکہ امام احمد بن حنبل نے مسند مین پندرہ طریق سے زیادہ اسکی روایت کی ہے۔ اور ابن عقدہ نے ایک سو پانچ طریق سے۔ اور ابن المغازلی نے بارہ طریق سے اور بعد نقل روایات کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے رسول اللہ سے اسی طرح ثعلبی نے اپنی تفسیر مین اسکی روایت کی ہے اور شیخ فاضل ختم المحدثین محمد جزری شافعی نے ایک خاص رسالہ لکھا ہے جس مین ستر طریق سے اسکے تواتر کو ثابت کیا ہے اور منکر

روایت کو جاہل ومتعصب کہا ہے۔ تمام ہوا خلاصۃ الاستقصاء الافحام۔

اسکے بعد علامہ نے ابن الجوزی کی مدح وتوصیف کو کتب رجال اہلسنت سے ثابت کیا ہے جس اون کی جلالت قدر ظاہر ہے۔ مگر بخیال اختصار ہم اوسکو نہین لکہتے۔

مگر اہل فہم کے سمجھنے کو یہی کافی ہے کہ بخاری نے جب حدیث غدیر ایسی حدیث متواتر کو جسکے راوی سو صحابی ہین۔ درج صحیح بخاری نہ کیا بلکہ اوس مین قدح کی جس سے خود جاہل متعصب قرار پائے تو اگر حدیث ھذا علی اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوہ۔ کو نہ لکہا تو کیا جائے تعجب ہے۔ کیونکہ حدیث خلیفتی تو ایسی حدیث تھی جس مین وہ عذر بھی نہین چل سکتا جو حدیث غدیر مین کیا جاتا ہے۔

اس سے بھی آپ سمجھ سکتے ہین کہ اہلسنت مین جو بخاری کی اسقدر قدر ومنزلت ہے اسی وجہ سے کہ ناصبیت وخارجیت کی پہلی معلومی کتاب ہے۔ ورنہ اسکے قبل کی جتنی کتابین ہین خواہ مسند امام احمد بن حنبل ہو یا دوسری مولفات وہ ایسی نہ تھین۔ چنانچہ آپنے ملاحظہ کیا کہ مسند احمد مین خلیفتی والی حدیث بھی موجود ہے اور حدیث غدیر تو پندرہ طریق سے ہے مگر بخاری نے دونوکو نکال ڈالا۔

بخاری اگر حدیث خلیفتی والی حدیث مین یہ عذر کرین کہ چونکہ اسکے راوی صرف جناب امیرؑ ہین کیونکہ اوس وقت بجز جناب امیرؑ اور حضرت خدیجہ وزید کوئی مسلمان نہ تھا تو اگرچہ اس عذر سے بخاری کا ایمان زائل ہوتا ہے۔ مگر ایکساعت سے قابل توجہ ہے۔ نہ معلوم حدیث غدیر مین کیا عذر کر سکتے ہین جسکے راوی سو صحابی سے زیادہ ہین کیا اون سب کو بھی بخاری نے بے ایمان سمجھا تھا کہ جناب امیرؑ کی تعریف مین بے ایمانی کرینگے حالانکہ بخاری کو ایسی عداوت بھی جناب امیرؑ سے معلوم تھی۔

اگر بخاری کے عذر کو ہم ایک منٹ کیلئے تسلیم بھی کر لین کہ اونکو جناب امیرؑ کی روایت پر اطمینان نہ تھا۔ تو پھر اسکی کیا وجہ بتا سکتے ہین کہ اونہون نے ابن عباس کی روایت کو لیا جو نہ اوس وقت موجود تھے نہ پیدا ہوے تھے بلکہ سات آٹھ برس بعد پیدا ہوے۔

اور یہ بھی نہ خیال کیا کہ آخر ابن عباس نے اس واقعہ کو سنا تو کس سے سنا خود رسول سے

یا اور کسی سے کیونکہ شاہد واقعہ اہل اسلام سے تو یا رسول اللہؐ تھے یا جناب امیرؑ۔
اگر اس سے بھی ہم قطع نظر کرلین تو پھر اسکی کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ اس غیر صحیح روایت کو اونھون نے دس بارہ طریق سے صحیح بخاری مین بھر دیا اور ناحق حجم کتاب اسقدر بڑہا دیا کہ دیکھکر انسان گھبرا جاے اور کوئی فائدہ اوسکو نہ حاصل ہو۔

افسوس کہ بخیال اختصار ہم زیادہ تشریح اس ناصبیت بخاری کی یہان نہین کر سکتے کہ کس طرح اونھون نے حدیث غدیر سے اپنی کتاب کو خالی رکھا مگر بعض فوائد کتاب مستطاب عبقات الانوار کا تذکرہ یہان ضروری ہے۔

صفحہ ۱۲ جلد اول عبقات الانوار مین جناب علامہ یہ عبارت ابن المغازلی تحریر فرماتے ہین قال ابو القاسم الفضل بن محمد هذا حديث صحيح عن رسول الله وقد روى حديث غدير خم عن رسول الله نحو مائة نفس منهم العشرة وهو حديث ثابت لا اعرف له علة تفرد على رض بهذه الفضيلة لم يشركه احد انتهى
کہا ابو القاسم فضل بن محمد نے کہ یہ حدیث صحیح ہے رسول اللہؐ سے۔ اور حدیث غدیر کو رسول اللہؐ سے سو آدمیون نے روایت کیا ہے جس مین عشرہ مبشرہ بھی داخل ہین اور یہ حدیث ثابت ہے کہ اس مین کوئی علت نہین۔ صرف حضرت علیؑ اس فضیلت کے ساتھ متفرد ہوے کوئی دوسرا آپکا شریک نہین ہے۔

صفحہ ۱۳ مین ابن المغازلی کی توثیق ثابت کی ہے انساب سمعانی، تراجم الحفاظ کشف الظنون سے۔ پھر اون لوگون کے نام لکھے ہین جنھون نے ان سے روایت کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ ابن المغازلی نہایت مشہور و معروف و متدین علماے اہلسنت سے ہین۔
صفحہ ۱۴ مین ابن عقدہ کی اس تصریح کو تحریر فرمایا کہ اونھون نے ایک سو پانچ طریق سے اسکی روایت کی ہے۔ پھر اون صحابہ کا نام لکھا جن سے ابن عقدہ نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ پھر خود ابن تیمیہ کے کلام سے اسکو ثابت کیا وقد صنف ابو العباس بن عقدة مصنفا فى جمع طرقه کہ ابن عقدہ نے ایک خاص کتاب جمع طرق حدیث غدیر مین لکھی ص ۱۸

پھر ابن حجر عسقلانی کے کلام سے اس کتاب ابن عقدہ کی تصریح ثابت کی وقد استوعبہا فی کتاب مفرد وکثیر من اسانیدھا صحاح وحسان ص۱۹۵
کہ ابن عقدہ نے ایک کتاب مفرد اس حدیث کے جمع طرق مین لکھا ہے جسکی اکثر سندین صحیح اور حسن ہین۔

چونکہ خواجہ نصر اللہ کابلی نے ابن عقدہ کو رافضی لکھدیا تھا۔ اسلئے علامہ نے یہان دریا بہا دیا کہ پہلے تو اون لوگون کا نام اور اون کی عبارتین لکھین جنھون نے اس مضمون کو لکھا تھا کہ ابن عقدہ نے ایک خاص تصنیف اس مادہ مین لکھی۔ پھر ابن عقدہ کی توثیق اور توصیف کتب اہلسنت سے اس طرح ثابت کی کہ انسان مبہوت ہو جائے ملاحظہ ہو ص۱۹ لغایت ص۲۲

آخری عبارت طبقات الحفاظ سیوطی ہے ابن عقدہ حافظ العصر والمحدث البحر ابو العباس احمد بن محمد بن سعید الکوفی مولی بنی ھاشم ابوہ نحوی صالح یلقب عقدہ سمع امما لا یحصون وکتب العالی والنازل حتی عن اصحابہ وکان الیہ المنتہی فی قوۃ الحفظ وکثرۃ الحدیث ورحلتہ قلیلہ الف وجمع حدیث عنہ الدارقطنی وقال اجمع اہل الکوفۃ انہ لم یر بہا من زمن ابن مسعود الی زمنہ احفظ منہ وعندہ احفظ مائۃ الف حدیث باسنادھا واجیب عن ثلثمائۃ الف حدیث من حدیث اہل البیت وبنی ھاشم وقال ابو علی ما رایت احفظ منہ بحدیث الکوفیین وعندہ تشیع ولد سنہ ۲۴۹ ومات فی ذی القعدہ سنہ ۳۳۲ اثنین وثلاثین وثلاثمائۃ۔

کہ ابن عقدہ اپنے وقت کے حافظ۔ اور محدث بحر (دریا) ہین نام وکنیت ابو العباس احمد بن محمد بن سعید کوفی ہین غلام تھے بنی ہاشم کے۔ ان کے باپ نحوی صالح تھے لقب انکا عقدہ تھا اتنے لوگون سے انہون نے حدیثین سنین کہ ونکا احصا نہین ہو سکتا قوت حافظہ اور کثرۃ حدیث مین منتہائی الحدیث تھے ان سے دارقطنی نے روایت کی ہے (یہ وہی دارقطنی ہین جنھون نے دوسو سے زیادہ حدیث صحیح بخاری پر اعتراض کیا) دارقطنی کہتے ہین کہ اجماع

گیا ہے اہل کوفہ نے کہ زمانہ ابن مسعود صحابی سے انکے زمانہ تک کوئی ان سے بڑھکر حافظ حدیث نہین ہوا۔ خود دارقطنی کہتے ہین کہ لاکھ حدیث ابن عقدہ مع سند یاد رکھتے ہین اور تین لاکھ حدیث اہلبیت وبنی ہاشم کا ہم جواب دیتے ہین ابو علی کہتے ہین کہ ابن عقدہ سے بڑھکر کوئی حافظ نہین دیکھا گیا۔

پھر حیف ہے کہ ابن عقدہ جو ۲۴۹ھ مین پیدا ہوا اور ۳۳۲ھ مین رگزا سے ملک عدم ہوا اور اوسکو تو ایک سو پانچ طریق سے صحیح حدیث غدیر ملے اور بخاری جو ۲۵۶ھ مین مرے ایک طریق سے بھی یہ حدیث صحیح نہ ملی جو درج صحیح کرسکین حالانکہ انکے استاد امام احمد بن حنبل سے پندرہ طریق سے اسکی روایت کی تو بجز ناصبیت کیا مانع ہوسکتا ہے۔

اسی طرح امام محمد بن جریر طبری نے بھی ایک خاص کتاب طرق حدیث غدیر مین لکھی جسکے نسبت امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ مین لکھتے ہین الف محمد بن جریر فیہ کتابا قال الذھبی وقفت علیہ فاندھشت لکثرۃ طرقہ۔

کہ محمد بن جریر طبری نے ایک کتاب لکھی طرق حدیث غدیر مین جسکے نسبت ذہبی کہتے ہین کہ ہم اس حدیث کی کثرت طرق کو دیکھکر دہشت مین آگئے۔

علامہ ابن کثیر شافعی اپنی تاریخ مین لکھتے ہین انی رایت کتابا جمع فیہ احادیث غدیر خم فی مجلدین ضخمین وکتابا جمع فیہ طرق حدیث الطیر۔

ہمنے ایک کتاب دیکھی طبری کی جس مین حدیث غدیر خم کو دو ضخیم جلدون مین جمع کیا ہے اور ایک کتاب مین طرق حدیث طیر کو جمع کیا ملاحظہ ہو ص ۶۸

انکی وفات ۳۱۰ھ مین ہوئی یعنی بخاری کے باسٹھ برس بعد مگر انکو اس کثرت سے اس حدیث کے طرق ملے کہ دو جلد یا ایک جلد تصنیف کی مگر بخاری کو ایک طریق سے بھی نہ ملی جو درج صحیح بخاری کرتے۔ یا للعجب۔

انتہا تو یہ ہے کہ ابن کثیر شامی ابو المعالی جوینی سے نقل کرتے ہین انہ کان یتعجب ویقول شاھدت مجلدا ببغداد فی ید صحاف فیہ روایات ھذا الخبر مکتوبا علیہ المجلد الثامنۃ والعشرون من طرق من کنت مولاہ فعلی مولاہ ویتلوہ المجلد

التاسع والعشرون۔
کہ ابوالمعالی تعجب کرتے اور کہتے کہ ہمنے بغداد مین ایک صحاف کے پاس ایک کتاب دیکھی جسپر لکھا تھا کہ یہ **اٹھائیسوین جلد** ہے طریق حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ سے اور اسکے بعد اونتیسوین جلد آتی ہے۔
ابوالمعالی شافعی ہین رہگراے ملک عدم ہوے جنہون نے یہ کتاب دیکھی تھی جسپر اٹھائیسوین جلد حدیث غدیر لکھی تھی مگر بخاری کو ایک حدیث بھی صحیح طور پر نہ ملی جو درج صحیح بخاری کر کیا کوئی عاقل مان سکتا ہے۔
اب اس سے بڑھکر کیا ناصبیت بخاری کی دلیل ہوسکتی ہے کہ جو حدیث ابتداے اسلام مین حضرت نے نص خلافت جناب امیرؑ مین فرمایا اوسکو اس طرح بخاری نے حذف کیا اور اوسکی جگہ دس بارہ طریق سے ایک حدیث موضوع کو لکھدیا۔ اور جو حدیث ایسی مشہور و متواتر تھی کہ اٹھائیس اونتیس جلدین صرف اوسکے طرق روایت مین لکھی گئین اوسکو اس طرح خارج کیا حالانکہ مدعی تھے کہ ہمکو سات لاکھ حدیث یاد تھی۔
بہرحال چونکہ حدیث غدیر کا تواتر اور صحت مجلدات اربعہ کتاب مستطاب عبقات الانوار مین اس طرح ثابت کردیا گیا ہے کہ ایک الذ ہے کو بھی اس حدیث مین عذر نہین رہ سکتا۔ لہذا اس تحریر کو یہین ختم کرکے تمامی اہلسنت سے سوال کرتے ہین کہ بجز عداوت جناب امیرؑ کیا باعث تھا جو میان بخاری نے اس حدیث کو درج صحیح نہین کیا۔
تنقید روایات مناقب ثلثہ۔ اگرچہ موقع تو اسکا تھا کہ ہم اون روایات پر بھی تنقیدی نظر ڈالتے جو بخاری نے جناب امیرؑ کی توہین کیلئے روایات موضوعہ کو داخل صحیح کیا مگر بخیال اسکے کہ شاید حیات مستعار وفا کرے مختلف روایتون کے سلسلہ کو چھوڑکر باب المناقب کی شرح کرتے ہین تاکہ معلوم ہو یہ کیسے ایماندار اور بادیانت تھے کہ ایسی ایسی صحیح اور متواتر حدیثون کو تو نہ لکھا جو فضائل و مناقب جناب امیرالمومنینؑ مین تھین۔ اور اون روایتون کو بھردیا جو نہ کسی قاعدہ سے صحیح ہوسکتی ہین نہ مفید مدعا۔
مگر قبل اسکے کہ ہم احادیث فضائل خلفائے ثلثہ پر تنقیدی نظر ڈالین باب فضائل الصحابہ پر

تنقید کرنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو یہان بخاری نے کیا کیا کام کیا ہے۔

باب فضائل اصحاب النبیؐ ومن صحب النبی ورآہ من المسلمین فھو من اصحاب۔ حدثنا علی بن عبداللہ ثنا سفیان عن عمرو قال سمعت جابر بن عبداللہ الانصاری یقول ثنا ابو سعید الخدری قال قال رسول اللہؐ یاتی علی الناس زمان فیغزو فیام من الناس فیقال ھل فیکم من صاحب رسول اللہؐ فیقولون نعم فیفتح لھم ثم یاتی علی الناس زمان فیغزو فیام من الناس فیقال ھل فیکم من صاحب اصحاب رسول اللہ فیقولون نعم فیفتح لھم ثم یاتی علی الناس زمان فیغزو فیام من الناس فیقال ھل فیکم من صاحب من صاحب اصحاب رسول اللہؐ فیقولون نعم فیفتح لھم۔ فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۵۲ مطبوعہ انصاری دہلی۔

یعنی یہ باب فضائل اصحاب نبی کا ہے اور جسنے صحبت پائی رسول کی یا دیکھا آپکو کسی نے مسلمانون سے وہ صحابی ہے۔ حدیث کیا علی بن عبداللہ نے کہ حدیث کیا سفیان نے عمرو سے کہا سنا مین نے جابر بن عبداللہ انصاری کو کہ کہتے تھے حدیث کیا ابو سعید خدری نے کہ کہا رسول اللہؐ نے آئیگا آدمیون پر ایک زمانہ کہ بہت سے لوگ جہاد کیلئے نکلینگے تو کہا جائیگا کیا تم مین کوئی ایسا ہے جسنے صحبت پائی رسول اللہؐ کی تو کہینگے ہان پس فتح ہوگی اونکی۔ پھر دوسرا زمانہ آئیگا اور بہت سے لوگ جنگ کو نکلینگے تو کہا جائیگا کہ کیا تم مین کوئی ایسا ہے جس نے صحبت پائی صحابی رسول کی تو کہا جائیگا کہ ہان۔ تو فتح ہوگی اونکی پھر کچھ لوگ نکلینگے تو کہا جائیگا کیا تم مین کوئی ایسا ہے جس نے صحبت پائی ہے اون کی جو لوگ صحابی کی صحبت مین رہے ہین تو کہا جائیگا ہان پس اون کی بھی فتح ہوگی۔

یہ باب اور یہ عبارت بخاری کی ہے نہ حدیث ہے نہ قرآن۔ بلکہ اجتہاد بخاری ہے جو عام طور پر بخاری پرستون کے یہان مایہ ناز ہے۔ مگر قرآن۔ حدیث۔ لغت سب کے سب اسکی مخالف ہین کیونکہ بتصریح ابن حجر اسم صحبۃ النبی مستحق لمن صحبہ اقل ما یطلق علیہ اسم صحبتہ لغتہ ہے کہ جسنے کچھ بھی صحبت پائی وہ لغتہ صحابی ہے واکان العرف یخص

ذالک ببعض الملازمة اگرچہ عرف اسکو خاص کرتا ہے اون لوگون سے جو کچھ بھی ملازمت رکھین تو کسی طرح صحیح نہین قاموس مین ہے صحبۃ کسمعہ صحابۃ ویکسر وصحبہ بالضم عاشرہ وہم اصحاب ملخصاً
یعنی صحبت مین معاشرت (ساتھ رہنا ضروری ہے) پھر کسی طرح کا ساتھ کیونکر کافی ہوگا۔
اور اگر بالفرض مان لیا جاوے تو صرف دیکھنے والا کیونکر صحابی ہو سکتا ہے جیسا ابن حجر کہتے ہین ویطلق ایضاً علی من راٰہ رویۃ ولو علی بعد یعنی جس نے حضرت کو دیکھا ہو کسی طرح وہ بھی صحابی ہے۔
بخاری کی روایات کا چونکہ زیادہ تر مدار ایسے ہی لوگون کی روایت پر ہے کہ جنہون نے حضرت کو کسی طرح دیکھا ہو اسلئے ایسی تعریف کی کیونکہ آپ تنقید بخاری حصہ اول مین دیکھ چکے ہین روایات عائشہ زیادہ تر اسی قبیل کی ہین۔ اور اس حصہ مین روایات ابن عباس کو ملاحظہ کر چکے کہ جس وقت کا واقعہ ہے اوس وقت وہ پیدا بھی نہ ہوے تھے۔ پھر ایسی روایتین کس مصرف کی ہین۔
اسی لئے زیادہ تر علماے اہلسنت نے اس تعریف بخاری کو غلط کہا چنانچہ ابن حجر لکھتے ہین ومنہم من بالغ فکان لا یعد من الصحابۃ الا من صحب الصحبۃ العرفیۃ۔
یعنی بعض علما نے بہت مبالغہ کیا ہے اس مین اور وہ اون لوگون کو صحابی نہین جانتے ہین جنہون نے صحبت عرفیہ نہین پائی جیسا کہ عاصم احول سے منقول ہے کہ عبداللہ بن سرجس کے بارے مین کہا کہ اس نے حضرت کو دیکھا تھا مگر صحبت نہین پائی جیسا کہ احمد نے روایت کی ہے۔ حالانکہ خود عاصم نے بہت سی روایتین عبداللہ بن سرجس سے لی ہین جو صحیح مسلم مین اور دیگر کتب سنن مین داخل ہین۔
(۲) اسی طرح سعید بن المسیب بھی اوسی کو صحابی جانتے ہین جس نے کم سے کم حضرت کے ساتھ ایک برس رفاقت کی ہو یا کوئی غزوہ کیا ہو۔ ابن حجر لکھتے ہین مگر عمل اسکے خلاف ہے کیونکہ لوگون نے اون سب لوگون کو صحابی گنا ہے جو حجۃ الوداع مین شریک ہوے اور جن لوگون نے صحبت عرفیہ کی قید لگائی اونہون نے بھی ایسے صحابہ سے روایت کی جنہون نے

صرف حضرت کو دیکھا تھا یا ساتھ ہو کر بہت جلد جدا ہو گئے۔ جیسا کہ انس سے روایت ہے کہ کسی نے پوچھا اور بھی کوئی صحابی باقی ہے تو کہا نہین حالانکہ اوس وقت بہت سے ایسے اعراب موجود تھے جنہون نے حضرت سے ملاقات کی تہی۔

ہمین کہتا ہون یہ عجب بات ہے کہ آپ اون کے طرز عمل سے جو بخاری کی راے پر تھے۔ اون لوگون کے قول کو باطل کرتے ہین جو عاصم بن احول و سعید بن المسیب کی راے پر تھے حالانکہ یہ دونو مذہب ہو گیا علما کا پھر ایک مذہب کو دوسرے کے طرز عمل سے کیونکر باطل کر سکتے ہین اب ضرورت تہی کہ آپ قرآن و حدیث سے تصفیہ کرتے مگر افسوس وہ سب آپکے خلاف ہین۔

آپ خود انس کی روایت نقل کر رہے ہین کہ اونہون نے کہا اب کوئی صحابی نہین رہا۔ حالانکہ لکھ رہے ہین بہت سے اعراب موجود تھے جنہون نے حضرت کو دیکھا تھا۔ تو یا قول انس کو صحیح مانئے تو ان لوگون کے دعوی صحابیت سے دست بردار ہو جائیے۔ یا انس کی تکذیب کیجئے تو دو سو سے زیادہ حدیثین بخاری کی جاتی ہین جنکے راوی خود انس ہین۔ کیونکہ جو شخص ایک قول مین کاذب ہے وہ سب مین کاذب ہے۔

اختلاف در تعریف صحابی۔ جس طرح اقتداے صحابہ اہلسنت کیلئے موجب ضلالت ہے کہ خلاف حکم خدا و رسول انکو اپنا مقتدا بنایا اوسی طرح تعریف صحابی ایسی مصیبت ہے کہ کسی طرح تعریف نہین کر سکتے علامہ عینی صفحہ ۵۵ جلد ۷ مین لکھتے ہین کہ تعریف صحابی مین چند قول ہے۔

ایک تو یہی جو بخاری نے کی کہ حضرت کی صحبت پائی۔ یا دیکھا مسلمانون سے وہ صحابی ہین۔

دوسرے من طالت صحبتہ لہ وکثرت مجالستہ مع طریق التبع لہ والاخذ عنہ ھکذا حکاہ ابو المظفر السمعانی عن الاصولیین۔ یعنی صحابی وہ ہین جو بہت ساتھ رہا ہو حضرت کے اور نشست اوسکی زیادہ ہو بطریق تبع و اخذ

آنحضرت سے جیساکہ ابو المظفر سمعانی نے اصولین سے حکایت کیا ہو۔
تیسرے سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ جسنے کم از کم ایک سال یا دو سال حضرت کی خدمت مین قیام کیا اور ایک یا دو غزوہ مین شریک ہوا۔
چوتھے طول صحبت کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اوس نے حضرت سے احکام لئے ہون یہ قول جاحظ ہے۔
پانچوین یہ کہ صحابی وہ ہے جسنے حضرت کو حالت اسلام و بلوغ و عقل مین پایا ہو۔
چھٹے یہ کہ جس نے حضرت کے زمانہ کو پایا حالت اسلام مین اگرچہ حضرت کو دیکھا نہو۔
کیا ان تعریفات کو دیکھکر کوئی کہہ سکتا ہے کہ مذہب اہلسنت مین کوئی امر بھی اجماعی یا اتفاقی ہے۔ حالانکہ ان لوگون نے خلاف حکم خدا و رسول اپنا اصول یہ مقرر کیا ہے کہ جو روایت کسی صحابی سے ملجائے اوسپر ان کے دین و ایمان کا مدار ہے۔ گو اصحابی کو نقل حدیث مین معصوم جانتے ہین کہ جو کچھ وہ کہتا ہے سچ ہے ہرگز اوس نے غلط نہین کہا۔
مگر غور فرمایئے کہ جن صحابہ کی یہ عظمت ہو کہ اون کی روایت گویا وحی آسمانی سمجھی جائے وہ وہی لوگ ہو سکتے ہین جو حضرت کے زمانہ مین پیدا ہوے اگرچہ آپکو دیکھا نہو۔ یا دیکھا ہو مگر کسی طرح حضرت کا ساتھ نہین رہا۔ یا ساتھ رہا تو ایک دو روز یا دو ایک روز ساتھ رہا مگر نہ آپ سے کچھ لیا نہ سنا۔ کیا ایسے لوگ معصوم ہو سکتے ہین کہ جو کہین اوسپر آمنا و صدقنا کہنا چاہئے۔
اسی اصول کا یہ نتیجہ ہے کہ نہ آپکو اہلسنت کے یہان کوئی حدیث بلا اختلاف ملیگی۔ نہ کوئی مسئلہ شرعی۔ بلکہ قرآن کی کوئی آیت بھی ایسی نہ ملیگی جسکی قراءت مین اور معنی مین ہزارون اختلاف نہو۔
یہی وجہ ہے کہ ہزارون کتابین آجتک تحقیقات موضوعات مین تصنیف ہو چکین جن مین صحاح ستہ کی بلکہ خود صحیح بخاری کی روایتین تک داخل ہین۔
یہی وجہ ہے کہ ہزارون فرق اہلسنت مین پیدا ہو رہے ہین اور سب حدیثون سے

علیحدہ ہوتے جاتے ہین یہانتک کہ جو فرقہ اہلحدیث (وہابی) مشہور ہے وہ سب سے بڑھکر دشمن اور مخالف حدیث ہے۔

غلطی بخاری

غرض جو تعریف بخاری نے قایم کی ہے وہ ایسی ہے کہ نہ اسپر اہلحدیث کا اتفاق ہے نہ اہلسنت کا بلکہ ہر شخص کو اعتراض ہے یہانتک کہ ابن حجر ایسا شخص جو دل وجان سے عاشق بخاری ہے وہ بھی غلطی بخاری کا آخر قائل ہوگیا چنانچہ لکھتے ہین وقول البخاری من المسلمین قید یخرج بہ من صحبہ او من رآہ من الکفار فاما من اسلم بعد موتہ منہم فان کان قولہ من المسلمین حالا خرج من ہذہ صفتہ وہو المعتمد ویرد علی التعریف من صحبہ او رآہ مومنا ثم ارتد بعد ذلک ولم یعد الی الاسلام فانہ لیس صحابیا اتفاقا فینبغی ان یزاد فیہ ومات علی ذلک یعنی بخاری نے جو مسلمین کی قید لگائی ہے تو غرض اسکی یہ ہے کہ اون لوگون کو نکالین جنہون نے حضرت کو حالت کفر مین دیکھا۔ رہا وہ شخص جو حضرت کے انتقال کے بعد اسلام لایا پس اگر قول بخاری من المسلمین حال ہو وہ شخص نکل جائیگا اور یہی معتمد ہے۔ مگر اس تعریف پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جسنے حضرت کو حالت اسلام مین دیکھا یا صحبت مین رہا اور وہ پھر مرتد ہوا اور اسلام نہ لایا تو وہ کیونکر نکل سکتا ہے کیونکہ وہ بالاتفاق صحابی نہین ہے۔ لہذا تعریف مین یہ زیادہ کرنا چاہیئے کہ وہ مرا اوپر اسلام ہو۔

جس سے غلطی تعریف بخاری یقیناً ظاہر ہوئی۔ مگر ابن حجر نے کس طرح اون کی عزت قایم رکھتے ہوے یہ اعتراض کیا ہے۔ حالانکہ عینی صاف صاف لکھتے ہین قیل فی کلام البخاری نقص یحتاج الی ذکرہ وہو مات علی الاسلام صفحہ ۵ کہ کلام بخاری مین نقصان ہے جسکا ذکر ضروری ہے۔ وہ جملہ مات علی الاسلام ہے تاکہ وہی لوگ داخل رہین جو اسلام پر مرے۔

خلاصہ یہ کہ بخاری کی تعریف سے جتنے مرتد ہوے حضرت کے زمانہ مین یا حضرت کے

بعد جنھون نے حضرت کو دیکھا تھا وہ سب صحابی ہین۔ کیونکہ یہ سب قیود وغیرہ تو ابن حجر و عینی وغیرہ کے ہین جسکی کسی طرح بخاری پر پابندی نہین لازم آتی۔

شاید یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند مین ربیعہ بن امیہ بن خلف جمحی سے روایت کی جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوا اور حضرت کے ساتھ حجۃ الوداع مین شریک رہا اور حضرت سے حدیث وغیرہ یاد کی مگر بعد وفات آنحضرت زمانہ خلافت خلیفہ دوم مین وہ نصرانی ہوکر روم مین چلا گیا۔ اوس سے امام احمد نے روایت کی ہے جسکی نسبت ابن حجر لکھتے ہین فاخراج حدیث مثل ھذا مشکل ولعل من اخرجہ لم یقف علی قصۃ ارتدادہ صفحہ ۳۵۲

یعنی ایسی روایت کا لکھنا مشکل ہے مگر شاید اونکو قصہ ارتداد نہ معلوم ہو۔ لیکن یہ ایسا بدتر عذر ہے جسکی حد نہین۔ کیونکہ جب امام احمد بن حنبل کو نہ معلوم ہو تو آپ کس شمار مین ہین۔ حالانکہ یہ روایت بقاعدہ بخاری بالکل صحیح ہے کیونکہ موت علی الاسلام کی قید تو اونھون نے لگائی نہین پھر کیون نہ وہ صحابی ہوگا۔

طرہ تو یہ ہے کہ آپ اون لوگون کو صحابی مانتے ہین جنھون نے بعد صحابیت ارتداد کیا اور پھر اسلام لائے مگر حضرت کو نہین دیکھا مثل اشعث بن قیس کے کہ وہ حضرت کے بعد مرتد ہوا اور پھر اسلام لایا تو اوسکو آپ صحابی مانتے ہین لاطباق المحدثین کہ محدثین کا اسپر اتفاق ہے۔ پھر احمد بن حنبل نے اگر ربیعہ بن امیہ سے روایت کی تو کیا قصور ہوا۔ کیونکہ روایت رسول دونون مین مشترک ہے ارتداد بعد الاسلام دونون مین مشترک فرق ہے تو اسقدر کہ یہ دوبارہ مسلمان ہوا وہ نہین مگر روایت تو دوبارہ نہ اسکو حاصل ہوئی نہ اوسکو۔

بخاری نے جو او من راہ کا اضافہ کیا ہے کہ جسنے حضرت کو دیکھا وہ بھی صحابی ہے پھر ابن حجر یہ قید بڑھاتے ہین وھذا کلہ فیمن راٰہ وھو فی قید الحیوۃ الدنیویۃ

اما من راٰہ بعد موتہ وقبل دفنہ فالراجح انہ لیس بصحابی۔

یعنی یہ سب اوسوقت ہے کہ جب حضرت کو حیات مین دیکھا ہو۔ رہا جسنے بعد وفات

دیکھا قبل دفن تو راجح یہ ہے کہ وہ صحابی نہیں ہے - مگر یہ معلوم یہ قید کہاں سے لگائی گئی - کیونکہ بخاری سنے تو عام طور پر کہا ہے من راہ جسنے حضرت کو دیکھا جو عام رہا ہے - پھر حیات وغیرہ کی قید تو محض بیکار ہے - کیونکہ بچہ سہ ماہہ یا ششش ماہہ کا دیکھنا جب ثبوت صحابیت کیلئے کافی ہے حالانکہ اوسکی قوت ممیزہ اتنی نہیں ہے جو پہچان سکے تو اس سے وہ دیکھنے والا بمدارج افضل ہے جسنے بعد موت دیکھا کیونکہ کم سے کم وہ شمایل وصورت تو بتا سکتا ہے بخلاف اوس غیر ممیز طفل کے حالانکہ ایسکو صحابی مان رہے ہیں چنانچہ خود ابن حجر لکھتے ہیں -

صحبت طفل غیر ممیز - هل یشترط فی الرائی ان یکون بحیث یمیز ما راٰہ او یکتفی بمجرد حصول الرویة محل نظر وعمل من صنف فی الصحابة یدل علی الثانی فانہم ذکروا مثل محمد بن ابی بکر الصدیق وانما ولد قبل وفاة النبی بثلاثة اشهر وایام کما ثبت فی الصحیح ان امه اسماء بنت عمیس ولدته فی حجة الوداع قبل ان ید خلوا مکه وذلک فی اواخر ذی القعدة سنة عشرة من الهجرة ومع ذلک فلحادیث هذا الضرب مراسیل والخلاف الجاری بین الجمهور وبین ابی اسحق الاسفرایینی ومن وافقه علی رد المراسیل مطلقا حتی مراسیل الصحابة لایجری فی احادیث هولاء لان احادیثهم لا من قبیل مراسیل کبار التابعین ولا من قبیل مراسیل الصحابة الذین سمعوا من النبی وهذا مما یلغز به فیقال صحابی حدیثه مرسل لا یقبله من یقبل مراسیل الصحابة صہ ج ۳

یعنی دیکھنے والے میں آیا اسکی بھی شرط ہے کہ نہیں کہ وہ تمیز کرسکے یا صرف مجرد حصول رویت کافی ہے جن لوگوں نے اس بار میں کتابیں لکھی ہیں اون کا عمل تو اسی پر ہے کہ مجرد دیکھا ہو چنانچہ محمد بن ابی بکر جو آخر ذی قعدہ سنہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع میں پیدا ہوے قبل داخل ہونے مکہ کے اونکو بھی صحابی لکھا ہے حالانکہ وہ وقت وفات آنحضرت سہ ماہ چند یوم کے تھے -

باایں ہمہ ان لوگون کی حدیثین نہ مراسیل کبار تابعین سے ہین نہ مراسیل صحابہ کے جنہون نے کچھ سنا حضرت سے جن سے وہ اختلاف انکی روایات مین نہین ہے جو جمہور و ابو اسحٰق اسفرائنی مین جاری ہے کہ حدیث مرسل کو نہین قبول کرنا چاہیے اگرچہ وہ مراسیل صحابہ ہو۔ اسیوجہ ایسے اطفال صحابہ کے نسبت گو کہا جاتا ہے کہ یہ صحابی ہے مگر حدیث اوسکی ایسی مرسل ہے کہ جو لوگ صحابہ کے مراسیل کو قبول کرتے ہین وہ بھی اس کو نہین قبول کرتے۔

تو اب یہ کیسی نافہمی ہے کہ وہ لڑکے جو سہ ماسہ یا شش ماہہ تھے وہ تو صحابی بنا دیئے گئے۔ لیکن جسنے حضرت کو بوقت موت دیکھا وہ صحابی نہین ہے حالانکہ بعد موت دیکھنے والا ممیز اور صاحب ادراک ہے۔

دوسرا اعتراض اسپر یہ ہوتا ہے کہ ادراک عام ہے خواہ رویت بیداری مین ہو یا خواب مین اس پر ابن حجر لکھتے ہین کہ جسنے حضرت کو خواب مین دیکھا ہے مگر لا یعد صحابیا ولا یجب ان یعمل بما امرہ فی تلک الحالۃ۔ نہ وہ صحابی شمار ہوگا نہ اوسپر تعمیل اون احکام کی واجب ہوگی جو حضرت حکم دین۔

کسقدر مقام حیرت ہے کہ اسناد بخاری کی تعریف مین تو وہ پل باندہا جاتا ہے کہ اجماع امت کا دعوی کیا جاتا ہے کہ تمام امت نے اسکی صحت کو مان لیا ہے۔ مگر جب کیمیاوی تحلیل کی جاتی ہے تو نہ اون کی روایت صحیح نکلتی ہے نہ اونکا اجتہاد مسلم مانا جاتا ہے۔ پھر نہ معلوم اجماع کیونکر ہوا۔

تقلید بخاری۔ آپنے تنقید بخاری حصہ اول مین تو یہ قصہ ملاحظہ کیا ہے کہ بخاری نے اپنے استاد علی بن مدینی کی کتاب العلل کو اونکے بیٹے کے ذریعہ سے اوڑا یا تھا جسکے بعد صحیح بخاری کے مولف بنے اب اوسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ علامہ ابن حجر لکھتے ہین وقد وجدت ماجزم بہ البخاری من تعریف الصحابی فی کلام شیخہ علی بن المدینی فقرءت فی المستخرج لابی القاسم بن مندہ بسندہ الی احمد بن سیار الحافظ المروزی قال سمعت احمد

بن عینیۃ یقول قال علی بن المدینی من صحب النبی او راٰہ ولو ساعۃ من نہار فھو من اصحاب النبی ۲ صـ۲ـ۳۵

یعنی بخاری نے جو یہ تعریف صحابی کی کی ہے تو اس جزم کی وجہ ہمکو مستخرج ابی القاسم بن مندہ مین یہ ملی کہ اونہون نے اپنے استاد علی بن مدینی کے کلام مین پڑہا کہ صحابی وہ ہے جسنے حضرت کی صحبت پائی یا ایک ساعت بہی دن کو دیکھا تو وہ صحابی ہے۔

اب تو اچھی طرح معلوم ہوا کہ اس تعریف صحابی مین بہی وہ مجتہد نہین ہین بلکہ مقلد ہین اپنے شیخ علی بن مدینی کے جس سے وہ اس تقلید کور کورانہ سے ایسے اغلاط مین مبتلا ہوئے جسکی کوئی انتہا نہین۔

تعداد صحابہ۔ قسطلانی مین ہے وعد فی الصحابۃ من حضر معہ ع فی حجۃ الوداع من اھل مکۃ والمدینۃ وطائف وما بینھما من الاعراب وکانوا اربعین الفا بحصول رویتھم لہ ع وان لم یرھم بل ومن کان موستا بہ من الاسراء ان ثبت انہ ع کشف لہ فی لیلۃ عن جمیع من فی الارض فراہ وان لم یلقہ لحصول الرویۃ من جانبہ صـ۲۳ جلد ۶

یعنی اصحاب مین اون لوگون کو جو حجۃ الوداع مین اہل مکہ و مدینہ و طائف کے اعراب سے شریک ہوئے اور اون کی تعداد چالیس ہزار تہی سبکو صحابی کہا ہے کیونکہ سبہون نے حضرت کو دیکھا تھا اگرچہ خود حضرت نے اونکو نہ دیکھا بلکہ جو لوگ شب معراج حضرت پر ایمان لا چکے تھے وہ سب صحابی ہین اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت کو کشف ہوا کل اون لوگون کا جو زمین مین تھے پس حضرت نے اونکو دیکھا اگرچہ اون لوگون نے حضرت ملاقات نہ کی ہو۔ کیونکہ حضرت نے تو دیکھا تھا۔

خلاصہ اس تحقیقات کا یہ ہے (۱) ابہی تک اہلسنت کے یہان اسی کی تحقیق نہوئی کہ صحابی کون ہے۔ کیونکہ جو تعریف کی گئی اوسپر اعتراض موجود ہے۔

(۲) اہلسنت نے اون لوگون کو اپنا مقتدا و پیشوا بنایا ہے جنکو حضرت نے دیکھا تک نہین نہ اوہنون نے حضرت سے کوئی حدیث سنی۔ مگر جو کچھ اوخون نے بیان کیا سب پر اہلسنت کا ایمان ہے۔ پھر ایسا مذہب کس خطاب کا مستحق ہوسکتا ہے۔

(۳) بخاری کی تعریف خود اہلسنت کے یہان کسی طرح قابل قبول نہین۔ پھر نہ معلوم ایسی کتاب کو اصح الکتب بعد کتاب الباری صحیح البخاری کا لقب کس قاعدہ سے دیا گیا باقی مطالب تحقیقات سابقہ سے ظاہر ہے۔

اب ہم اصل حدیث پر آتے ہین جس سے معلوم ہو کہ جو اجتہاد بخاری نے بتقلید اپنے دوستان کے قایم کیا ہے وہ کسی طرح ان احادیث سے ثابت نہین ہوتا۔

ابن حجر لکھتے ہین ثم ذکر المصنف فی الباب ثلاثۃ احادیث یعنی یہان بخاری نے تین حدیث لکھا ہے۔ پہلی حدیث یہی ہے جو حضرت جابر سے منقول ہے جسپر ابن حجر لکھتے ہین وقد تقدم ضبطہ فی باب من استعان بالضعفا یعنی یہ حدیث پہلے کتاب الجہاد مین مذکور ہو چکی ہے۔

مگر جب وہان آتے ہین تو عجب طرح کا خبط دیکھا جاتا ہے کہ باب باندھا جاتا ہے باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب کا صفحہ ۸۸ فتح الباری جلد کہ یہ باب اسکا ہے کہ جسنے اعانت لی ضعفا و صالحین سے حرب مین۔ اور ایک حدیث بھی اسکے ساتھ ہے کہ حضرت نے فرمایا ھل تنصرون و ترزقون الا بضعفائکم کہ تمھاری مدد جو کی جاتی ہے یا رزق جو کچھ ملتا ہے وہ ضعفا کے ذریعہ سے جو باب کے مناسب ہے۔ پھر اس کے بعد اس حدیث کو لکھا جس سے کوئی مناسبت ہی نہین مگر چونکہ ایک طرح کی فضیلت صحابہ کی نکلتی تھی اسلئے دونون جگہ درج کر دیا۔

اب کون ہے جو پوچھے کہ صاحب ایک ہی حدیث کو دو یا تین جگہ پر لانا کونسی عقلمندی ہے کیا حدیثون مین کمی تھی۔ یا آپکے اجتہاد مین کیونکہ اس حدیث کو

باب علامات النبوۃ مین بھی لکھا ہی۔

فرق ہی تو اسقدر کہ حدیث اول کے پہلے راوی عبد اللہ بن محمد مسندی ہین اور اور حدیث دوم کے علی بن عبد اللہ ورنہ باقی راوی ایک ہی ہین۔

ابن حجر شرح صحیح حدیث اول مین لکھتے ہین قال ابن بطال ھو کقولہ فی الحدیث الاخر خیر کم قرنی ثم الذین یلونھم لانہ یفتح للصحابۃ بفضلھم ثم ستابعین بفضلھم قال ولذلک کان الصلاح و الفضل والنصر للطبقۃ الرابعۃ اقل فکیف بمن بعدھم و اللہ المستعان ص۶ جلد ۳

کہا ابن بطال نے کہ یہ حدیث مشابہ اوس حدیث کے ہی جو اسکے بعد ہے خیر کم قرنی (اُسکی شرح آیندہ مذکور ہوگی) کیونکہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے لیے فتوحات ہونگے اسلیے صلاح ونصرت وفضل طبقہ رابعہ کیلیے کم ہی تو اُنکے بعد کا کیا کہنا جاے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حدیث کہانتک صحیح ہے کیونکہ دو ہی احتمال ہو سکتا ہی شرکت صحابہ وفتوحات مین تلازم ہے یا اقتران ہے۔ تلازم تو قرآن سے اور نیز تاریخی واقعات سے باطل ہے کیونکہ خدا فرماتا ہی واللہ یوید بنصرہ من یشاء کہ خدا جسکو چاہتا ہے اپنی نصرت سے تائید کرتا ہی وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم یعنی نصرت تو خداے عزیز وحکیم ہی کی طرف سے ہی۔

رہے واقعات تو تمام عالم کو معلوم ہی خود رسول اللہ جنگ احد مین تشریف فرما تھے اور سائر صحابہ مگر لشکر اسلام کو شکست ہوئی۔ جنگ حنین مین بھی پہلے شکست ہوئی جنگ خیبر مین شیخین کئی مرتبہ علم لیکر گئے مگر شکست کھا کر واپس آئے۔ پھر کون کہہ سکتا ہی کہ ایسی حدیث جو قرآن حدیث وتواریخ کے خلاف ہو وہ صحیح ہو سکتی ہے۔

زیادتی مسلم صحیح مسلم مین لیکر چوبہ اور بڑھایا گیا ہی صحابہ تابعین تبع تابعین تبع تبع تابعین جسکا لفظ اسطرح ہی ثم یکون البعث الرابع ص۳۰۸ جلد ۲

ابن حجر اسپر لکھتے ہین وھذہ الروایۃ شاذۃ واکثر الروایات مقتصر علی الثلثۃ ص۳۵۳ یعنی یہ روایت شاذ ہی۔ اکثر روایات صرف تین ہی پر منحصر ہے۔ مگر نہ معلوم کہ جب یہ روایت

خود صحیح مسلم کی ہی تو وہ شاذ کیونکر ہو سکتی ہی کیونکہ حدیث صحیح تو وہی ہے جو جملہ علت شذوذ وغیرہ سے پاک ہو۔

طرہ تو یہ ہی کہ ابن حجر مصنف ابن ابی شیبہ سے بھی اسی مضمون کی روایت کرتے ہیں جسکو بسند حسن روایت کیا ہے۔ مگر اوسکو بھی نہین مانتے حالانکہ قواعد مقررہ سے ہے کہ روایت حسن اگر طرق متعددہ سے مروی ہو۔ تو وہ صحیح بن جاتی ہی۔ مگر یہان روایت صحیح اور حسن دونو ہی لیکن بوجہ مخالفت صحیح بخاری وہ شاذ قرار پاتی ہی۔

نظر برین حالات کون کہہ سکتا ہی کہ یہ روایت صحیح ہی جو تماسر مخالف قرآن و حدیث و تواریخ ہے کیونکہ محض شرکت صحابہ یا تابعین سے تو کبھی بھی فتح نہین ہوئی نہ عہد رسول اللہ مین نہ بعد آنحضرت۔ بلکہ شکست و فتح ہمیشہ اسی قاعدہ سے ہوئی جو خدا نے مقرر کیا ہی وما النصر الامن عند الله العزیز الحکیم

طرہ تو یہ ہی کہ خداوند عالم صحابہ کے حالات کو تو اس وضاحت سے فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل الله اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الاخرۃ فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما ویستبدل قوما غیرکم ولا تضروہ شیئا والله علی کل شئی قدیر۔ سورہ براءت

یعنی اے مومنین تمھین کیا ہوا ہی کہ جب تم سے کہا جاتا ہی خدا کی راہ مین جہاد کیلیے نکلو تو تم زمین پر بوجھل ہوکہ گرجاتے ہو۔ کیا راضی ہوے تم زندگانی دنیا پر آخرت سے حالانکہ دنیا کی زندگی کا فائدہ آخرت کے مقابل مین بہت کم ہی۔ اگر تم جہاد کیلیے نہ نکلوگے تو خدا تمپر عذاب الیم نازل کریگا اور تمھارے بدلے دوسری قوم لائیگا اور تم خدا کو ضرر نہین پہونچا سکتے وہ ہر شے پر قادر ہے۔

کیا غضب ہی کہ خداوند عالم تو ان صحابہ کی اس طرح مذمت کرے کہ جب انسے جہاد کیلیے کوچ کرنے کو کہا جاتا ہی تو وہ زمین پر بوجھل ہو کر گرے جاتے ہین اور حضرت انکی یہ تعریف فرمائین کہ صرف صحابہ کی شرکت سے فتح ہو جائیگی۔ تو پھر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ حدیث کسطرح

بھی صحیح ہو آخر مین ہم انشاء اللہ دیگر آیات و روایات کو لکھین گے جس سے پورے طور پر اس
حدیث کی حقیقت کھل جائیگی۔

حدیث ثانی صحیح بخاری حدثنا اسحق بن راھویہ ثنا النضر انا شعبۃ عن ابی جمرہ
سمعت عمران بن حصین قال قال رسول اللہ خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم
ثم الذین یلونہم قال عمران فلا ادری اذکر بعد قرنہ مرتین
او ثلاثا ثم ان بعدکم قوما یشھدون ولا یستشھدون ویخونون ولا یؤتمنون
وینذرون ولا یفون ویظھر فیھم السمن

یعنی عمران بن حصین سے روایت ہی کہ فرمایا رسول اللہ نے بہترین امت ہمارا قرن ہی
پھر جو اسکے بعد ہو۔ پھر وہ جو اسکے بعد ہو۔ کہا عمران نے ہم نہین جانتے کہ حضرت نے بعد اسکے
دو قرن فرمایا یا تین۔ پھر اسکے بعد ہے کہ بعد کے ایسی قوم ہوگی جو خود شہادت دے گی اور کوئی
اون سے گواہی نہ لیگا۔ امانت مین خیانت کرین گے۔ نذر کرین گے مگر وفا نہ کرینگے انمین
ظاہر ہوگی موٹائی۔

تمامی فضائل و مناقب صحابہ کا دار و مدار اسی حدیث پر ہے جسکے فروعات سے حدیث اول
بھی ہے اور حدیث ثالث بھی۔ کیونکہ انمین عموم خیریت صحابہ مذکور ہے۔

جرح سند راوی اول اسحق ہین۔ مگر صحیح بخاری مین بلا قید ابنیت درج ہی
جسپر عسقلانی قسطلانی کہتے ہین کہ مراد اس سے اسحق بن راہویہ ہین جو بخاری کے استاد تھے
۱۶۱ھ ولادت وفات ۲۳۸ھ

تعریف مین ان کی مدح و ثنا کا پل باندھا گیا ہے مگر علامہ ابن حجر عسقلانی
تہذیب التہذیب مین لکھتے ہین ولا ریب ان اسحاق کان یحدث الناس من حفظہ
فلعلہ اشتبہ علیہ اللہ اعلم ص ۲۱۹

انھون نے یہ حدیث بیان کی کہ آن حضرت جب سفر مین ہوتے اور ظہر اور عصر مین جمع کرنا
چاہتے تو ظہر مین اسقدر تاخیر کرتے کہ وقت عصر آجاتا۔ اس حدیث پر اعتراض ہوا تو یہ
جواب دیا گیا کہ اسحق بن راہویہ اپنی یاد پر حدیثین بیان کرتے لہذا ممکن ہے کہ اون کو

حدیث ثانی

اشتباہ ہوا تو پھر اس حدیث پر کیونکر اعتماد رہ سکتا ہے خصوصًا جب کہ داعی وضع موجود ہو کہ حدیث وضعی بنائیں۔

نافہمی ابن راہویہ طبقات الشافعیہ سبکی مین ہو قال الحاکم ابو عبد اللہ اسحاق بن راھویہ وابن المبارک و محمد بن یحیی ھولاء دفنوا کتبھم صـ۳۳۵ جلد اول یعنی اسحاق بن راہویہ۔ ابن المبارک۔ محمد بن یحیی نے اپنی کتابون کو زیر زمین دفن کر دیا تھا پھر بتائیے کہان تک انکی حدیثون پر اعتماد رہ سکتا ہے۔ طبقات شافعیہ مین ایک مناظرہ ان کا اور امام شافعی کا لکھا ہے جسکا ایک فقرہ یہ ہو فقال لشافعی لبعض الحاضرین من ھذا فقیل اسحق بن ابراھیم الحنظلی فقال الشافعی انت الذی یزعم اھل خراسان نفقیھھم قال اسحق ھکذا یزعمون فقال الشافعی ما احوجنی ان یکون غیرک فی موضعک فکنت امو بعرک اذنیہ اقول قال رسول اللہ وانت تقول قال عطاو طاوس والحسن وابراھیم وھل لاحد مع رسول اللہ حجۃ فقال اسحق اقراء سواء العاکف فیہ والباد فقال الشافعی ھذا فی المسجد خاصۃ وعن داود بن علی الاصفھانی انہ کان یقول ان اسحق لم یفھم احتجاج الشافعی صـ۲۳۶ جلد اول

قصہ اسکا یہ ہو کہ اسحق نے بہت کچھ تقریر کی شافعی سنتے رہے آخر مین اسحق نے کہا یہ مردک کچھ صاحب کمال نہین ہو (مردک لفظ فارسی ہو جو بغرض تحقیر کہا جاتا ہے اور شافعی فارسی نہ جانتے تھے) شافعی نے سمجھا کہ اسنے ہماری مذمت کی تب کہا کہ کیا تم مناظرہ کرنے آئے ہو اسحق نے کہا ہان تب مناظرہ شروع ہوا شافعی نے حدیث رسول کو بیان کیا اسحق نے قول عطا۔ طاوس۔ حسن بصری۔ ابراہیم وغیرہ کو پیش کیا اسپر شافعی نے حاضرین سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہی۔ تو کہا اسحق بن ابراہیم حنظلی (ابن راہویہ) ہے تو شافعی نے کہا اسکو اہل خراسان فقیہ کہتے ہین۔ اسحق نے کہا ہان ایسا ہی لوگ گمان کرتے ہین شافعی نے کہا کاش دوسرا شخص تیری جگہ پر ہوتا تو ہم حکم دیتے کہ اس کا کان مل دو کیونکہ ہم تو حدیث رسول بیان کرتے ہین اور تم قول عطا۔ طاوس۔ حسن بصری۔ ابراہیم لاتے ہو

اسحق نے کہا خدا فرماتا ہے سواء العاکف فیہ والباد شافعی نے کہا کہ یہ حکم تو خاص مسجد کے بارے مین ہے۔ داود بن علی اصفہانی کہتے ہین۔ اسحق نے مطلب ہی نہ سمجھا تھا استدلال شافعی کا تو کیا ایسے شخص کی روایت بھی قابل قبول ہو سکتی ہے۔

شافعی کو تو صرف اسی پر تعجب ہوا تھا کہ حدیث رسول ؐ کے مقابلہ مین تابعین کے اقوال پیش کیئے جاتے ہین حالانکہ عام طور پر مذہب اہل سنت یہی ہے کہ حدیث رسول بلکہ قرآن کی صریح آیت قول صحابہ خصوصًا عمر سے اور اقوال تابعین سے رد کر دی جاتی ہے۔

مگر اوس سے مزہ دار یہ استدلال ہے جو اسحق بن راہویہ نے پیش کیا کہ جب شافعی نے کہا قول رسول اللہ کے مقابلہ مین کسکا قول حجت ہو سکتا ہے تو جھٹ سے آیہ سواء العاکف فیہ والباد کو پیش کیا جو احکام حج مین ہے کہ ہمنے مسجد حرام کو سبکے لئے عبادت گاہ بنایا ہے خواہ اوسمین رہنے والے ہون یا باہر کے رہنے والے۔ اسکو انھون نے کس فہم سے اسکی دلیل قرار دیا کہ رسول اللہ اور تابعین مساوی ہین۔

دیکھیے خوخیال انھون نے بمقابلہ شافعی ظاہر کیا تھا کہ حدیث رسول کا جواب قول تابعین سے دیا اور مساوات رسول و تابعین آیہ سواء العاکف فیہ والباد کو پیش کیا وہی خیال اس حدیث مین ظاہر کیا جاتا ہے خیر القرون قرنی اسحق بن راہویہ کی نافہمی اسقدر بڑھی تھی کہ اوسی طبقات شافعیہ مین ہے ص ۲۳۷

ولا یخفی ان السکوت من الشافعی تسجیل علی اسحق بان اعتراضہ فاسد الوضع فلم یستحق جوابا وھذا شان الخارج عن البحث عند الجدلیین فانہ لا یقابل بغیر السکوت ورب سکوت ابلغ من نطق ومن ثم رجع الیہ اسحق ولو کان السکوت لقیام الحجہ لا کذ ذلک ماعند اسحق یعنی اس سے معلوم ہوا کہ شافعی نے جو بمقابلہ اسحق سکوت کیا تو اس غرض سے کہ معلوم ہو کہ اوسکا اعتراض فاسد ہے جو قابل جواب نہین ہے کیونکہ یہی شان علما ہے جب کلام خلاف قاعدہ ہوتا ہے اسپر سکوت کرتے ہین کیونکہ اکثر سکوت ایسا ہوتا ہے جو کہنے سے زیادہ مفید ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسحق نے اخر مذہب شافعی کو مان لیا کیونکہ اگر شافعی کا سکوت بغرض مغلوبیت ہوتا تو اوربھی اسحق کا

خیال تیز ہو جاتا اور اپنے حکم پر قائم رہتے۔

یہ حال تو اسحق بن راہویہ کا ہی جو بخاری کے استاد تھے جنکی روایت کی وہ حالت کہ اشتباہ کرتے۔ فہم کی یہ حالت کہ بات نہ سمجھتے۔ عقیدہ کی یہ کیفیت کہ رسول اللہ کو اور تابعین کو ساوی جانتے اور اسپر قرآن سے استدلال کرتے۔ پھر جیسی انہوں نے حدیث فضائل صحابہ وتابعین مین لائین وہ کم ہی۔

راوی دوم نضر بن شمیل ہین میزان الاعتدال ذہبی مین ہی صفحہ ۲۳۱ جلد ۳۔

النظر بن شمیل شیخ اہل مرو یروی عن جماعۃ من صغار التابعین ثقۃ حجۃ محتج بہ فی الصحاح ولولا ان العقیلی ذکرہ ما ذکرتہ

یعنی یہ شیخ اہل مرو ہین جو روایت کرتے ہین صغار تابعین سے۔ حجۃ ہین جنسے احتجاج کیا گیا ہے صحاح مین اگر عقیلی نے اون کو ضعفا مین نہ ذکر کیا ہوتا تو ہم نہ ذکر کرتے جس سے معلوم ہوا کہ عقیلی نے اونکو ضعیف کہا ہی اور ذہبی اسوجہ سے انکی توثیق کرتے ہین کہ صحاح کے رواۃ مین ہین جو خود از قبیل مصادرہ علی المطلوب ہی کہ فلان موثق ہی کیونکہ راوہ صحاح ہے ہی اور یہ کتاب صحیح ہی کیونکہ راوی موثق ہین۔

سنہ ۲۰۴ھ مین ان کی وفات ہی مرو کے قاضی تھے جو کافی ہی انکے اعتبار کے لیے کیونکہ قاضی عموماً راسی اور اغی ہوتے ہین۔

راوی آخر عمران بن حصین صحابی ہین جو ابوہریرہ کے ساتھ اسلام لائے مگر کافی ہی انکے شرف کے لیئے کہ ابن زیاد نے انکو قاضی مقرر کیا تھا جیسا کہ اصابہ مین ہے صفحہ ۲۶ جلد ۵

اس سلسلہ سے معلوم ہوا کہ رواۃ اس روایت کے ویسے ممدوح نہ تھے جس سے یہ حدیث صحیح کہی جا سکے بلکہ بعض مجروح ہین۔

شرح اس حدیث مین لفظ قرن ہی جسمین بہت کچھ اختلاف ہی بعض دس برس کہتے ہین بعض زیادہ یہانتک کہ اکیس بیس برس تک مگر بروایت مسلم سو برس کو ایک قرن کہتے ہین

ابن حجر لکھتے ہین والمراد بقرن النبی فی ہذا الحدیث الصحابۃ وقد سبق فی صفۃ النبی قولہ وبعثت فی خیر قرون بنی آدم وفی روایۃ بریدہ عند احمد

خیر ھذہ الامۃ القرن الذی بعثت فیھم وقد ظہران الذی بین البعثۃ وآخر من مات من الصحابۃ مائۃ سنۃ وعشرون سنۃ اودونھا او فوقھا بقلیل علی الاختلاف فی وفاۃ ابی الطفیل وان اعتبر ذلک من بعد وفاتہ ؐ فیکون مائۃ سنۃ تسعین اوسبعا وتسعین فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۲۵۳۔

کہ مراد قرن نبی سے اس حدیث مین زمانہ صحابہ اور صفت نبی مین یہ حدیث گذر چکی ہے کہ حضرت نے فرمایا ہم بہترین قرن بنی آدم مین مبعوث ہوے اور روایت احمد مین ہی کہ بہترین قرون وہ ہی جسمین ہم مبعوث ہوے۔ اور ظاہر ہوا حضرت کی بعثت اور آخر صحابہ کی وفات مین ایکسو بیس برس کا فرق ہے یا کچھ کم یا کچھ زیادہ بنا براوس اختلاف کے جو وفات ابو الطفیل مین ہی کہ (بعض ۱۰۰ھ کہتے ہین بعض ۱۱۰ھ بعض ۱۱۰ھ) پس اگر قرن کا اعتبار آنحضرت کی وفات سے کیا جاے تو سو برس ہوگا یا نوے برس یا ستانوے برس

مگر یہ طرفہ ماجرا ہی کہ حضرت تو اپنے قرن کو بہترین قرن فرمائین اور آپ سے قرن صحابہ مراد لین حالانکہ حضرت خود فرماتے ہین بعثت فی خیر قرون بنی آدم یا خیر ھذہ الامۃ القرن الذی بعثت فیھم کہ جس قرن مین ہم مبعوث برسالت ہوے وہ قرن بہترین قرون ہی پھر اوس سے زمانہ صحابہ کو مراد لینا صریح ہٹ دھرمی ہی حالانکہ اصل حدیث باب صفۃ النبی مین اسطرح ہی بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت منہ کہ ہم مبعوث ہوتے آئے خیر قرون بنی آدم سے ایک قرن کے بعد دوسرے قرن مین یہان تک کہ ہوے ہم اس قرن سے جس سے کہ ہم ہوے۔

حضرت اس حدیث مین اون کل قرون کو خیر قرون فرماتے ہین جسمین آپ کا انتقال ہوا یہان تک کہ اوس قرن کو سب سے خیر فرماتے ہین جس سے آپکا ظہور ہوا۔

جو بدیہی طور پر یہ ثابت ہوتا ہی کہ جس زمانہ سے آپکی ابتدا ہی اور جہان تک آپکی انتہا ہی یعنی وفات اوسکو خیر القرون فرماتے ہین مگر ابن حجر وغیرہ اُس زمانہ کو مراد لیتے ہین۔

جو حضرت کے انتقال کے بعد سے شروع ہوتا ہی اس دیدہ دلیری کا کیا جواب ہی۔

ابن حجر لکھتے ہین فی روایہ الاسمعیلی حتی بعثت من القرن الذی کنت فیہ سیاتی فی اول مناقب الصحابہ حدیث عمران بن حصین خیر الناس قرنی والکلام علیہ مستوفی انشاء اللہ صفحہ ۳۲۰ جلد ۔

جس سے معلوم ہوا کہ وہ اس حدیث کو اسوجہ سے رد کرتے ہین کہ روایت عمران بن حصین مین حضرت نے خیر الناس قرنی فرمایا جس سے فضیلت صحابی نکلتی ہی۔ اسکے سوا اور کچھ نہ لکھا کہ اسکی بحث فضائل صحابہ مین آئیگی۔ مگر شکر خدا کہ علامہ قسطلانی نے اس حدیث کو مہمل نچھوڑا بلکہ اسکی شرح کی چنانچہ لکھتے ہین صفحہ ۲۵ جلد ۶۔

والمراد بالبعث تقلبہ فی اصلاب الاباء ابا فابا قرنا فقرنا حتی ظہر فی القرن الذی وجد فیہ ای انتقلت اولا من صلب ولد اسمعیل ثم من کنانۃ ثم من قریش ثم من بنی ھاشم فالفاء فی قولہ قرنا فقرنا للترتیب فی الفضل علی سبیل الترقی من الاباء الابعد الی الاقرب فالاقرب۔

یعنی مراد بعث سے ایک صلب سے دوسرے صلب مین آنا ہی یہانتک کہ ظاہر ہوے اس قرن مین جس مین آپ متولد ہوے مطلب یہ ہی کہ حضرت فرماتے ہین ہم منتقل ہوی پہلے صلب اولاد اسمعیل سے پھر کنانہ سے پھر قریش سے پھر بنی ہاشم سے تو حضرت کے قول مین جو فا آیا ہی وہ بغرض ترتیب فضل مین برسبیل ترقی کہ ابعد سے ترقی کرکے ہم دوسری پست مین آئے جو اس سے افضل تھا۔

جس سے معلوم ہوا کہ حضرت اپنے ابار کرام کی فضیلت و افضلیت کو تبارہی ہین کہ ہمارا خاندان ہمیشہ سے بہترین خاندان رہا ہی۔ یہان تک کہ خاندان بنی ہاشم سب سے افضل و اعلی ہی۔ پھر اسکو فضیلت صحابہ سے چھپان کرنا کسدرجہ کی حماقت ہی۔

بہر حال ابن حجر نے اس حدیث مین جو فضائل صحابہ مین ہی خیر امتی قرنی ایک طولانی بحث کیا ہی چنانچہ لکھتے ہین واقتضی ھذا الحدیث ان یکون الصحابہ افضل من التابعین والتابعون افضل من اتباع التابعین لکن ھذہ الافضلیہ بالنسبۃ الی المجموع او الافراد محل بحث والی الثانی نحا الجمہور والاول قول ابن عبد البر والذی یظہر

ان من مع النبی صلعم او فی زمانہ بامرہ او انفق شیئاً من مالہ بسببہ لا یعدلہ فی الفضل احد کائناً من کان واما من لم یقع لہ ذلک فھو محل البحث والاصل فی ذلک قولہ تعالیٰ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا الایۃ صفحہ ۳۵۳ جلد ۲

یعنی مقتضائے حدیث تو یہ ہے کہ صحابہ افضل ہوں تابعین سے اور تابعین افضل ہوں تبع تابعین سے لیکن یہ فضیلت آیا مجموع صحابہ کو حاصل ہے یا بعض بعض کو یہ محل بحث ہے۔ جمہور کی راے تو یہ ہے کہ بعض کو بعض پر افضیلت حاصل ہے اور ابن عبد البر قائل ہیں کہ مجموع صحابہ کو یہ فضیلت حاصل ہے۔ مگر راے ابن حجر ظاہر یہ ہے کہ جس نے

الہلال اور حدیث خیر القرون

حقیر علی حیدر عرض رسا ہے کہ اس مضمون پر حال میں ایک محققانہ بحث مولوی ابو الکلام صاحب اڈیٹر الہلال کلکتہ نے لکھی ہے لہذا بمناسبت مقام ہم اوس پوری تحریر کو یہان درج کرتے ہین تاکہ معلوم ہو خود علمائے اہلسنت اس حدیث کو کیا سمجھتے ہین۔

مولوی ابو الکلام صاحب نے الہلال کی جلد ۲ مین کچھ مظالم بنی امیہ کا ذکر کیا تھا۔ اوسپر کوئی شخص عبید اللہ اجہر نامی ایک مولوی نے ہمدردی بنی امیہ مین ایک تحریر لکھی جسکا جواب اڈیٹر صاحب الہلال نے دو نمبروں مین دیا۔ ہم اوس نمبر کی تحریر کو نہین لکھتے جسکا تعلق مظالم بنی امیہ سے ہے اگرچہ وہ بھی ایک دلچسپ تحریر تھی۔ بلکہ صرف دوسری تحریر کو لکھتے ہین جو خاص اسی حدیث خیر القرون سے متعلق ہے۔ مگر اس تحریر کو تحقیقات جناب فخر الحکما دام ظلہ سے کوئی تعلق نہین صرف افادہ اہل نظر کیلیے ہمنے اس تحریر کو الہلال کی یہان لکھدیا ہے ملاحظہ ہو ج ۲ مورخہ ۲۸ جمادی الثانیہ ۱۳۳۱ھ عدد ۲

حدیث "خیر القرون"

آپنے چونکہ قرون اولی کا لفظ لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً وہی مشہور حدیث مراد ہے۔ جس کو امام مسلم اور ترمذی نے عمران بن حصین سے باختلاف بعض الفاظ روایت کیا ہے

حضرت کی صحبت مین یا آپکے زمانہ مین جہاد کیا۔ یا کچھ اپنا مال حضرت کی وجہ سے خرچ کیا وہ فضیلت مین سب سے بڑھکر ہے کیسے باشد۔ اور جس کو یہ باتین نہین حاصل ہوین وہ محل بحث مین ہی۔ اور اصل اس مین قول خداوند عالم ہے کہ نہین برابر ہو سکتے تم سے وہ لوگ جنھون نے خرچ کیا راہ خدا مین یا جہاد کیا کہ اونکا درجہ عظیم ہے بہ نسبت اونکے جنہون نے اسکے بعد خرچ کیا یا جہاد کیا۔

اب حدیث بخاری کو دیکھیے۔ اور اس تحقیق کو ابن حجر کی پھر فرمایے کہ صحت بخاری کہا ن گئی۔ کیونکہ حدیث بخاری تو کہہ رہی ہی وہ زمانہ ہی بہترین قرون ہی جس مین صحابہ تھے۔ جس سے نہ صرف اون صحابہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے جو اوس زمانہ مین تھے بلکہ

کہ "خیر الناس قرنی، ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم۔" ترمذی کی روایات مین خیر الناس قرنی اور خیر القرن الذی بعثت فیھم بھی ہے۔ اور بعض مین "خیر القرون قرنی"۔

حاصل سب کا یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا بہترین زمانہ میرا زمانہ ہی پھر اسکے بعد کا، اور پھر اسکے بعد کا۔۔

قرن کے مفہوم کے تعین مین محدثین نے غور و خوض کیا ہے لیکن چونکہ دوسری حدیث الخلافة بعدی ثلاثون سنة (خلافت میرے بعد صرف تیس برس تک ہی) موجود ہے اسلیے یقیناً اس حدیث مین قرن سے مراد دس برس کا زمانہ مجہے اور مقصود یہ ہے کہ بہترین وہ سالہ دور آنحضرت کا تھا اسکے بعد دوسرا عشرہ۔ اور اسکے بعد تیسرا جسکے بقیہ چھ مہینے حضرت حسن بن علی علیہما السلام کی خلافت سے پورے ہو گئے اور پھر زمانہ شر و فتن کا شروع ہو گیا۔

پس گذارش ہے کہ جس زمانے کی نسبت مین نے محدثات و بدعات کی ابتدا لکھی ہی اس سے خیر القرون کی شہادت کو کیا تعلق ہ؟ آپ بھی مجھے اس طرح کے غلط بیان سے کیون تعجب و تحیر مین مبتلا کرتے ہین۔ کہان خیر القرون کا زمانہ خیریت و افضلیت اور کہان دور بنو امیہ و مروانیہ کہ دن جبر و تسلط و ملک عضوض۔ خیر القرون کا عہد میمون تو بنی امیہ کی حکومت سے پیشتر ختم ہو گیا تھا۔ اور فی الحقیقت وہی دور اسلام کی تعلیم کا اصلی نمونہ

وہ کفار بھی افضل قرار پاتے ہین جو اوس زمانہ مین تھے۔ مگر جمہور علمائے اہلسنت نے اسکو رد کر دیا نہ صرف افضلیت اوس قرن سے انکار کیا۔ بلکہ تمامی صحابہ کی افضلیت سے بھی انکار کیا کہ مجموع صحابہ نہین افضل تھے۔ بلکہ بعض بعض صحابہ افضل تھے جس سے کسی کو انکار نہین۔

ابن حجر نے جو راے ظاہر کی اوسنے تو ایک نہین بلکہ ہزارہا صحابہ کو افضلیت سے محروم کیا جس مین خلفاے ثلثہ کا نمبر سب سے اول آتا ہے کہ نہ کبھی کسی سے لڑے نہ کوئی اپنا مال خرچ کیا۔ پھر فرمائیے صحیح بخاری کی صحت کہان رہی کیونکہ اونھون نے تو تمامی صحابہ کی افضلیت ثابت کرنی چاہی تھی اور یہان ثابت ہوئی افضلیت بعض صحابہ کی جسمین کسیکو

اور اسکی عمر کا حاصل و مآل زندگی تھا۔

ہین یقیناً اُس زمانے کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے سبب کا پہلا دن۔ اور محدثات و بدعات کی گرم بازاری کا آغاز عہد قرار دیتا ہون۔ جسکی نسبت اسی حدیث کے بقیہ ٹکڑے مین سرور کائنات نے پیش آنیوالے امور کی خبر دی تھی اور جسکو جناب نے غالباً بخیال ایجاز و اختصار چھوڑ دیا۔ مگر مین (کہ باوجود ارادہ وسعی اختصار مبتلاے اطناب ہو چکا ہون) اُسے چھوڑ نہین سکتا۔

چنانچہ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے فرمایا کہ بہترین زمانہ میرا اور اُسکے بعد کا ہے۔ مگر اسکے بعد

ثم یاتی من بعدھم قوم یتسمنون ویحبون السمن (ترمذی جلد ۲ ابواب الفتن)	ایک قوم آئیگی جو محض کثرت مال وجاہ واکل وشرب اور عیش نفس اور ادعا و نمائش مین مبتلا ہو جائیگی۔

اس حدیث کا راوی اول عمران بن حصین ہے۔ اور آگے چلکر مختلف رواۃ نے مختلف الفاظ مین روایت کی ہے چنانچہ ایک دوسری روایت مین بعض الفاظ زائد ہین۔

مثلاً یشہدون، ولا یستشہدون، ویخونون ولا یؤتمنون، ویفشو فیھم السمن

ترمذی نے اپنی اصطلاح مین اسکو "حسن صحیح" لکھا ہے۔

اور مسلم کی روایت مین ان الفاظ کے بعد "وینذرون ولا یوفون ویظھر فیھم السمن" بھی ہے اور اس سے علاوہ نفس پرستی، عیش پسندی، اور دولت وجاہ و نمائش کے تبذر

عذر نہین اگرچہ اہلسنت کو اوس سے کوئی فائدہ نہ پہونچے

ابن حجر نے ابن عبد البر کی نسبت دعوی کیا ہے کہ وہ مجموع صحابہ کی افضلیت کے قائل تھے مگر افسوس اون کا کلام پورا نہ نقل کیا جس سے صحیح مسلک اونکا معلوم ہوتا۔ مگر ہم ابن حجر مکی کی عبارت صواعق محرقہ سے لکھتے ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مطلق افضلیت صحابہ کے منکر ہین ملاحظہ ہو ص۱۲۶ صواعق محرقہ

واعلموا انه وقع الاختلاف فی التفضیل بین الصحابة ومن جاء بعدهم من صالحی هذه الامة فذهب ابو عمر بن عبد البر	اختلاف کیا گیا ہے اس مین کہ صحابہ افضل ہین یا غیر صحابہ علامہ ابو عمر ابن عبد البر قائل ہین کہ اس امت کے بہت سے لوگ جو غیر صحابی

وانہماک کے عدل وامانت اور ایفاء عہد واخلاق حسنہ کا بھی اس جماعت مین ہونا ثابت ہوتا ہے

پس یہی جماعت ہے جو خیر القرون کے سی سالہ عہد کے بعد نمودار ہوئی۔ اور یہی دور بنو امیہ ہے جو امر بالمعروف کے سدباب کا پہلا دن "تھا۔ اور یہی وہ دور محدثات وبدعات وفتن وقتال وشر وفساد امور کا ہے جسکی حضرت صادق ومصدوق (روحی فداہ) نے اسی حدیث مین جو جناب کے استشہاد واستدلال کا عروۃ الوثقی ہے۔ صاف صاف الفاظ مین اطلاع دیدی تھی۔ اور پھر غالبًا یہی ہے جسکی اطلاع کلام الہی نے بھی " واتقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصة " فرما کر دیدی ہے فصدق اللہ العلی العظیم، وصدق رسوله النبی الکریم۔ ونحن علی ذلك من الشاهدین۔!!

اخبار ظہور فتن ومنکرات

اصل یہ ہے کہ اخبار ظہور فتن وتحدید ازمنہ خیر وفضیلت کی نسبت اگر شرح وبسط کے ساتھ لکھا جائے تو اتنا وافر ذخیرہ ہے اور اسکے متعلق بعض ایسے اہم مباحث ہین کہ ایک پورا رسالہ چاہیے۔ اسکی مہلت کہان اور پھر ضرورت بھی نہین۔ آپنے ذکر کردیا۔ تو کیا کرون؟ باوجود ارادہ اختصار واجمال خود بخود بحث بڑھتی جاتی ہے۔

اس بارہ مین جو احادیث صحاح اور دیگر اسفار حدیث مین مروی ہین۔ اور آثار صحابہ و تابعین مین اسکی جو تطبیق وتصدیق کی گئی ہے۔ ان سب پر نظر ڈالکر علما سلف نے اس

الی انہ یوجد فیمن یاتی بعد الصحابۃ من ھو افضل من بعض الصحابۃ واحتج علی ذلک بخبر طوبی لمن رآنی وامن بی مرۃ وطوبی لمن لم یرنی وامن بی سبع مرات وبخبر عمر رضی اللہ عنہ قال کنت جالسا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اتدرون ای الخلق افضل ایمانا قلنا الملائکۃ قال وحق لھم بل غیر قلنا الانبیاء قال وحق	صحابی ہین صحابہ سے افضل ہونگے اور اس دعوی پران حدیثون کوبطور دلیل پیش کیا ہو۔ (۱) کہ حضرتؐنے مومنین صحابہ کیلئے ایکدفعہ طوبی فرمایا اور غیر صحابی کیلئے جو حضرت پر بے دیکھے ایمان لائے سات دفعہ طوبی فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ غیر صحابی افضل ہے صحابی سے۔

مسئلہ کو تقریباً حل کردیا ہے۔ ان کا بیان ہو کہ سب سے زیادہ صحیح اور صاف پیشین گوئی اس بارے مین "خیر القرون" والی حدیث ہے جسکو اس بحث کا اساس و بنیاد قرار دیتے ہین۔ اسمین آنحضرت نے اپنے عہد رسالت اور اسکے بعد دو زمانون کو یکے بعد دیگرے بہترین زمانہ قرار دیا اور یہی زمانہ "خلافۃ علی منہاج النبوۃ" اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا عہد طلائی تھا یہ زمانہ امیر معاویہ کی خلافت سے پہلے ختم ہوگیا" اور اسکی تصدیق اُن احادیث سے ہوتی ہے جنمین بتصریح اسکی اطلاع دی گئی ہے۔

چنانچہ "خیر القرون" والی حدیث کے مطالعہ کے بعد اُس حدیث کو دیکھیے جسکو صاحب مشکوۃ نے باب "الانذار والتحذیر" کی تیسری فصل مین درج کیا ہے:-

عن ابن بشیر عن حذیفہ قال قال (صلعم) تکون النبوۃ فیکم ماشاء اللہ، ثم تکون خلافۃ علی منہاج النبوۃ ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ ثم تکون ملکا عاضا فیکم ماشاء اللہ ان یکون ثم یرفعھا اللہ ثم تکون ملکا جبریۃ فیکون ماشاء اللہ۔	آنحضرت (صلعم) نے فرمایا جب تک اللہ کو منظور ہے، تم مین وجود نبوت باقی رہیگا۔ اسکے بعد منہاج نبوت پر خلافت قائم ہوگی۔ اور جب تک اللہ چاہیگا قائم رہیگی اور پھر اٹھالی جائیگی۔ اسکے بعد جور و ظلم کی بادشاہت شروع ہوگی اور جب تک منظور الٰہی ہے رہیگی۔ اسکے بعد محض جبر و تسلط کی حکومت ہوگی۔ اور

لھم بل غیرھم ثم قال صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق ایمانا قوم فی اصلاب الرجال یومنون بی ولم یرونی ھم افضل الخلق ایمانا وبحدیث مثل امتی مثل المطر لایدری اٰخرہ خیر ام اولہ وبخبر لیدرکن المسیح اقواما انھم لمثلکم اوخیر ثلاثا ولن یخزی اللہ امۃ انا اولھا والمسیح

(۲) حضرتؐ نے فرمایا افضل الخلق ایماناً وہ لوگ ہین جو ابھی پیدا نہوے کہ بے دیکھے ہمپر ایمان لائینگے انھین کا ایمان افضل ہی جس سے فضیلت غیر صحابی کی ثابت ہوئی۔

(۳) حضرتؐ نے فرمایا کہ ہماری امت مثل باران کے ہی کہ نہین معلوم اسکا اول بہتر ہی یا آخر تو صحابی وغیر صحابی برابر ہوئے۔

(۴) حضرت مسیح سے ملاقات کریگی میری امت

ان یکون ثم تکون خلافۃ علی منہاج النبوۃ۔ قال حبیب۔ فلما قام عمر ابن عبد العزیز کتبت الیہ بھذا الحدیث اذکرہ ایاہ وقلت ارجوان تکون امیر المومنین بعد الملک العاض والجبریہ۔

وہ بھی مشیت الٰہی کے مطابق ہیگی۔ لیکن اسکے بعد پھر ایک دور خلافت نبوت کے دور کا آئیگا۔ حبیب کہتے ہین کہ جب عمر بن عبد العزیز تخت خلافت پر بیٹھے تو مین نے یہ حدیث انکو لکھ بھیجی اور لکھا کہ مجھے امید ہی کہ آپ اس حدیث کی خبر کے مطابق "ملک عضوض وجبر" کے بعد محض بادشاہ ہی نہین بلکہ امیر المومنین ہونگے۔

اس مین زمانے کی قید نہین ہی مگر ترمذی کی حدیث مین جسکو امام موصوف نے دوسری جلد کے باب الفتن مین درج کیا ہے زیادہ تصریح ہی۔

عن سعید بن جمھان قال ثنی سفینۃ قال قال (صلعم) الخلافۃ فی امتی ثلاثون سنۃ ثم ملک بعد ذالک ثم قال لی سفینۃ امسک خلافۃ ابی بکر ثم قال وخلافۃ عمر

سعید سے روایت ہی کہ سفینہ نے آنحضرتؐ کے اس قول کو روایت کیا کہ "خلافت میری امت مین صرف تیس سال رہیگی۔ پھر اسکے بعض حصہ امت کو اور بادشاہت ہے۔"

اسکے بعد سعید کہتے ہین کہ مجھسے سفینہ نے کہا کہ حضرت ابو بکر کا زمانہ خلافت شمار کرو۔ مینے کیا۔ پھر کہا کہ

آخرھا دبخیر یاتی ایام للعامل فیھن اجر خمسین۔ قیل منھم او منا یا رسول اللّٰہ قال بل منکم وبما روی ان عمر بن عبد العزیز لما ولی الخلافة کتب الی سالم بن عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنھم ان اکتب لی سیرة عمر بن الخطاب لا عمل بھا فکتب الیہ سالم ان عملت بسیرة عمر فانت افضل من عمر لان زمانک لیس کزمان عمر

جو تمھاری مثل ہونگے یا تم سے بہتر ہونگے ہین (اس سے معلوم ہوا غیر صحابی افضل ہو سکتے ہین صحابی سے) اور ہرگز محروم نہ کریگا خدا اُس امت کو جسکا مین اول ہون اور آخر اُنکا مسیح۔

(۵) فرمایا ایک زمانہ آویگا جس مین عمل کرنے والے کو تملوگونکے پچاس آدمیونکا اجر ملیگا جس سے سمجھا گیا پچاس صحابی سے ایک

وخلافة عثمان، ثم قال: امسک خلافة علی، فوجدناھا ثلاثین سنة قال سعید: فقلت لہ ان بنی امیة یزعمون ان الخلافة فیھم قال کذبوا بنو الزرقاء۔ بل ھم ملوک من شر الملوک (زال)

حضرت عمر و عثمان و علیؓ کا عہد خلافت شمار کر و مینے سب کو جمع کیا تو کل تیس سال ہوے۔ پھر مینے کہا کہ یہ تو سچ ہے لیکن بنی امیہ جو سمجھتے ہین کہ ہم ہی خلیفہ ہین یہ کیسی بات ہے حالانکہ بموجب اس حدیث اور تمھارے بیان کردہ تطبیق کے خلافت قبل از بنی امیہ ختم ہوگئی؟ اسپر سفینہ نے کہا کہ زرقا کی اولاد نے (یعنی بنی امیہ نے) کذب بیانی اختیار کی۔ وہ خلیفہ کہان ہین؟ وہ تو شریر ترین بادشاہون مین سے بادشاہ ہین۔

ان تمام احادیث کی تطبیق سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ بہترین قرن آنحضرت کا تھا۔ اسکے بعد شیخین کی خلافت کا۔ اسکے بعد حضرت عثمان سے لیکر عام الجماعة تک کا جبکہ حضرت امام حسن علیہ السّلام نے خلافت سے کنارہ کشی فرمائی۔ اور پھر اسکے بعد محض "ملک عضوض" اور "ملک جبریہ" کا عہد فتن وفساد شروع ہوگیا اور وہی دور بنی امیہ او رامر بالمعروف کے سدباب کا پہلا دن تھا۔

یہ امر یہان ظاہر کردینا ضروری ہے کہ ان احادیث اور ایسے ہم مطلب احادیث کی نسبت اس عاجز نے اپنے خاص پیش نظر مباحث سے اس موقع پر کچھ کام نہین لیا ہے۔ چنانچہ

ولا دجال لك كرجال عمر وكتب الى فقهاء
زمانه فكلهم كتب بمثل قول سالم
قال ابو عمر فهذه الاحاديث تقتضي مع
تواتر طرقها وحسنها التسوية بين اول هذه
الامة واٰخرها في فضل العمل الا اهل البدر
والحديبية قال وخبر خير الناس قرني ليس
على عمومه لانه جمع المنافقين واهل الكبائر
الذين قام عليهم وعلى بعضهم الحدود انتهى

آدمی جو غیر صحابی ہو افضل ہو سکتا ہی
(۲) عمر بن عبد العزیز نے سالم کو لکھا کہ ہم چاہتے
ہین سیرت عمر پر عمل کرین تو سالم نے
لکھا اگر تمنے اسپر عمل کیا تو افضل ہوگے عمر سے
اور سب فقیہون نے اسکی تصدیق کی تو
جب غیر صحابی حضرت عمر سے افضل ہوا
تو اور صحابیون سے بھی افضل ہوا اسپر
علامہ ابو عمر کہتے ہین ان حدیثون سے جو

"خیر القرون" کی حدیث کی طرف اشارہ کیا اور ان احادیث سے جابجا استشہاد فرمایا اسلیے ضرور ہوا کہ جناب کو احادیث ہی کی طرف توجہ دلائی جائے۔

پھر یہ کیسی عجیب بات ہی کہ ان احادیث پر جناب نے نظر نہین ڈالی اور اس عاجز کے اتنا لکھدینے پر کہ "بنی امیہ کے عہد مین بدعات و محدثات کا بازار گرم ہوا" اسقدر متالم اور متاذی ہوے؟ کیا جس عہد کی نسبت یہ تصریحات موجود ہون اُسکی نسبت ضمناً کسی موقعہ پر کچھ اشارہ کر دینے کا بھی آج کسی قلم کو حق نہین؟ اور کیا ان احادیث سے بالکل غض بصر کر لینے کی علت دریافت کرنے کی اس عاجز کو اجازت ملیگی؟

یہ تو وہ مشہور ترین احادیث تھین جنکو مشکوٰۃ وغیرہ مین ہر شخص دیکھ سکتا ہی۔ لیکن کیا وہ حدیث بھی جناب کو یاد ہے۔ جسکو ترمذی ابواب الفتن کے باب ماجاء فی الشام" مین لاے ہین؟ اور جس کو ابن قرہ نے باین الفاظ روایت کیا ہی کہ۔

"اذا فسد اهل الشام فلا خير فيكم؟ اور نیز یہ کہ ان احادیث کے مخالف تابعین و تبع تابعین و محدثین نے کیا قرار دیے ہین جن مین ظہور فتن بھرے ہوے ہین؟ مثلاً "ستكون فتن القاعد فيها خير من القائم والقائم فيها خير من الماشي۔ والماشي خير من الساعي" (متفق علیہ)

براہ کرم اس بارہ مین کنز العمال کے ابواب فتن یا کتب دلائل و خصائص مثل خصائص

سب متواترات سے ہین معلوم ہوا کہ صحابہ و غیر صحابی مساوی ہین فضائل عمل ہین باستثناء اہل بدر و حدیبیہ۔ باقی رہی وہ روایت جو مشہور ہی کہ بہترین ناس ہمارے زمانہ کے لوگ ہین خیر الناس قرنی پس عام طور پر صحیح نہین کیونکہ ان صحابہ مین منافقین اور وہ اہل کبائر بھی داخل ہین جو مرتکب گناہ کبیرہ ہوئے اور انپر حد جاری ہوئی۔

پس جب ابن عبد البر عام طور پر مساوات صحابہ و غیر صحابہ کے قائل ہین تو یہ کہنا کہ وہ افضلیت بالنسبۃ الی المجموع کے قائل ہین کیسی جرأت ہی حالانکہ وہ تصریح تمام کہہ رہے ہین ہذہ الحدیث تقتضی مع تواتر طرقہا وحسنہا التسویۃ بین اول الامۃ وآخرہا پھر لکھتے ہین وخبر خیر الناس قرنی لیس علی عمومہ لانہ جمع المنافقین واہل الکبائر

سیوطی وغیرہ کے ابواب اخبار پر ایک نظر ڈال لیجئے اور ذرا اسپر تعجب نہ کیجئے کہ بدعات و محدثات کی گرم بازاری دور بنی امیہ مین کیونکر تسلیم کی جاسکتی ہے؟

اگر طبرانی و حاکم او بیہقی اور ابو نعیم اصفہانی وغیرہ کی مرویات پر بھی نظر ڈالی جائے تو دور بنی امیہ ہی کی بعد از شہادت حضرت فاروق فتنہ و فساد و منکرات و بدعات کے متعلق ایک ذخیرہ دفاتر و مواد مجلدات کثیرہ موجود ہے (۱)

(۱) احمد و بیہقی اور طبرانی نے عروہ بن قیس سے روایت کی ہی: قال الضحاک بن ولید ان الفتن قد ظہرت قال لہا وابن الخطاب حی۔ فلا انما تکون بعدہ۔

حافظ سیوطی نے خصائص کبری اور جمع الجوامع مین ایک خاص باب اس عنوان سے باندھا ہی کہ اخبارہ (صلعم) بان مبداہا قتل عمر یعنی آنحضرت کی خبر دہی فتنہ کی نسبت اور یہ کہ اسکا مبدا حضرت عمر کا شہید ہونا ہی۔ اس باب کی بنیاد تو بخاری و مسلم کی حذیفہ والی حدیث ہی جو مشہور ہی لیکن اسکے علاوہ دیگر سنن و مسانید و معاجم کی حدیثین بھی بکثرت جمع کی ہین۔ جنسے گویا استدلال کیا ہی کہ حضرت عمر کی وفات کے بعد ہی فتنہ شروع ہوگا اور انکا وجود ایک دیوار درمیان امن و فتن کے ہی۔ غور کیجئے تو شہادت حضرت عثمان اور پھر جنگ صفین وغیرہ کے وہ مقاتلات جنکی گرم لڑائیون مین بروایت مشہور ستر ہزار صحابہ و مسلمین قتل ہوئے اور جنمین بہت سے زیادہ صحابہ شرکا اور بدری بھی تھے درحقیقت اسلام کے ابتدائی عروج کیلئے ایسا شدید فتنہ تھا جس سے بڑھکر اور کیا ہوسکتا ہی اور یورپ کے مورخ حیران ہین کہ باوجود ایسے مقاتلات عظیمہ کے کیونکر اپنے عہد ابتدائی مین اسلام کی فاتحانہ قوت قائم رہی لیکن حقیقت یہ ہی کہ بصرف تائید الٰہی و نصرت غیبی کا اعجاز تھا (منہ)

الذین قام علیھم وعلی بعضھم الحجۃ۔
مولوی صدیق حسن خان الجنۃ الرائد مین لکھتے ہین نزد محققین افضلیت الیشان (صحابہ) بر سائر امت من حیث الافراد نیست بدلیل قولہ مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ رواہ الترمذی ونیز فرمود انتم صحابی واخوانی الذین یاتون بعد بلکہ من حیث المجموع است وقال ابن عبد البر کیف کہ در قرون فاضلہ مذکورہ کسے بودہ کہ بالاتفاق منافق یا فاسق است چنانچہ حجاج و یزید و مختار و دیگر کو وکان قریش ص۲۶
مگر افسوس کہ مولوی صدیق حسن خان صاحب نے بھی ابن عبد البر کے کلام کی تاویل کردی کیونکہ اونکی تحقیق تو صحابہ سے متعلق ہے کہ وہ افضل نہین ہین اور آپنے مثال مین پیش کیا تابعین

آگے چلکر کس قدر پر غیظ لہجے مین ارشاد ہوتا ہے۔
”بنی امیہ لاکھ برے سہی پھر بھی اپنے بعد والون سے لاکھ درجہ اچھے تھے..... آجکل کے مسلمانون کو انھین برا کہنے کا کوئی حق نہین،،
مخدوما ان دو سطرون مین کئی غلطیان ہین۔ اول تو ”لا یاتی علیکم زمان الا الذی بعدہ اشر منہ،، کا یہ مطلب ہرگز نہین ہے کہ ہر مقدم موخر سے افضل ہو۔ مقصود من حیث القوم اور من حیث الاکثر ہے۔ اور اس مین کوئی شک نہین کہ بنی امیہ کے زمانے مین جمعیتہ اسلام اور ممالک اسلامیہ اپنے بعد کے زمانے سے ہزار درجہ بہتر تھے۔ عرب کی اصلی سادگی اور آزادی ہر شے کے اندر نمایان تھی۔ صحابہ وتابعین وتبع تابعین کا گروہ عرصے تک موجود رہا۔ عام خاندان اہلبیت مطہرہ اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام یکے بعد دیگرے موجود رہے۔ مسلمانون کے اندر ولولہ اسلام پورا جوش فتوحات بالکل تازہ اور عروج پر تھا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن چونکہ فتنہ وفساد کے جراثیم پیدا ہو چلے تھے اسلئے وہ بتدریج بڑھتے گئے۔ اور ہر آنے والا زمانہ گذشتہ زمانے سے بدتر ہوتا گیا۔ یہان تک کہ جو ہونے تھا ہوا۔ اور آج جو حالت ہے وہ ظاہر ہے۔
پھر ”برا کہنے،، کے حق کی نسبت بھی حدود مقرر کرنے چاہئین، ورنہ سیاہ وسفید کی تمیز اٹھ جائیگی ”الحب فی اللہ والبغض فی اللہ،، انتہام اعمال وافعال مین مسلمانون کا محور اعمال ہے۔ اعمال اچھے اعمال کو اچھا سمجھنا اور برے کو خواہ وہ کسی عہد مین ہوئی ہو برا یقین کرنا ایک ایسی شی ہے

کو کیونکہ یزید وحجاج صحابی نہین ہین ۔ پھر صحابہ کو چھوڑکر تابعین کی طرف آنا خود دلیل کمال عقلمندی ہی کیونکہ وہ صحابہ کی نسبت کہتے ہین د خبر خیر الناس قرنی لیس علی عمومہ لانہ جمع المنافقین واھل الکبائر ۔ کہ حضرت کی حدیث جو خیر الناس قرنی ہی وہ اپنے عموم نہین ہی کیونکہ حضرت کے قرن مین منافقین واہل کبائر سب داخل ہین تو یہ کیسی ناانصافی ہی کہ غریب ابن عبدالبر کے قول کو بھی اپنی حد پر نہ رہنے دیا بلکہ اوسمین بھی تاویل کردی ۔

ابن حجر مکی نے بھی اس قول ابن عبدالبر کا جواب دیا ہی چنانچہ لکھتے ہین والحدیث الاول لا اشاھد فیہ للافضلیۃ والثانی ضعیف فلا یحتج بہ لکن صحح الحاکم وحسن

جسکا خود ہمارے اعمال وخصائل پر اثر پڑتا ہی ۔ اشخاص کی بحث خود بخود پیدا ہوجاتی ہی جبکہ اعمال پر نظر ڈالی جاتی ہے ۔ یزید کے مظالم پر بعد کو آنیوالے کیون فریادی ہین ، حالانکہ آپکے اصول کے مطابق تو "لایاتی علیکم زمان الا الذی بعدہ اشر منہ" ؟

اطلاق لفظ فسق وظلم نسبت بنی امیہ

(۹) بہت زیادہ تاسف جناب کو اُس مضمون کی "خون سے شہر اور سرخی" پر ہے اور اسپر کہ بنی امیہ کی طرف ظلم وفسق کو کیون نسبت دی گئی ؟ خیر اور تمام باتون کو جانے دیجیے آپ ترمذی کی اُس حدیث کی نسبت کیا کہتے ہین جو اوپر گذر چکی ہی اور جسمین سفینہ کا بنی امیہ کی نسبت یہ قول نقل کیا ہی کہ "بل ھم ملوک من شر الملوک" ؟

قاتلین عمار بن یاسر

پھر اُن احادیث مشہورہ (اور بقول سیوطی متواترہ) کی نسبت کیا ارشاد ہوتا ہی جن مین حضرت عمار بن یاسر کی شہادت کی خبر دی گئی تھی ۔ جو جنگ صفین مین اہل شام کے ہاتھون شہید ہوے اور جن مین انکے قاتلون کی نسبت "فئۃ الباغیۃ" کا وصف فرمایا گیا تھا ؟

عن ام سلمہ وابی قتادہ ان رسول اللہ (صلعم) قال لعمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ (بخاری ومسلم)	ام سلمہ اور ابو قتادہ سے روایت ہی کہ آنحضرت (صلعم) نے فرمایا : اے عمار مین دیکھتا ہون کہ تجھکو ایک باغی گروہ قتل کریگا ۔

غیرہ خبر یا رسول اللہ ھل احد خیر منا اسلمنا معک وجاھدنا معک قال قوم یکونون من بعد کم یومنون بی ولم یرونی والجواب عنہ وعن الحدیث الثالث فانہ حدیث حسن لہ طرق قد یرتقی بھا الی درجۃ الصحۃ وعن الحدیث الرابع فانہ حسن ایضاً وعن الحدیث الخامس الذی رواہ ابوداؤد والترمذی ان المفضول قد یکون فیہ مزیۃ لا توجد فی الفاضل وایضاً مجرد زیادۃ الاجر لا یستلزم الافضلیۃ المطلقۃ وایضاً الخیریۃ بینھما انما ھی باعتبار ما یمکن ان یجتمعا فیہ وھو عموم الطاعات المشترکۃ بین سائر المومنین فلا یبعد حینئذ تفضیل من یاتی علی بعض الصحابۃ فی ذلک ۱۲۷

حافظ سیوطی اس حدیث کو نقل کرکے لکھتے ہیں "ھذا الحدیث متواتر رواہ من الصحابۃ بضعۃ عشر کما بینت ذالک فی الاحادیث المتواترۃ" (خصائص کبری جلد ۲ صفحہ)

یہ تو صحیحین کی حدیث ہے۔ لیکن امام احمد و حاکم اور طبرانی نے عمر ابن العاص سے روایت کی ہے کہ "سمعت رسول اللہ (صلعم) یقول: اللھم اولعت قریش بعمار قاتل عمار وسالبہ فی النار"

یہ احادیث صفین کے اہل شام کی نسبت قرار دی جاتی ہیں۔ اب انصاف فرمائیے کہ میں نے اگر عام حکومت بنی امیہ کی نسبت ظلم کی نسبت دی، تو میرے اس جرم کے دیگر شرکا کو کیوں فراموش کر دیا جاتا ہے؟

جناب نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ تو قطعاً پڑھی ہوگی۔ قضا کے ابواب میں کوئی اس قسم کی عبارت بھی جناب کو یاد ہے؟ جسکے الفاظ یہ ہیں۔

یجوز تقلید القضاء من السلطان الجائر کما یجوز من العادل لان الصحابۃ تقلدوا من معاویۃ...... والتابعین تقلدوا من الحجاج (ھدایہ مطبوعہ لکھنؤ جلد ۳ صفحہ ۱۱۷)	ظالم بادشاہ کی طرف سے قضا کا عہدہ قبول کرنا جائز ہے چنانچہ صحابہ نے معاویہ کی جانب سے قبول کیا تھا نیز حجاج سے تابعین نے صاحب ہدایہ کے اس "لاابالانہ" طریق ذکر کی نسبت جناب کا کیا خیال ہے؟

یعنی پہلی حدیث جو ہے کہ حضرتؐ نے اپنے دیکھنے والون کی نسبت ایک مرتبہ لفظ طوبیٰ کہا اور آیندہ زمانہ کیلئے سات مرتبہ۔ تو اس مین کوئی دلیل فضیلت نہین ہے دوسری حدیث جو عمر سے ہے کہ حضرت نے فرمایا بہترین خلق ایمانا وہ ہے جسنے ہمکو نہین دیکھا۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہی مگر امام حاکم نے بطریق صحیح اور غیرون نے بطریق حسن یہ روایت کی ہے کہ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ کیا ہمسے بھی کوئی بہتر ہوگا کہ ہم آپکے ساتھ اسلام لائے اور جہاد کیا تو حضرت نے فرمایا ہان وہ قوم تمسے بہتر ہوگی جو تمھارے بعد ہوگی اور ہمپر ایمان لائیگی حالانکہ اوسنے ہمکو نہ دیکھا ہوگا تو جواب اس حدیث کا اور نیز حدیث ثالث کا جو بطریق حسن ہے مگر کئی طریق سے جس سے

(۱۰) جناب نے یہ بھی ارقام فرمایا ہے کہ

”آپکی ان تلخ کلامیون نے ”رفاض“ کی یاد تازہ کردی جنھون نے صحابہ کو سب وشتم کرنا اپنا پیشہ بنالیا ہے“

لیکن اگر اعمال مروانیہ کو ظلم وجور کے لفظ سے تعبیر کرنا رفض ہی تو مین بکمال مسرت وابتہاج وہی کہونگا جو امام شافعی کی طرف منسوب ہی۔ کہ

فلیشھد الثقلان انی ”رافضی“

اور خوش ہونگا کہ یہ ایک ایسا رفض محبوب ومطلوب ہے جس مین الحمد للہ میرے ساتھ وہ لوگ شریک ہین جنکا نام آج دنیاے اسلام بغیر دعا وتحیۃ کے نہین لیتی۔

نازم بکفر خود کہ بایمان برابر است !

رہا تبرہ اور سب وشتم تو افسوس ہے کہ اس بدعۃ شنیعہ کی بنیاد اولین بھی بنو امیہ ہی نے رکھی جو علانیہ برسر منبر ذکر خدا ورسول کے ساتھ حضرت امیرؑ پر لعنت بھیجتے تھے۔ اور اسی کا اتباع ہے جو شیعی دنیا بدبختانہ کر رہی ہے۔

وقد بکارۃ الھلالیہ علی معاویہ

(۱۱) جنابنے آخر مین الہلال کے مضمون زیر نقد کے ایک جملے کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور لکھا ہے
”ستم تو یہ ہے کہ جناب انکے اسی ضرب المثل حلم اور ساٹھ برس کی بڑھیا خرافات ہوا نت

وہ درجہ صحت تک پہونچ جاتی ہے اور حدیث چہارم کا کہ وہ بھی بطریق حسن ہے اور حدیث پنجم جسکے راوی ابو داؤد و ترمذی ہین - ان سب کا جواب یہ ہے کہ (۱) مفضول مین کبھی ایسی زیادتی بھی ہوتی ہے جو فاضل مین نہین پائی جاتی - (۲) اور مطلق زیادتی اجیسے افضلیت مطلقہ نہین ثابت ہوتی (۳) اور افضلیت دونون مین بہ اعتبار امکان اجتماع ہے جو عموم طاعات ہے کہ مشترک ہے سائر مومنین مین - ایسی حالت مین کچھ استبعاد اس مین نہین ہے کہ زمان آیندہ مین کچھ ایسے لوگ ہون جو افضل ہون بعض صحابہ سے -

بہرحال جہانتک تحقیقات کی جاے وہانتک یہی معلوم ہوتا ہے کہ اصل حدیث صرف

درگذر فرما جاے گو خدا جانے کن نگاہون سے ملاحظہ فرماتے ہین ؟"

جناب کا یہ اشارہ الہلال کے مضمون زیر نقد کی اس عبارت کی طرف ہے:

"اگرچہ طرح طرح کی بدعات و محدثات کا بازار (خلفاء راشدین کے بعد) گرم ہوگیا تھا، تاہم چونکہ عہد نبوت کا فیضان روحانی اور تعلیم قرآنی کا اثر ابھی بالکل تازہ تھا - اسلئے پھر بھی "امر بالمعروف" کی آواز کی گرج کوفہ و دمشق کے ایوان و محل کو لرزا دیتی تھی - ساٹھ برس کی ایک بڑھیا عورت برسر دربار بلائی جاتی تھی اور امیر معاویہ کے سامنے بے دھڑک اپنے وہ اشعار جوش وخروش کے ساتھ پڑھتی تھی جن مین نہ صرف حضرت امیر علیہ السّلام کے مناقب ہوتے تھے بلکہ کھلے کھلے لفظون مین بنی امیہ کے فظایع و مثالب بیان کئے گئے تھے الخ (الہلال جلد ۲ نمبر ۱ - صفحہ ۱۰)

اب اس وقت یاد نہین آتا کہ اس مضمون مین کس عورت کی جرأت و دلیری و حق گوئی کی طرف اشارہ کیا گیا تھا، جو جناب کے لفظون مین "ہفوات" سے ملقب ہونیکی مستحق قرار پائی ہے ؟ امیر معاویہ کے سامنے اس طرح کی محب اہل بیت اور صداقت پرست و جرأت فرما عورتون کے آنے بسوال و جواب مین خطبات بلیغہ و موثرہ دینے اور اپنے اشعار حبیہ حضرت امیر سنانے کے متعدد واقعات تاریخ و مختارات ادبیہ مین منقول ہین اور فی الحقیقت عرب کی آزادی، اسلام کی تعلیم حریۃ اور قرون اولی کے امر بالمعروف کی تاریخ مین ان

اسقدر ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت فیہ جو پہلے صحیح بخاری سے منقول ہوئی دیکھو ص۱۶۸ جس میں حضرت اوس قرن کی افضلیت بتاتے ہین جسمین آپ مبعوث ہوئے نہ پورے قرن کو کیونکہ حرف من ہے جو دلیل بعضیت ہے اور کنت ہے جو زمانہ ماضی پر دلالت کرتا ہی۔ جس سے معلوم ہوا کہ ابتدائے خیریت آپکے وجود سے شروع ہوئی۔ اور آپکے انتقال پر وہ خیریت تمام ہوئی بیان بخاری نے یا اونکے راویون نے اسکو علحدہ حدیث بنا دیا جس مین اضافہ کیا ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم جو محض افترا بر رسول ہے جسکی پہلی دلیل تو یہ ہے کہ عمران راوی حدیث کہتے ہین کہ اب معلوم

مین سے ہر عورت شرف و احترام اور عظمت و کمال کا ایک درجہ مخصوص و ممتاز رکھتی ہی۔

صاحب عقد الفرید وغیرہ اور امام ابو الفضل بن طاہر نے معبلاغات النسار "(۱) مین سودہ بنت عمارہ۔ زرقا بنت عدی۔ بکارۃ الہلالیہ۔ عکرشہ بنت الاطش اور ام البرا بنت صفوان کا ذکر کیا ہے۔ جنھون نے جنگ صفین مین شرکت کی تھی اور حضرت امیرؑ کی نصرت و حمایت مین جانبازانہ حصہ لیا تھا۔ پھر امیر معاویہ کے تسلط کے بعد یہ لوگ مختلف تقریبات مین اسکے سامنے پیش ہوئی ہین اور انکو امیر معاویہ نے وہ زمانہ یاد دلایا ہے۔ اسپر نہایت بے باکانہ و حق گویانہ حضرت امیرؑ کے فضائل بیان کئے ہین اور تمام اہل دربار کو اپنی عظمت و حق گوئی سے متحیر و متعجب بنا دیا ہے۔!!

ازانجملہ (بکارۃ الہلالیہ) کے وفد کا واقعہ نہایت موثر ہے اور غالبًا اس مضمون مین مین نے اُسی کی طرف اشارہ کیا تھا۔

صاحب بلاغات النسا نے لکھا ہے کہ بکارۃ الہلالیہ بالکل بڑھاپے اور ضعف و ناتوانی کے

---

(۱) بلاغات النسا امام ابو الفضل احمد ابن ابی طاہر بغدادی متوفی ۲۸۰ھ کی ایک نہایت دلچسپ کتاب ہے جسمین جاہلیۃ و صدر اسلام کی مشہور عورتون کے اقوال و خطبات اور بلاغات و نوادر کو بطرز احسن و بہ تقسیم مواد و ترتیب ابواب جمع کیا ہے۔ اور اس بارہ مین اسکا مطالعہ عقد الفرید و اغانی وغیرہ سے زیادہ مفید اور دلچسپ ہے۔ مصر مین چھپ گئی ہے ۱۲ منہ

حضرت نے یہ جملہ دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ جیسا ابن حجر لکھتے ہین وقع مثل ھذا الشک
فی حدیث ابن مسعود و ابی ھریرۃ عند مسلم و فی حدیث بریدۃ عند احمد ص۳۵۷
یعنی یہ شک صرف روایت عمران ہی مین نہین ہے بلکہ ابن مسعود و ابو ہریرہ کی روایت
مین بھی جسکی مسلم نے روایت کی اور حدیث بریدہ مین جسکی روایت احمد نے کی۔ پس
بیشک بجائے خود اسکی دلیل ہے کہ یہ الحاقی جملہ ہے۔
اگرچہ ابن حجر نے اسکا دفعیہ یون کیا ہے کہ لکھا دجاء فی اکثر الطرق بغیر شک
کہ اکثر طرق مین بلا شک بھی آیا ہے یعنی حضرت نے اپنے بعد تین مرتبہ فرمایا۔ مگر اوسکے
بعد یہ بھی لکھتے ہین ووقع فی حدیث جعدۃ بن ھبیرۃ عند ابن ابی شیبۃ

عالم ایک مرتبہ امیر معاویہ کے دربار مین گئی۔ وہ اسقدر ضعیف تھی کہ دو عورتین دو طرف سے
اُسے تھامکر لائی تھین۔ وہان مروان بن حکم اور عمرو بن عاص بھی موجود تھے۔ انھون نے
امیر معاویہ سے کہا کہ آپنے اسے پہچانا؟ یہ وہ عورت ہے جس نے جنگ صفین مین ہملوگون
سے مقابلہ کیا تھا اور یہ اشعار پڑھ پڑھکر لوگون کو سناتی تھی۔

اتری ابن ھند للخلافۃ مالکا ۔۔۔ ھیھات ذالک، وما اراد بعید
منتک نفسک فی الخلاء ضلالۃ ۔۔۔ اغراک عمرو للشقاء وسعید
فارجع بانکد طائر بنحوسھا ۔۔۔ لاقت علیًا اسعد وسعود

سعید بھی موجود تھا۔ اسنے کہا کہ اتنا ہی نہین بلکہ یہ اشعار بھی اسی کے ہین:

قد کنت اٰمل ان اموت ولا اری ۔۔۔ فوق المنابر من امیہ خاطبا
فاللہ اخر مدتی، فتطاولت ۔۔۔ حتی رایت من الزمان عجائبا
فی کل یوم لایزال خطیبھم ۔۔۔ وسط الجموع لآل احمد عائبا

یعنی میری آرزو تھی کہ مجھے موت آجائے مگر اُس وقت کو اپنی آنکھون سے نہ دیکھون جبکہ بنی
امیہ کا کوئی فرد منبر پر خطیب نظر آئے۔ مگر افسوس کہ یہ آرزو پوری نہ ہوئی اور اللہ نے میری
موت کے وقت کو بڑھا دیا یہانتک کہ آج مین زمانے کے انقلابات کے عجیب عجیب رنگ دیکھ رہی
ہون۔ مسجدان کے منبر و نبوی امیہ کے خطیب چڑھتے ہین اور آل محمد پر علانیہ لعن و طعن کرتے ہین الخ

والطبرانی اثبات القرن الرابع ولفظہ خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم الآخرون اردا ورجالہ ثقات الا ان جدہ مختلف فی صحبتہ ۔

جس سے معلوم ہوا کہ حضرت نے اپنے بعد چار قرن کو افضل الناس کہا ہے اور کل راوی ثقہ ہیں مگر راوی اول جعدہ کے بارہ میں اختلاف ہے کہ آیا وہ صحابی تھے یا نہیں ۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر یہ روایت تسلیم کی جائے تو اس سے فضیلت صحابہ انبیاء پر بھی لازم آتی ہے جسکا منشاء انکے امام نووی کو ہوا جو شرح مسلم میں کہتے ہیں ص ۳۰۹ جلد ۲

اتفق العلماء علی ان خیر القرون قرنہ والمراد اصحابہ وقد قدمنا ان الصحیح

بکارہ نے ان بیانات کو سنکر امیر معاویہ سے کہا :

"بیشک یہ کتے مجھپر حملہ کر رہے ہیں اور میرا عصا ، دفاع ضعیف ہے کہ انکو ہنکا نہیں سکتی بیشک ان اشعار کی میں ہی مصنف ہوں ۔ میں پسند نہیں کرتی کہ اس سے انکار کروں ۔ اب میں واپس جاتی ہوں ۔ سچ یہ ہے کہ امیر المومنین علی کے بعد زندگی میں کوئی خوشی نہیں" (بلاغات النساء ۲۷)

اسی طرح سودہ بنت عمارہ رحمہا اللہ کا واقعہ بھی مسلمانوں کیلئے حق گوئی اور صدق لہجہ کی ایک مثال عظیم اور اسوہ حسنہ ہے ۔ یہ جب امیر معاویہ کی تخت نشینی کے بعد انکے سامنے آئی تو امیر نے پوچھا ۔

کیا تو وہی عورت نہیں ہیں ، جس نے ایام جنگ صفین میں یہ اشعار کہے تھے ؟

شمر کفعل ابیک یا بن عمارۃ	یوم الطعان وملتقی الاقران
وانصر علیا والحسین ورھطہ	واقصد لھند وابنھا بھوان
ان الامام اخو النبی محمد	علم الھدی ومنارۃ الایمان
فقہ الحتوف وسر امام لوائہ	قدما بابیض صارم وسنان

"سودہ نے کہا :

"ہاں واللہ ! میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو حق سے وقت پر پھر جاتے ہیں اور کذب گوئی کیلئے حیلہ طرازیاں کرتے ہیں ۔ بیشک میں ہی ہوں جس نے یوم صفین میں یہ اشعار

الذی علیہ الجمہور ان کل مسلم رای النبی ولو ساعۃ فھو من اصحابہ و روایہ خیر الناس علی عمومھا والمراد منہ جملۃ القرن ولا یلزم منہ تفضیل الصحابی علی الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم ولا افراد النساء علی مریم و آسیہ وغیرھما بل المراد جملۃ القرن بالنسبۃ الی کل قرن بجملتہ

یعنی علما نے اتفاق کیا ہے کہ بہترین قرن حضرت کا قرن ہے اور مراد اوس سے حضرت کے اصحاب ہین ۔ اور مذہب صحیح تعریف صحابہ یہ ہے کہ جس مسلمان نے حضرت کو ایک ساعت بھی دیکھا ہو وہ صحابی ہے اور روایت خیر الناس عموم پر ہے کہ جملہ قرن بہتر ہے تو اس سے تفضیل صحابہ انبیا پر نہین لازم آتی ۔ نہ معمولی عورتوں کا حضرت مریم و آسیہ پر بلکہ مراد یہ ہے کہ جملہ قرن بہتر ہے بہ نسبت

کے تھے“

امیر نے کہا: ”کیا شے تھی جس نے ان اشعار کے کہنے پر تجکو آمادہ کیا؟

سودہ نے بے باکانہ و مسلمانہ کہا:

”حب علی علیہ السلام، واتباع الحق ۔ حضرت علیؑ کی محبت اور حق کی پیروی“!! (ایضاً ص ۴۶)

(الہلال، مین (احرار اسلام) کا باب تاریخ اسلام کے ایسے ہی امثال جلیلہ کے احیاء ذکر کیلئے تھا مگر افسوس کہ ہجوم اشغال نے مہلت نہ دی کہ ایک آدمی کیا کیا کرے؟

بہرحال اس مضمون مین یا سودہ کی طرف اشارہ تھا یا بکارۃ الہلالیہ رحمہا اللہ تعالیٰ کی طرف آپ اسکو ”ایک بڑھیا کے ہفوات“ سے تعبیر کرکے شاید کوئی خوشی حاصل فرماتے ہونگے ۔ مگر یقین کیجئے کہ آپکے الفاظ پڑھکر میری آنکھوں سے تو آنسو نکل پڑے ۔ فسبحان من لا یتغیر !! ۔ ایک زمانہ تھا کہ ہم مین سے بڑھیا عورتوں کے اندر اسلام کا ایسا سچا اتباع، حق اور حریت کے لیے ایسا گرانمایہ ایثار امر بالمعروف کا ایسا سچا ولولہ اور آزادی و صداقت کی ایسی غیر متزلزل محبت تھی ۔ اور ایک زمانہ آج کا ہے، جب کہ مردان اسلام اور رجال علم و فضل، ایسی مثالوں کا پیش کرنا ایک طرف رہا انکو ”ہفوات“ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہین !!

اللہ اللہ ! اُس مقدس مسلمہ و مومنہ کا مقام عالی اور مرتبہ ارفع ! جسکے دل کو خدا نے خاندان نبوت کی محبت و عشق کا کاشانہ بنایا، جسکو حق کی بیعت کی توفیق عظیم ملی ۔ جس نے اہل بیت محمد

کل قرون کے بجملتہ۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام نووی کو اسکا تنبہ ہوا کہ اگر یہ حدیث صحیح مانی جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ صحابہ افضل ہوں انبیا سے رہا اونکا یہ کہنا کہ یہ مراد نہیں ہے تو دعوای بلا دلیل ہے کیونکہ جب حضرت نے فرمایا تمامی قرون سے بہتر ہمارا قرن ہے تو اگر اس سے خود آنحضرت کا زمانہ مراد لیا ہے تو اسکی افضلیت مین بہ نسبت تمامی انبیا کے کسی کو عذر ہی نہین۔ اور اگر صحابہ کا زمانہ مراد لیا جائے تو اوسی طرح اونکی افضلیت بھی مسلم ہونا چاہیئے حالانکہ نووی اوس سے انکاری ہین۔

اب اس سے بڑھکر کیا دلیل وضعیت حدیث ہو سکتی ہے کہ اس سے تمامی اصول مقررہ اہلسنت

صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت ونصرت مین اپنے سیف لسان کے جوہر دکھائے، اور عملی حریت وآزادی اور حق پرستی وصداقت یزدی کو تخت دمشق کی شوکت قیصری اور ہیبت عجمی مرعوب نہ کر سکی! آپ اسکے کارنامہ حق پرستی کو ہفوات وترہات کے لفظ سے تعبیر کرتے ہین۔ کیجئے۔ لیکن مجکو تو اگر اپنی تمام زندگی مین اِن ”ہفوات،، کی ایک مرتبہ پیروی کرنے کی بھی سچی توفیق ملجائے تو اپنی قسمت پہ ناز کرون اور یقین کرون کہ میری بخشش کا سامان ہوگیا!!

تو وطوبی وما وقامت دوست　　　فکر ہرکس بقدر ہمت اوست

مخدوم من! معاف فرمائیگا، عقائد نسفی ہی کے اندر سب کچھ نہین ہے۔ اس سے باہر بھی ذرا اپنی نظر وسیع فرمائیے۔ حق کی بحث فریقانہ تعصبات سے ارفع واعلی ہے اور اہل حق کا مسلک عدل واعتدال اور افراط وتفریط سے اجتناب ہونا چاہیئے۔ آپکو میری اوس تحریر مین ”مغاص“ کے سب وشتم کا طریقہ نظر آیا کہ بنو امیہ کی بدعات کا ضمنی تذکرہ بھی آپکے خیال مین مشرب معترضانہ ہے نہین سمجھتا کہ اس بارہ مین کیا عرض کرون؟ تاہم اتنا عرض کئے بغیر نہین رہ سکتا کہ الحمد للہ اہل بیت نبوت کی محبت سے فائض المرام وایمان اندوز ہون۔ اور اس عالم مین ہون کہ جب خدا کے حضور مین عبادت کیلئے جاتا ہون تو میری نماز بھی اُس وقت تک پوری نہین ہوتی۔ جبتک کہ آل محمد پر درود وسلام وتحیۃ کا ہدیہ پیش کش بارگاہ حضرت تبارک وتعالی نہ کرلون کہ ”اللّٰہم صل وسلم علی سیدنا محمدؐ وعلی آل محمد کما صلیت وسلمت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید۔

باطل ہوا جاتا ہے کیونکہ افضلیت انبیا اور افضلیت حضرت مریم وآسیہ اون مسلمات قطعیہ سے ہے جس سے کسی طرح انکار نہین کیا جاسکتا جو اس حدیث کی صحت تسلیم کرنے سے یقیناً باطل ہو جاتا ہے پھر کون عاقل ایسی حدیث کو تسلیم کر سکتا ہے۔

طرہ تو یہ ہو کہ صحابی کا لفظ ایسا وسیع کیا گیا ہو کہ اوس مین مسیلمہ کذاب وغیرہ ہزارہا منافقین و مرتدین داخل ہین۔ جنھون نے حضرت کو حالت اسلام مین دیکھا تو وہ سب افضل قرار پاتے ہین انبیا سے۔ پھر کیونکر ممکن ہو کہ ایسی حدیث صحیح ہے۔

تیسری دلیل یہ ہو کہ حدیث مین لفظ قرن ہو اور قرن کے معنی آجتک غیر متحقق ہو چنانچہ نووی لکھتے ہین واختلفوا فی المراد بالقرن ھنا قال المغیرۃ قرنہ اصحابہ

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ

کفاکم من عظیم القدر انکم من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ لہ!

مین تشہد مین درود کو اصطلاحی واجب نہین بلکہ حقیقی واجب یعنی فرض سمجھتا ہون فنسال اللہ تعالیٰ ان یجعلنا علی اتباع الکتاب وقرناءہ اھل بیت النبی الکریم علیہ وعلی آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

(۱۲) آخر مین یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہون کہ اس قسم کے مباحث و مذاکرہ کی نسبت ارباب عصر کی مختلف رائین ہین۔ بعض حضرات انکو اس درجہ اہم اور اقدم سمجھتے ہین کہ دین و دنیا کا کوئی خیال اور اسلام و مسلمین کی کوئی مصلحت انکی نظرون مین ان سے اہم تو نظر نہین آتی اور انکے عقیدے مین اب مسلمانون کیلئے اسکے سوا دنیا مین کوئی کام باقی نہین رہا ہے کہ گذشتہ منازعات ومناقشات کی نسبت تصنیف و تالیف وجرح و تعدیل کا بازار گرم کیا جائے اور قوم وملت اپنی زندگی کو اسکے مطالعہ کیلئے وقف کر دے!!

ان بزرگون کے ساتھ ایک دوسرا دلکش خیال اتحاد دوست اور "مصلحت" فرما طبقہ ہے جسکا خیال ہو کہ اس طرح کے تمام مباحث چونکہ اسکی مصطلحہ "مصلحت وقت" کے خلاف ہین اسلئے بہتر ہے کہ ہمیشہ کیلئے انکو مدفون مقبرۂ خمول ونسیان کر دیا جائے۔ اور کبھی انکی طرف اشارہ بھی نہو۔

والذین یلونھم ابناؤھم والثالث ابناء ابناءھم وقال شھر قرنہ مابقیت عین راتہ والثانی مابقیت عین رات من راہ وقال غیر واحد القرن کل طبقۃ مقترنین فی وقت وقیل ھو لاھل مدۃ بعث فیھا نبی طالت مدتہ ام قصرت وذکر الحربی الاختلاف فی قدرہ بالسنین من عشر سنین الی مائۃ وعشرین ثم قال ولیس منہ شیء واضح ورای ان القرن کل امۃ ھلکت فلیبق منھا احد وقال الحسن وغیرہ القرن عشر سنین وقتادہ سبعون واسحق اربعون وش زرارہ بن اوفی مائۃ وعشرون وعبد الملک بن عمر مائۃ وقال ابن الاعرابی ھو الوقت صفحہ ۳۰۹ شرح صحیح مسلم نووی۔

گویا اس خیال کے بزرگون کے نزدیک سیاہ وسفید وحق وباطل۔ صدق وکذب نور وظلمت اور معروف ومنکر کی بنیاد حقیقت نہین بلکہ "مصلحت" ہے اور تمام تاریخی اسفار اور مجلدات آثار دنیا سے نابود کردینا چاہئیں کیونکہ وہ "مصلحت وقت" کے خلاف ہین۔!!

لیکن اس عاجز کا مسلک ان دونون مذاہب سے مختلف ہے۔ مین دونون جماعتون کو افراط وتفریط مین دیکھتا ہون۔ اپنی تمام قوت علم دین کو محض تاراج مجادلہ ومکابرہ کرنا اور امور متنازعہ کو خواہ نخواہ زندہ کرکے امن واتحاد وجمعیۃ کلمہ مین خلل انداز ہونا عقل وشرع دونون کے لحاظ سے مضر ہے۔ لیکن ساتھ ہی مین اس "مصلحت اندیشی" کا بھی قائل نہین۔ جسکے معنی یہ ہین کہ تاریخی مباحث وتحقیقات کا سدباب کردیا جائے تصحیح خیال وتعدیل اعتقاد وتمجید اعمال حسنہ وذم افعال سیئہ کو روک دیا جائے اور دفاتر اخبار واسفار آثار کے دروازون پر یک قلم قفل چڑھا دیا جائے۔

تاہم بحالت موجودہ مین اسکی بالکل ضرورت نہین دیکھتا کہ ان مباحث مین اپنا اور ناظرین کا وقت صرف کرون۔ وہ وقت کہ ہماری فرصتین قلیل اور ضرورتین لاتعد ولاتحصی ہین اور پھر یہ بحثین تو ہماری زندگی سے وابستہ ہین۔ لیکن پیش آنے والے حالات تو وہ ہین کہ ہماری زندگی ہی مشکوک اور ہماری ہستی ہی کو مفقود کردینے والے ہین۔

الہلال کی گذشتہ جلد کے اختتام اور نئی جلد کے فاتحہ مین "امر بالمعروف ونہی عن المنکر"

بس سے معلوم ہوا کہ خود قرن ایک ایسا لفظ ہی جسکی آجتک تحقیق نہو سکی کیونکہ ایک معنی تو یہ ہین جو زمانہ نبی کا ہوتا ہی وہ سب اوسکا قرن ہی لہذا یہ زمانہ بھی حضرت ہی کا قرن ہی کیونکہ حضرت کی نبوت اس وقت بھی باقی ہی دوسرے معنی یہ ہین کہ قرن دس برس کو کہتے ہین تیسرے چالیس برس کو کہتے ہین چوتھے ستر برس کو پانچوین سو برس چھٹے ایکسو بیس برس تو کیا کوئی عاقل مان سکتا ہے کہ جو زمانہ کم سے کم ایکسو بیس برس رہا وہ افضل ہوگا تمامی ازمنہ گذشتہ و آیندہ سے حالانکہ اس ایکسو بیس برس مین وہ وہ ظلم ہوا ہے جو کبھی بھی نہین ہوا۔

یہی تو وجہ ہی کہ علامہ ابن عبد البر نے عام طور پر افضلیت صحابہ سے انکار کردیا چنانچہ

کی (کہ اصل مقصود دعوت الہلال ہے) تاریخ کی طرف مختصر سا اشارہ کیا گیا تھا، اور اس فضل مخصوص امتہ مرحومہ کی طرف توجہ دلائی تھی کہ ہر زمانے مین حکمۃ الٰہیہ نے احیاء شریعت و امر بالمعروف کیلئے برگزیدگان امت کو منتخب کیا اور انکے ذریعہ حق کا اعلان اور باطل کا استیصال ظہور مین آیا۔ اسی ضمن مین یہ ذکر بھی آگیا تھا کہ اسلام کا اصلی دور زندگی ابتدائی عہد راشدہ تھا اور پھر اسکے بعد ہی بدعات و محدثات کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ وہان نہ بنی ہاشم اور بنی امیہ کے منازعات کا ذکر تھا، اور نہ جمل و صفین کا۔ نہ تعیین تھی۔ اور نہ تشخیص لیکن جناب نے اس طرف توجہ مبذول فرمائی" اور اسکو رسم سب و شتم و اتباع "رفاض" و سب صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) سے تعبیر کیا۔ ایسی حالت مین ضرور تھا کہ بر سبیل اجمال اپنے خیالات ظاہر کردون۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ واقعات سے بالکل چشم پوشی کرلی جائے" اور یہ کیا استبداد و قہر اور حکم بندش قلم و لسان ہے کہ ضمناً بھی کہین صاحبان اعمال خیر کی مدحت اور کہین بدعات و محدثات کی طرف اشارہ منقصت نہو؟

(۲) پس یہ اسباب تھے جنکی وجہ سے الہلال کے چند صفحات اس ذکر کی نذر ہوگئے ہر چند کہ اس بارہ مین جناب کا اصرار شدید تھا، ورنہ قارئین کرام پر واضح رہے کہ اس عاجز کے قلم و دماغ کیلئے امویہ و عباسیہ کا مبحث نہین۔ بلکہ اب تو اسلام کا سوال درپیش ہے اور تاریخ اسلام کا حفظ نہین بلکہ نفس اسلام کے حفظ کی مہم سامنے ہی۔ اب اسوقت

قسطلانی جلد ۶ صفحہ ۶ مین ہے و ذهب ابن عبد البر الی انه قد یکون فیمن یاتی بعد الصحابة افضل من کان فی جملة من الصحابة وان قوله خیر الناس قرنی لیس علی عمومه بدلیل ما یجمع القرن بین الفاضل والمفضول وقد جمع قرنه جماعة من المنافقین المظهرین للایمان واهل الکبائر الذین اقام علیهم وعلی بعضهم الحدود ۔

ابن عبد البر کا یہ قول ہے کہ ہوسکتا ہے کہ بعد صحابہ ایسے لوگ آئین جو صحابہ سے افضل ہون اور حضرت نے جو فرمایا ہے خیر الناس قرنی تو یہ اپنے عموم پر نہین ہے کیونکہ قرن جامع ہے فاضل ومفضول ہین اور حضرت کے قرن مین بہت سے منافقین تھے جو بظاہر اسلام لائے تھے اور بہت سے اہل کبایر بھی حضرت کے زمانہ مین تھے جنپر حد جاری ہوئی ۔

افسوس ہے کہ ابن حجر یا عینی نے اس اصلی اعتراض کو بالکل لکھا ہی نہین جسمین ابن عبد البر اصل حدیث پر معترض ہین کہ کیونکر ممکن ہے کہ حضرت اوس قرن کو بہترین قرون فرمائین جس مین منافقین اور اہل کبایر بھی شامل ہین ۔ تو یہ کیسی بے انصافی ہے کہ ابن حجر نے اصلی اعتراض کو تو لکھا نہین ۔ اور لکھا تو اون اعتراضون کو جو نقلی حیثیت سے ہے کہ حضرت نے بہت سی حدیثین اسکے خلاف فرمائین جسکی غرض یہ ہے کہ صحیح بخاری کی روایت سے سبکو ہوا کردین ۔

غرض یہان تو اصل قرن اول محل اعتراض مین ہے کہ خود وہ قرن افضل تھا یا نہین جس مین آنحضرت تھے اور بقول ابن عبد البر منافقین اور اہل کبائر بھرے ہوے تھے چہ جائیکہ قرن تابعین وتبع تابعین کی خیریت مانی جائے ۔ حالانکہ مرقاۃ شرح مشکوۃ ملا علی قاری مین ہے صفحہ ۵۲۰ جلد ۵

"صفین" اور "جمل" کے واقعات پر غور کرنیکی مہلت کہان سے لائین کہ یوم "بدر" اور "احزاب" کے واقعات تازہ ہو رہے ہین!! مرحوم غالب نے اس بحث کا فیصلہ کر دیا ہے:-

بحث وجدل بجائے مان میکدہ جوئے کاندران
کس نفس از جمل نزد کس سخن از فدک نخواست

وروی الحکیم الترمذی عن ابی الدرداء خیر امتی اولها و اٰخرها و اولهم فیهم رسول الله و اٰخرهم فیهم عیسی بن مریم و بین ذلک همج اعوج ولیسوا منی ولا انا منهم۔

یعنی حکیم ترمذی نے ابو درداء سے روایت کی ہے کہ ہماری امت مین بہتر اول و آخر لوگ ہین کہ اول مین تو خود رسول اللہ ہین اور آخر مین حضرت عیسیٰ بن مریم اور درمیان مین تو عوام کالانعام گرفتار ہین کہ نہ وہ ہمسے ہین اور نہ ہم اون سے۔ پھر یہ کیسی جرأت ہے کہ جن لوگونکو آنحضرت همج اعوج فرمائین اونھین کو میان بخاری ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم فرمائین۔

اس تحقیقات پر غور فرمایئے تو معلوم ہوگا کہ یہ حدیث کیسی موضوع ہے کہ ایک حرف بھی اوسکا درست نہین رہتا نہ ابتدائی حصہ خیر امتی قرنی جسکے معنی یہ لئے جاتے ہین کہ مراد اس سے زمانہ صحابہ ہے کیونکہ بقول ابن عبدالبر وہ قرن کیونکر بہتر ہوسکتا ہے جس مین منافقین و اہل کبائر داخل ہین نہ آخری حصہ کہ تابعین و تبع تابعین کی خیریت کا دعوے کیا جائے۔

زمانہ قرون ثلثہ بہرحال ایک زمانہ وہ تھا کہ جبتک خلافتون کا دورہ دورہ تھا اسلامی حکومتین قائم تھین تو اونکی خوشامد مین اس حدیث کا دائرہ ۲۲۰ھ تک وسیع کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ فتح الباری مین ہے واتفقوا ان اٰخر من کان من اتباع التابعین ممن یقبل قوله من عاش الی حدود العشرین ومائتین وفی هذا الوقت ظهرت البدع ظهورا فاشیا واطلقت المعتزلة السنتها ورفعت الفلاسفة روسها وامتحن اهل العلم لیقولوا بخلق القران وتغیرت الاحوال تغیرا شدیدا ولم یزل الامر ینقص الی الاٰن وظهر قوله ثم یفشوا الکذب ظهورا بینا حتی تشتمت الاقوال والافعال والمعتقدات والله المستعان ص۳۵۳ جلد ۳

یعنی اسپر سب کا اتفاق ہے کہ تبع تابعین کا آخری شخص جسکا قول قبول کیا جاتا اون سے ۲۲۰ھ مین انتقال کیا اور اوسکے بعد بدعت کا ظہور ہوا۔ معتزلہ نے اپنی زبان تیز کی اور

فلاسفہ نے سراوٹھایا اور اہل علم کا امتحان لیا گیا بقول خلق قرآن اور احوال مین تغیر شدید ہوا اور آجتک نقصان ہی ہوتا جاتا ہے جس سے حضرت کے اوس کلام کی تصدیق ظاہر ہوئی جو آپنے فرمایا تھا ثم یفشوا الکذب۔

ملا علی قاری شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین فقرنہ صلی اللہ علیہ ہم الصحابۃ وکانت مدتھم من المبعث الی آخر من مات من الصحابۃ مائۃ وعشرین سنۃ وقرن التابعین من مائۃ سنۃ الی نحو سبعین وقرن تبع التابعین من ثم الی نحو العشرین ومائتین و فی ھذا الوقت ظھرت البدع ظھورا فاشیا ص ۲۰۵

یعنی حضرت کا قرن تو وہی زمانہ صحابہ ہے جسکی مدت ۱۲۰ سنہ تک ہے اور قرن تابعین ۱۰۰ سنہ سے لغایت ۱۷۰ سنہ اور قرن تبع تابعین ۲۲۰ سنہ تک جسکے بعد فتنہ وفساد ظاہر ہوا۔

اور شیخ عبدالحق دہلوی شرح مشکوۃ فارسی مین لکھتے ہین قرن آنحضرت کہ صحابہ اند تا صد و دہ سال باقی بودند وقرن تابعین از سنہ مائۃ تا ہفتاد سال باقی بودند وقرن اتباع تابعین از آنجا تا حدود دوصد وشصت سال ودرینوقت ظاہر شد بدعتہا ص ۴۷۳ جلد ۴۔

اور شرح شیخ الاسلام مین ہے جزو رابع عشر

وبعضی گفتہ اند کہ قرن آنحضرت تا صد وسی سال باقی بود بقول اصح وشاید کہ این معنی مبنی بر حساب از ابتدائے بعثت باشد وقرن تابعین از آخر زمان صحابہ ہفتاد سال بالا بودہ وقرن تبع تابعین پنجاہ سال وآخر کسی کہ از ایشان از ان کسانیکہ قبول کردہ شود قول وی کسے است کہ زندہ تا دوصد وبست سال ودرین وقت ظاہر شد بدعتہا ظہور فاحش وبکشادند معتزلہ زبانہای خود را وبرداشتند فلاسفہ سرہائے خود را وابتلا وممتحن گشتند علما بقول بخلق قرآن ومتغیر شد احوال تغیر بسیار وہمیشہ بود امر شریعت واحکام سنت در نقصان تا حال وظاہر شد مصداق قول شریف کہ بعد ازین مذکور گردد وجمعی بعد ازان پیدا شدند دعوی صحبت شریف نبوی نمودند در وقتیکہ بمجری عادت حیات نفوس آن قدر ممتد نبود از انجملہ یکے ابو رضا بابا رتن ہندی سبر زیست کہ بعد از سنہ ستمائۃ ظاہر شد ومحدثان تکذیب میکنند آنرا اشد تکذیب وبعض از مشائخ تصدیق کردہ واستماع حدیث نمودہ وشیخ علاء الدولہ

سمنانی کہ قدوہ ارباب کشف و یقین است احادیث او یرا از شیخ ابو الفتح موسی بن محلی صوفی کہ از ابی رضا شنیدہ جمع کردہ بردہ باب ترتیب ۶۳۲ھ جلد ۲ مطبع علوی لکھنؤ
اس عبارت میں سب سے دلآویز بات جو آپکو معلوم ہوگی وہ اکابر ائمہ اہلسنت کا روایت کرنا ہے حدیثون کا بابا رتن ہندی سے جو ۶۰۰ھ میں اسکا مدعی ہوا کہ ہم صحابی رسول ہین ۔ یہانتک کہ شیخ علاء الدین سمنانی نے اون کی حدیثون کو لیکر ایک کتاب طیار کی جسکے دس باب تھے ۔ پھر السون کی تحقیق کی جو کچھ نہ قدر ہو کم ہے ۔

آہ آہ جناب صاحب العصر والزمان علیہ السّلام کی غیبت اور طول حیات اور رجعت کی جو ہزارون حدیثین خود اہلسنت کے یہان موجود ہین وہ تو انکے جہلا کو اس وجہ سے نہ منظور ہو کہ فرزند رسول کو یہ فضیلت کیونکر مل سکتی ہے ۔ مگر صحابیت کا مدعی اگر پیدا ہو کہ ہمنے حضرت کی زیارت کی ہے اور ابوبکر عمر کو دیکھا ہے تو وہ سر اور آنکھون پر بٹھایا جاے اور حضرت مہدیؑ موعود کے بارہ مین یہ گفتگو ہو حالانکہ حضرت کا وجود یا بقا بطور عادۃ نہین ہے بلکہ بطور معجزہ ہے ۔

بہرحال یہ کل علماء اہلسنت سلف سے خلف تک اسی کے قائل ہین کہ اس حدیث مین مراد خیریت قرون ثلثہ اس زمانہ کی افضلیت ہے کہ تینون زمانہ سب سے افضل ہین ۔
مگر ایسا دعوی کرنا یا زبان پر لانا کہ وہ زمانہ جسمین وہ ظلم ہوا جو کبھی نہین ہوا تہا ۔ اسکو مستلزم ہے کہ حضرت کی رسالت سے انکار کیا جاے اسلئے سب سے پہلے ابن عبد البر نے تو اس کی صحت سے بالکل انکار کیا ۔

تحقیقات شاہ ولی اللہ لیکن شاہ ولی اللہ صاحب جو آخر زمانہ مین بڑے پایہ کے عالم گذرے ہین اور اونکے نکتہ رس طبیعت کی نہایت تعریف کی جاتی ہے کہ وہ بڑے فلسفی تھے اس امت کے حکیم تھے اونھون نے وہ روش اختیار کی جس سے سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے کیونکہ اگر حدیث کی تکذیب کرتے ہین تو صحاح ستہ سے دست برداری لازم آتی ہے اور اگر صحت حدیث کا اقرار کرتے ہین تو تکذیب رسول لازم آتی ہے ۔ پھر اصلی مقصد جو خدمت ثلثہ ہی وہ فوت ہوتا ہے لہذا انھون نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ

کہدیا کہ مراد اس سے زمانہ خلفائے ثلثہ ہے مارین گھٹنہ پھوٹے سر۔

بخیال اختصار ہم مولوی صدیق حسن خان صاحب کی سراج الوہاج شرح صحیح مسلم سے اس تحقیقات کو یہان نقل کرتے ہین جس سے معلوم ہوجائیگا کہ یہ تحقیقات کیسی ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۵۲۹ جلد ثانی۔

هذه الروايات اخرجها مسلم فی صحیحه وفيها نص علی خير القرون الثلثة وهی قرن الصحابة والتابعين واتباعهم واختار الشيخ احمد ولی الله المحدث الدهلوی فی ازالة الخفاء ان المراد بقرنه صلعم زمان حياته والثانی قرن الشيخين ابی بكر وعمر والثالث مدة خلافة عثمان الی ان استشهد بدليل قوله قرنی فانه اضاف القرن الی نفسه الشريفة ثم عطف عليه قرنين أخرين واقل قدر سنين القرن عشرة سنين وقد اقام هو بالمدينة هذا القدر ومثله زمان خلافة الصديق مع خلافة الفاروق مع شیء زائد يسير جدا نحو عامين ونصف ثم هكذا مدة امارة ذی النورين مع زيادة قليلة علی مدتها فانحصرت القرون الثلثة التی شهد لها رسول الله بالخيرية الی أخر حياة عثمان حتی قتل ثم صار الامر ملكا عضوضا۔

وهذا الذی ذهب اليه الشيخ العظيم قول غريب جدا لم اقف عليه لغيره وفهم الجمهور من السلف والخلف من حديث الباب وما فی معناه ان المراد بقرنه صلعم قرن الصحابة الی أخرهم موتا ثم الثانی كذلك الی موت أخر التابعين ثم هكذا الی وفاة أخر اتباعهم بل ذهب بعضهم الی اعتبار اتباع الاتباع لهم وهو القرن الرابع لكن لم تثبت رواية رابعة بثبوت يوجب المصير اليها۔

وهذه القرون الثلثة هی التی يعبر عن اهلها بالسلف وعمن بعدهم او بعد القرن الرابع بالخلف فی عرف العلماء واصطلاحهم والا فكل متقدم من الناس سلف والمتاخر منهم خلف فی اللغة والمحاورة الحديثية وغيرها وكل من ذهب الی تحديد السلف الصالح وزمنهم والخلف وعصرهم الی غير ما ذكرنا فانه

لمدیات بفائدۃ واضحۃ ولم یعد بعائدہ زائدۃ و بین القال والقلیل فاشدد
بیدیک علی ہذا اصنہ ۵۳

ان روایتون کو مسلم نے اپنی صحیح مین لکھا ہے جو نص ہے اس بارہ مین کہ قرون ثلثہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین بہترین قرون ہے مگر شیخ ولی اللہ دہلوی نے ازالۃ الخفا مین ایک دوسرا قول اختیار کیا ہے کہ حضرت کا قرن وہ زمانہ ہی جس مین آپ زندہ رہے اور دوسری قرن سے مراد زمانہ شیخین ابوبکر و عمر ہے۔ اور تیسرے قرن سے مراد مدۃ حیات عثمان ہے کیونکہ حضرت نے لفظ قرن کو اپنی نفس کی طرف مضاف کیا ہی قرنی اور اوسپر عطف کیا ہے دوسرے دونون قرنون کو۔

اور کم سے کم مقدار قرن دس برس ہی اور مدۃ اقامت آنحضرت مدینہ مین بھی دس برس ہی (لہذا معلوم ہوا کہ قرنی سے مراد وہی زمانہ قیام مدینہ ہی) اور اسیقدر زمانہ خلافت ابوبکر و عمر ہے مع شئی زائد کہ ڈہائی برس ہوتا ہے۔ اسی طرح مدۃ خلافت عثمان ہی تھوڑی سی زیادتی کے ساتھ۔ تو اب وہ قرون ثلثہ جسکے خیریت کی خبر آنحضرت نے دی منحصر ہے اس زمانہ مین جو آخر حیات عثمان ہی یہانتک کہ قتل ہوے اوسکے بعد ملک عضوض ہوا۔

مولوی صدیق حسن خان صاحب کہتے ہین یہ قول جو شاہ صاحب نے اختیار کیا ہی بالکل قول غریب ہے کہ جہانتک ہمارا علم ہے کوئی آجتک اسکا قائل نہین ہوا کیونکہ جمہور سلف و خلف اسکے قائل ہین کہ حضرت کے قرن سے مراد قرن صحابہ ہی آخر عہد اوس صحابی تک جو سب کے آخر مین مرا اور قرن ثانی سے مراد قرن تابعین اور قرن ثالث سے مراد قرن تبع تابعین ہے مگر اسکی روایت ویسی ثابت نہین۔ قرون ثلثہ یہی کہے جاتے ہین جسکو کبھی سلف صالح بھی کہتے ہین اور اسکے بعد جو لوگ ہین یا قرن رابع کے بعد والے خلف کہلاتے ہین عرف علما مین اور اون کی اصطلاح مین۔ ورنہ ہر متقدم سلف ہے اور ہر متاخر خلف۔ لغۃ و محاورہ حدیث مین اور جس شخص نے سلف صالح کے زمانہ کو یا خلف کے زمانہ کو معین کیا ہے اوس سے کوئی فائدہ معتدبہ نہین حاصل ہوتا۔

یہ ہی تحقیق جدید شاہ ولی اللہ کا حال جسکو مولوی صدیق حسن خان صاحب قول غریب فرماتے ہین اور تمامی تصریحات علما کے مخالف کہ آجتک کوئی اسکا قائل نہین ہوا حتی کہ شیخ عبد الحق دہلوی جو کچھ ہی مقدم ہین شاہ ولی اللہ سے اونکو بھی یہ نہ معلوم ہوا۔ مگر آجکل کے خوارج کا اسی پر ایمان ہے اور اسی پر اونکا اعتماد ہے حالانکہ یہ نہین سمجھتے کہ اس قول کے اختیار کرنے سے کس درجہ مخالفت احادیث صحیحہ لازم آتی ہے اور کیسی مخالفت واقعات کیونکہ

اولاً شاہ صاحب حضرت کے زمانہ کو محدود کرتے ہین دس برس مین جو مدت اقامت مدینہ منورہ ہے حالانکہ وہ بھی دس برس سے زاید ہے مگر بفرض تسلیم مخالف ہے اوس حدیث صحیح کے جو سابقاً صحیح بخاری سے لکھی گئی بعثت من خیر قرون بنی ادم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت منہ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۹ حصہ ہذا

جس سے معلوم ہوا کہ حضرت اوس قرن کو خیر فرماتے تھے جس مین آپکے آبا و اجداد مین انقلاب ہوا۔ اور اوس قرن کو سب سے بہتر فرماتے ہین جس مین آپکی بعثت ہوئی۔ پس ابتدائے زمانہ بعثت کو خیر القرون سے خارج کرنا۔ اور زمانہ قیام مدینہ مین اوسکو منحصر کرنا صریح تکذیب رسول اللہ صلعم ہے حالانکہ نص صریح موجود ہے وفی روایۃ بریدہ عند احمد ھذہ الامۃ القرن الذی بعثت فیھم کہ بہترین زمانہ وہ ہے جس مین ہماری بعثت ہوئی۔ تو اب اوس زمانہ کو خیریت سے خارج کرنا جسمین حضرت مبعوث ہوے کس درجہ کی مخالفت رسول ہے حالانکہ اسی سبب سے اہلسنت قائل افضلیت مہاجرین اولین ہین کہ وہ اول زمانہ مین اسلام لائے۔ مگر شاہ صاحب اوسکو خارج کرتے ہین۔

ثانیاً اگر قرنی سے پورا زمانہ بعثت آنحضرت لیا جائے تا وفات تو وہ حساب غلط ہوتا ہے کہ قرن کم سے کم دس برس کا ہوتا ہے کیونکہ حضرت کا زمانہ بعثت تا وفات تئیس ۲۳ برس ہے۔

ثالثاً زمانہ ابوبکر و عمر کو ایک کرنا خود خلاف اصول ہے کیونکہ اگرچہ عمر صاحب مختار عام تھے۔ مگر ہزاروں امور مین دونوں خلافتوں مین فرق ہے۔ عمر مانع قتل اہل ردۃ تھے۔ ابوبکر اوسپر مصر یہانتک کہ انجام دیا۔ ابوبکر تقسیم بالسویہ کرتے تھے۔ عمر نے اوس کو اولٹ دیا ابو بکر نے فدک کو بالکل ضبط کر لیا اور عمر نے کسی طرح واگذاشت کیا پھر دونون

خلافتون کو ایک کرنا کسی طرح بھی معقول نہین ۔
رابعًا اسپر بھی زمانہ قرن کسی طرح پورا نہین ہوتا کیونکہ قرن کی تحدید کی دس برس اور خلافت ابوبکر و عمر رہی تیرہ برس تو پھر یہ ایک قرن کہان ہوا اوس سے ڈھائی تین برس بڑھ گیا۔ پس اگر یہ قول حضرت کا ہے تو اوس مین سرمو تفاوت نہونا چاہیئے چہ جائیکہ ایسا تفاوت ہو کہ پہلا قرن تیئیس برس کا ہو جائے ۔ اور دوسرا تیرہ برس کا حالانکہ قرن کی مدت دس برس رکھی گئی ہے ۔
خامسًا مدۃ خلافت عثمان بھی کسی طرح اسمین نہین آسکتی کیونکہ وہ بھی بارہ برس ہے ۔
تاریخ خمیس مین ہے مدۃ خلافتہ سنتان و اربعۃ اشھر ولی الخلافۃ سنتین ونصفا ص۲۲۲
قال ابن اسحق مدۃ خلافتہ (عمر) عشر سنین وستۃ اشھر ص۲۶۹
قال ابن اسحق کانت مدۃ خلافتہ (عثمان) اثنتی عشرۃ سنۃ ص۲۹۶
پھر نہ معلوم اس تاویل سے کیا حاصل جس سے کوئی بات درست نہو سکے کیونکہ حضرت کا زمانہ ایک قرن بنایا گیا وہ ۲۳ برس کا ہوا ابوبکر عمر کا زمانہ ایک کیا گیا جو تیرہ برس ہوا عثمان کا ایک قرن بنایا گیا وہ بارہ برس کا ہوا حالانکہ قرن دس برس کا ہوتا ہے بنا بر تحقیق شاہ صاحب حالانکہ حدیث عبداللہ بن بسر جو صحیح مسلم مین ہے اوس مین اس کی تصریح ہے کہ قرن سو برس کا ہوتا ہے فتح الباری مین ہے وقد وقع فی حدیث عبداللہ بن بسر عند مسلم مایدل علی ان القرن مائۃ وھو المشھور ص۳ جلد ۳
سادسًا اس تحقیق پر زمانہ خلافت جناب امیرؑ ملک عضوض قرار پاتا ہے جسپر کچھ کہنے کی ضرورت نہین کیونکہ اسکا قائل تو کوئی خارجی بھی نہین ۔
شاہ صاحب کا مقصود اصلی اس تحقیقات سے یہی ہے کہ خلافت جناب امیرؑ کو باطل اور ناجائز بنائین ۔ اسی لئے کوئی دقیقہ اونھون نے اس مین اوٹھا نہ رکھا کہ حضرت کے خلافت کی توہین و تنقیص کرین جنکو اس وضاحت کے ساتھ اونہون نے لکھا ہے کہ خدا کی پناہ ۔
غرض جس پہلو سے دیکھا جائے یہ محقق شاہ ولی اللہ ایسے ہین کہ نہ صرف تصریحات جمہور

علمائے اہلسنت کے خلاف ہی بلکہ احادیث صحیحہ صریحہ کے بھی خلاف ہی کیونکہ (۱) قرن
اونھون نے دس برس کا بنایا جو صریح مخالف حدیث رسول ہی جس مین حضرت نے
قرن کو سو برس فرمایا (۲) پھر اس سے حضرت کا وہ زمانہ نکل جاتا ہی جو زمانہ ابتدائے بعثت
ہے حالانکہ بتصریح صریح حضرتؐ نے اوسکو خیر القرون فرمایا ہے (۳) پھر اسپر بھی کوئی کام نہین
چلتا کیونکہ نہ حضرتؐ کا زمانہ قیام مدینہ ہی دس برس ہی نہ زمانہ خلافت ابوبکر عمر دس برس
نہ زمانہ خلافت عثمان دس برس۔

یہ ادنی نتیجہ عداوت جناب امیرؑ ہی کہ اوسکا کوئی قول اوسکی تحقیق درست نہین ہو سکتی
ہر جگہ وہ ذلیل و خوار ہوتا ہی یہی وجہ ہے کہ اس ازالۃ الخفا کو کل علما نے مردود و مطرود
سمجھا چنانچہ مولوی حسن الزمان خان صاحب قول مستحسن مین فرماتے ہین۔

وقد نحا نحوہ صاحب القرۃ بتلویحات قریبۃ من التصریحات و اشارات شبیہۃ
بالعبارات و کذا وضع فی کتابہ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء اشیاء تسمیہ
ازالۃ الخلافۃ و الھدایۃ عن خاتم الخلافۃ و فاتح الولایۃ لا نستبیح ذکر شئ
منھا الا مقرونًا بالرد و الکتابین بین ظھرانی الناس الان نسال اللہ السلامۃ
والعلم صـ ۲۳۱

(یعنی جو چال ابن تیمیہ کی تھی وہی چال صاحب قرۃ شاہ ولی اللہ مصنف قرۃ العینین
نے بھی اختیار کی ایسے تلویحات سے جو قریب بہ تصریح ہی اور ایسے اشارات سے جو شبیہ
بعبارات ہی۔ اسی طرح اوسنے ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفا لکھا ہی (جو بفحوائے برعکس
نہند نام زنگی کافور) اس قابل ہی کہ اوس کا نام ازالۃ الخلافہ والہدایہ عن خاتم
الخلافہ و فاتح الولایۃ رکھا جائے جسکے کسی عبارت کا ذکر کرنا بھی ہم جائز نہین
جانتے جبتک اوسکی رد بھی نہ کی جائے۔ دونون کتابین قوم کے سامنے ہین خدا سے
ہم سلامتی و عصمت کی دعا کرتے ہین۔

پھر مولوی وحید الزمان صاحب جو اس زمانہ کے تمامی اہلسنت کے امام علی الاطلاق ہین
وہ اپنی کتاب ہدیۃ المہدی مین فرماتے ہین۔

والعجب ان ہولاء المفضلین قررو اصلا انہ لا عبرۃ بالظنیات فی باب الاعتقادات ثم یکسرونہ فی ہذہ المسئلۃ ویتمسکون بالاثار الضعیفۃ والموقوفۃ والف فی ہذا الباب شیخنا ولی اللہ الدہلوی کتابا طویلا اسماہ ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا الاانہ لم یات بدلیل واحد قطعی علی التفضیل وکلما ذکرہ ظن وخرص وتخییل ص۹

جو لوگ فضیلت خلفا کے قائل ہین اونھون نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ اعتقادی امور مین ظنیات کو کوئی دخل نہین ہے مگر یہان آکر وہ قاعدہ توڑ دیتے ہین اور ضعیف روایات اور موقوف حدیثون سے سند لاتے ہین۔ اس بارہ مین ہمارے شیخ ولی اللہ دہلوی نے ایک بڑی کتاب لکھی ہے جسکا نام ازالۃ الخفا ہے مگر ایک بھی دلیل یقینی نہین لائے۔ بلکہ جو کچھ لکھا وہ ظن ہے۔ خیال ہے۔ الکل پچھم ہے۔

شاہ ولی اللہ نے جو دعوی کیا ہے کہ بعد قتل عثمان صار الامر ملکا عضوضا زمانہ خلافت وسلطنت ملک عضوض ہوگیا تو یہ ایسا دعوی ہے کہ اسکا مدعی بجز کافر دوسرا کوئی نہین ہو سکتا۔ کیونکہ اگر خلافت خلفائے ثلثہ اور خلافت خلفائے بنی امیہ وبنی عباس مین فرق نکالا جاتا ہے تو صرف اسی حدیث الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ ثم یکون ملکا عضوضا۔

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر مین لکھتے ہین ص۸۷

ومما یدل علی صحۃ خلافتہ دون خلافۃ غیرہ الحدیث المشہور الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم یصیر ملکا عضوضا وقد استشہد علی رض علی راس ثلثین سنۃ عن وفات رسول اللہ صلعم ومما یدل علی صحۃ اجتہادہ وخطاء معاویہ فی مرادہ ما صح عنہ صلعم فی حق عمار بن یاسر تقتلک الفئۃ الباغیۃ واما ما نقل ان معویہ او احدا من اشیاعہ قال ما قتلہ الا علی رض حیث حملہ علی المقاتلۃ فیروی عن علی کرم اللہ وجہہ انہ قال فی المقابلۃ فیلزم ان النبی صلعم قتل عمہ حمزہ فتبین ان معویہ ومن بعدہ لم یکونوا خلفاء بل ملوکا وامراء ولا یشکل بان اہل الحل والعقد من الامۃ کانوا متفقین علی خلافۃ الخلفاء

العباسیة وبعض المروانیہ کعمر بن عبد العزیز فان المراد بالخلافة المذکورة فی الحدیث الخلافة الکاملة التی لا یشوبها شیء من المخالفة ومیل عن المتابعة یکون ثلثین سنة وبعدها قد یکون وقد لا یکون ۔

یعنی منجملہ دلائل صحت خلافت جناب امیر یہ حدیث مشہور ہے کہ خلافت میرے بعد تیس برس ہوگی پھر ملک عضوض (گزندہ) ہے کیونکہ حضرت علیؑ نے وفات رسول کے تیسوین برس انتقال کیا اور حضرت کے صحت اجتہاد اور خطاء معویہ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت نے بحق عمار بن یاسر فرمایا کہ تجھے فئۃ باغیہ (باغیون کا گروہ) قتل کریگا ۔ اماجو معویہ نے یا اوسکے کسی پیرو نے کہا کہ عمار کے قاتل تو حضرت علی ہین کیونکہ اونھین نے لڑنے کو بھیجا تھا ۔ حضرت علیؑ نے اوسکے جواب مین فرمایا تو چاہیے کہ حضرت حمزہ کے قاتل رسول اللہ ہون تو معلوم ہوا کہ معویہ وغیرہ خلیفہ نہ تھے بلکہ سلاطین و امراء تھے ۔ اب اسپر یہ اعتراض نہین ہو سکتا کہ اہل حل وعقد تو متفق تھے خلافت بنی عباس و بنی مروان مثل عمر بن عبد العزیز وغیرہ پر کیونکہ مراد خلافت سے اس حدیث مین خلافت کاملہ ہے جس مین کسی طرح شائبہ مخالفت و متابعت ہوا نہو وہ تیس برس ہوگی ۔ اسکے بعد کبھی ایسی خلافت ہوگی کبھی نہوگی کیونکہ حضرت مہدی کے بارے مین بھی وارد ہے کہ وہ خلیفہ رسول اللہ ہین ۔۔

شرح عقائد تفتازانی مین ہے والخلافة ثلثون سنة ثم بعدها ملك وامارة لقوله ع الخلافة بعدی ثلثون سنة ثم تصیر ملکا عضوضا وقد استشهد علی رض علی راس ثلاثین سنة من وفات رسول اللہ صلعم فمعاویة ومن بعده لا یکون خلفاء بل کانوا ملوکا وامراء انتهت الملخص مختصر

یعنی حضرت کی یہ حدیث الخلافة بعدی ثلثون سنة مشتمل ہے جناب امیر پر کہ حضرت نے وفات رسول کے تیسوین سال مین وفات پائی پس معویہ وغیرہ خلیفہ نہین ہین بلکہ بادشاہ اور امراء ہین ۔

شاہ ولی اللہ صاحب کو غور کرنا چاہیے کہ حدیث مخبر صادق اس طرح سچی ہوئی ہے کہ جو حضرت نے فرمایا تھا خلافت میرے بعد تیس برس رہیگی وہ کیسی سچی ہوئی کہ جناب امیر تیس ہی برس تک بعد وفات رسول زندہ رہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ پیشگوئی تھی اس کی کہ حضرت کا سچا خلیفہ اور جانشین تیس برس زندہ رہیگا جس کل دعویداران خلافت کا دعوی باطل ہوگیا ۔

بخلاف اوس حدیث خیر القرون قرنی کے جس کو شاہ ولی اللہ صاحب زبردستی خلفاے ثلثہ پر چسپان کرتے ہین کہ کسی طرح وہ درست نہین ہوتی نہ مدۃ نبوت جناب رسالتمآبؐ دس برس ہے نہ زمانہ خلافت شیخین دس برس نہ زمانہ خلافت عثمان دس برس۔

اسی حدیث الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ سے خلافت ثلثہ بھی باطل ہوئی کیونکہ اگر وہ خلافتین حق مانی جائین تو یہ حدیث غلط ہوتی ہے جسمین بشارت دی گئی ہے کہ خلافت تیس برس رہیگی خلافت ابوبکر ڈھائی برس ہی خلافت عمر ساڑھے دس برس خلافت عثمان بارہ برس جسکا مجموعہ ۲۵ سال ہوتا ہے ۳۰ سال تو نہ ایک خلافت اسمین آسکتی ہے نہ مجموعہ اوسکا لہذا معلوم ہوا کہ یہ صرف خلافت جناب امیرؑ کے بارہ مین ہے

اسی حدیث سے خود علماے اہلسنت کو اسمین سخت تردد ہوا کہ اپنے خلفا کی خلافت پر کیونکر منطبق کرین چنانچہ ملا قاری کا قول سابقاً مذکور ہوا کہ اسپر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خلافت خلفاے بنی عباس وغیرہ پر بھی تو اہل حل وعقد کا اتفاق ہو گیا تھا پس اگر اس طرح کی خلافت مراد لی جاے تو لازم آتا ہے کہ حدیث غلط ہو

علامہ تفتازانی لکھتے ہین وھذا مشکل لان اھل الحل والعقد من الامۃ قد کانوا متفقین علی خلافۃ الخلفاء العباسیۃ وبعض المروانیۃ کعمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۴۲ یعنی یہ حدیث مشکل ہے کیونکہ اہل حل وعقد نے امت سے اجماع کیا تھا خلافت خلفاے بنی عباس و بعض مروانیہ پر مثل عمر بن عبد العزیز کے۔

جس سے معلوم ہوا کہ اگر خلافت ثلثہ پر یہ حدیث محمول کی جاے تو پھر کسی طرح حدیث صحیح نہین ہو سکتی ہو سکتی کہ جس طرح وہ خلفا بالاتفاق اہل حل وعقد خلیفہ ہوے تھے اسی طرح خلفاے بنی عباس اور عمر بن عبد العزیز بھی خلیفہ ہوئے۔

مگر علامہ [illegible] اسپر یہ احتمال ظاہر کرتے ہین ویحتمل ان یحمل [illegible] الخلافۃ علی [illegible] الکاملۃ [illegible]

صفحہ ۱۴۲

یعنی ممکن ہے کہ مراد اس سے خلافت بالاستقلال ہو کہ وہ تیس برس رہے تو اب [illegible] خلافت [illegible] تیس برس تک [illegible] خلافت حسب [illegible] کوئی [illegible]

اسکے علاوہ اگر یہ مانا جائے کہ مراد اس سے وہ خلافت کاملہ ہے جس مین کسی طرح مخالفت حق سے نہو تو ایسی خلافت مطابق اصول اہلسنت کوئی نہین ملتی کیونکہ خلافت اولیٰ کے بارہ مین خود عمر صاحب کا قول صحیح بخاری مین موجود ہے ان بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ کہ بیعت ابوبکر ناگہانی ہوئی اب جو ایسا کرے وہ لایق قتل ہے۔ اسی طرح خلافت دوم جو بناے فاسد علی الفاسد ہے کیا مشورہ و اتفاق مسلمین خلیفہ ہوے۔ اسی طرح خلافت ثلثہ جو اس طرح مخالفت دمیل عن المتابعت پر شامل تھی کہ کسی دلیل کی بھی ضرورت نہین۔ پس اگر یہی معنی مراد لئے جائین تو بھی بجز خلافت جناب امیرؑ دوسری خلافت مراد نہین ہو سکتی جو ہر طرح کامل و اکمل تری کہ علی الاتصال تیس برس تک رہی اور بہ اتفاق اہل سنت کامل و اکمل تھی۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ تفتازانی نے بشرح حدیث من مات ولم یعرف امام زمانہ دوسرا اعتراض کیا ہے فان قیل فعلی ما ذکرہ من ان مدۃ الخلافۃ ثلثون سنۃ یکون الزمان بعد الخلفاء الراشدین خالیا عن الامام فتعصی الامۃ کلہم ویکون میتتہم میتۃ جاہلیۃ قلنا قد سبق ان المراد الخلافۃ الکاملۃ ولو سلم فلعل بعدها دور الخلافۃ ینقضی دون دور الامامۃ بناء علی ان الامام اعم لکن هذا الاصطلاح مما لم یجدہ للقوم بل من الشیعۃ من یزعم ان الخلیفۃ اعم ولہذا یقولون بخلافۃ الائمۃ الثلثۃ دون امامتہم واما بعد الخلفاء العباسیۃ فالامر مشکل ھ ۱۳۲

یعنی اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ مدۃ خلافت کی تیس برس ہے تو بعد خلفائے راشدین زمانہ خالی ہو امام سے تو ساری امت عاصی ہوئی اور سبکی موت موت جاہلیۃ ہوئی۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ مراد خلافت سے خلافت کاملہ ہے (لہذا اس سے نہین لازم آتا کہ مطلق خلافت نہو) اور اگر تسلیم بھی کیا جاے تو ممکن ہے کہ دور خلافت تمام ہو نہ دور امامت کیونکہ امامت عام ہے (تو مطلب یہ ہے کہ ان خلفا کو ہم امام مان لینگے جس سے موت جاہلیت سے نجات ہو جائیگی) مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ اصطلاح قوم مین تو جاری نہین (یعنی اہلسنت اسکے قائل نہین) بلکہ شیعہ اسکے قائل ہین کہ خلافت عام ہے امامت سے چنانچہ وہ خلافت خلفائے ثلاثہ کے تو قائل ہین مگر انکو امام نہین جانتے لیکن شیعہ انکو دنیاوی خلیفہ جانتے ہین جیسا بنو امیہ کو) مگر یہ تاویل بھی بعد خلفائے بنی عباسیہ مشکل ہے انتہی۔

اچھی طرح معلوم ہوا کہ حدیث الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ اور حدیث من مات ولم یعرف امام
زمانہ نے اہلسنت کو اس مصیبت مین مبتلا کیا ہے کہ کسی طرح گلو خلاصی ممکن نہین ۔
بخلاف شیعون کے کہ وہ ہر طرح فائز المرام اور کامیاب ہین کیونکہ وہ حدیث الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ
کو نص اور پیشگوئی مانتے ہین خلافت جناب امیر مین جو نص رسول قایم ہوئی کہ تیس برس تک سچے خلیفہ
اور جانشین رسول رہے جسکو تمامی اہلسنت بھی تسلیم کرتے ہین ۔
اور حدیث من مات ولم یعرف امام زمانہ مین اس طرف اشارہ ہے کہ امام ہر صورت امام ہے خواہ
غالب ہو یا مغلوب ہر وقت مین اوسکی معرفت حاصل کرنی چاہیے کہ اس بنا پر کوئی الزام آ نہین سکتا ۔
علامہ خیالی نے اسکے حاشیہ مین یہ بات پیدا کی وقد یقال المراد ههنا بالامام هو النبی قال
اللہ تعالی لابراهیم انی جاعلک للناس اماما وخاصۃ بالنبوۃ کہا گیا ہے مراد امام سے
یہان خود آنحضرت ہین کیونکہ خدا نے حضرت ابراہیم کو فرمایا انی جاعلک للناس اماما اور یہ امامت
بذریعہ نبوت ہے ۔
مگر اسپر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ لازم آتا ہے جو حضرت کا قائل نہو وہ مسلمان ہے کیونکہ یہ حکم تو بعد اسلام کا ہے حالانکہ
کوئی اوسکے اسلام کا قائل نہین ۔ پھر قید امام زمانہ لغو ہوتا ہے کہ اپنے زمانہ کا امام ۔
اسکے بعد قول تفتازانی فتعصی الامۃ کلهم پر حاشیہ دیتے ہین لان ترک الواجب معصیۃ و
المعصیۃ ضلالۃ والامۃ لاتجتمع علی الضلالۃ وقد یجاب بان انما یلزم المعصیۃ
لو ترکوہ عن قدرۃ واجتہاد لا عن عجز واضطرار فلا اشکال اصلا ۱۲
یعنی ترک واجب معصیت اور معصیت ضلالہ ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ امت کبھی ضلالہ پر مجتمع نہوگی مگر اسکا
یہ جواب دیسکتے ہین کہ معصیت اوس وقت لازم آئیگی کہ قدرت واجتہاد سے ترک کرین اگر عجز واضطرار
سے ایسا ہو تو کوئی اشکال نہین ۔
اس عبارت نے اوس احتمال کو باطل کردیا کہ مراد امام سے نبی ہین کیونکہ یہ اسکے قائل ہین اگر امام کو بعجز
واضطرار نہ پہچانین تو کوئی مضائقہ نہین مگر رسول اللہ ص کے بابت کوئی اسکا قائل نہین کہ بلا اقرار کلمہ
شہادتین کوئی مسلمان ہوسکے مصائب اہلسنت یہی دو حدیثین نہین ہین بلکہ تیسری حدیث
لایزال هذا الدین عزیزا منیعا حتی یکون اثنا عشر خلیفۃ یہ امر ہے جو اہلسنت کے

یہان متواترات سے ہے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ اسلام اوس وقت تک محفوظ رہیگا جبتک بارہ خلیفہ ہون اور چوتھی حدیث تدور رحی الاسلام لخمس وثلاثین سنۃ کہ اسلام کی چکی پینتیس برس تک چلیگی

اب کون ہے دنیا مین جو ان روایات مین تطبیق دےسکے کیونکہ ایک طرف تو فرمایا جو امام زمانہ کو نہ پہچانے اور مرجائے اوسکی موت جاہلیت کی ہوگی یہ حدیث بتارہی ہے کہ قیامت تک امام زمانہ کا پہچاننا ضروری ہے ورنہ مسلمانون کیلئے موت جاہلیت رکھی ہوئی ہے۔

دوسری طرف حضرت فرماتے ہین کہ اسلام اوس وقت تک معزز رہیگا جبتک کہ بارہ خلیفہ ہون بیشک بارہ خلیفہ کی تعداد ایسی ہے جو کسی طرح طے نہین ہوتا مگر تاہم اتنی مہلت ملتی ہے کہ بارہ خلیفہ تک اسلام کی عزت باقی رہےگی۔

تیسری طرف حضرت فرماتے ہین کہ الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ کہ ہمارے بعد خلافت تیس ہی برس ہے جس سے بمذاق اہلسنت اوسکا خاتمہ جناب امیر کی ذات بابرکات پر ہوتا ہے اوسکے بعد کوئی خلیفہ ہے نہ امام تو پھر وہ سب حدیثین رخصت ہوئی ہین جسمین معرفت امام کی ہر زمانہ مین ضرورت ہے۔

چوتھی طرف حضرت یہ فرماتے ہین کہ اسلام کی چکی پینتیس برس چلیگی جو بقول شاہ ولی اللہ زمانہ قتل عثمان پر ختم ہے۔ پھر بتائیے ان مین تطبیق کیونکر ہو۔

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین چون دل مبارک آنحضرت از ین اوضاعات غیبیہ پرشد [۵] طفاح از ان در مخاطبہ ناس ظاہر گردید تعیین زمان و مکان آن فرمودند و خبر دادند کہ ایشانان قائم بامر امت خواہند بود فی حدیث سفینۃ الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ و فی حدیث ابن مسعود تدور رحی الاسلام لخمس وثلاثین وتناقض درمیان این دو حدیث نیست زیرا کہ چون حضرت مرتضی را باخلفاء عد کنند نظر بقوت سوابق اسلامیہ وافضلیت اوشان او در زمان خلافت خود مدت خلافت ثلثین شود و اگر عد نکنند نظر باینکہ خلافت خاصہ منقطع گشت و اگر احادیث بہمین مضمون وارد شدہ [۲۹]

اس سے معلوم ہوا کہ دونون حدیثون مین صریح تناقض ہے کیونکہ ایک مین مدت خلافت تیس برس

---

۵ سہ آمد ہر چیزے مانند کفک وغیرہ مراد مقدار قلیل ۱۲ حاشیہ ازالۃ الخفا

ہے۔ اور دوسری مین پینتیس برس۔ تو کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ ان دونون مین تناقض نہین۔ کیا حساب بھی غلط ہو جائیگا۔

رہا یہ کہنا کہ جناب امیر کو اگر بوجہ کثرت فضائل خلفا مین شمار کرین تو تیس برس والی حدیث کے مطابق ہے۔ اور اگر خلافت پر خیال کرین کہ خلافت منصلہ منقطع ہوئی تو پینتیس برس والی حدیث ٹھیک ہے ایسا مضحک ہے کہ جواب کی بھی ضرورت نہین۔ کیونکہ کلام رسول اللہ ہے جو عین کلام خدا ہے۔ اسیطرح اس غیب سے خبر دیرہے ہین پھر اس مین اگر مگر لیکن اور احتمالات کی کیا گنجایش ہے

غضب خدا کہ جو رسول ہدایت امت کیلئے بھیجا گیا اور معانی و مطالب قرآن کا بیان کرنا اوسپر محول کیا گیا لتبین للناس ما نزل الیہم اوسکا بیان خلافت ایسے معاملہ مین یون ہو رہا ہے کہ کبھی اوسکی مدت تیس برس بتا رہا ہے اور کبھی پینتیس برس اور کبھی ۱۵۶ برس اور کبھی قیامت تک اور یہ نہین ہو سکتا کہ فرما دے ہمارے بعد فلان خلیفہ ہے۔

جس خلافت کو حضرت جانتے ہین کہ وہ قبول کیجائیگی لوگ اوسکو مانینگے اوس مین تو آپ ایسا صریح ارشاد فرمائین کہ کسی کو شک ہی نہو حضرت جناب امیر کو خلیفہ کر رہے ہین ھذا اخی ووصی ووارثی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوہ۔ انہ ولی کل مومن ومومنۃ بعدی۔ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور جس خلافت کو آپ جانتے ہین کہ خلاف حکم خدا و رسول ضرور قبول کی جائیگی اور سب اوسکو مانینگے۔ اوسکے نسبت ایسے الفاظ فرمائین کہ کسی طرح اوس مین تطبیق نہو سکے اور یہ تاویل کی جائے کہ اگر جناب

ے یہان ہمکو ادیٹر النجم کی تحقیقات یاد پڑی جو النجم ۲۰ جلد ۱۵ مین لکھتے ہین دوم یہ کہ مذہب شیعہ پر اعتراض ہوتا ہے کہ پیغمبر تقیہ کیون کرتے تھے اور حق بات کو اگر کبھی شاذ و نادر کہتے بھی تھے تو ایسے گول الفاظ مین کیون کہتے تھے جسکا مطلب ہر شخص اپنے طور پر مراد لے سکتا ہے کیا انکو فیصلہ کرنا [illegible] کہنا آتا ہی نہ تھی ص ۲۰

اس تحریر [illegible] اصلاح [illegible] مین ہو جینکے [illegible] یہان تو اور بھی مشکل پڑتی ہے کیونکہ معاذ اللہ جو گول بات کہتے تھے تو وہ بھی قائم نہ رہتے کبھی تیس برس کبھی پینتیس برس کبھی قیامت تک حالانکہ اگر بفرض محال تسلیم کیا جائے کہ حضرت نے جناب امیر کے متعلق گول الفاظ فرمائے تو اوسکی وجہ ظاہر ہے کہ [illegible] علم نبوت معلوم تھا کہ جناب امیر کی خلافت سے منافقین راضی نہین بر خلاف خلافت ابو بکر کہ حضرت جانتے تھے کہ سبکی خواہش انھین کے خلافت کی ہے اور خلیفہ بھی ضرور ہونگے پھر کیون ایسا گول اور متناقض کلام فرمایا جو کسی طرح درست نہین ہوتا (علی حیدر مدیر اصلاح)

میز کو نظر لسوابق اسلامیہ خیال کرین تو یہ فرمائین الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ۔ اور اگر یہ خیال کرین کہ حضرت کی خلافت قبول ہوگی تو یہ فرمائین تدور رحی الاسلام لخمس وثلثین سنۃ کیونکہ قتل عثمان ۳۵ھ مین ہوا۔ رسول کا کام تو بنص قرآن صرف تبلیغ احکام ہے۔ پھر انکو کون مانع تھا کہ حکم خدا پہونچا دیتے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے جو معاذ اللہ آپ نے ایسا گورکہ دھندا پھیلایا۔

طرفہ تو یہ ہے کہ یہ حدیث جیتائی گئی ہے خمس وثلثین سنۃ یہ بھی مختلف فیہ ہے کیونکہ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہین قال قال عبد اللہ قال رسول اللہ صلعم دینہم یقم سبعین قال عمر یا رسول اللہ مما مضی او مما بقی قال لابل مما بقی ص۵۷ ازالۃ الخفا

یعنی ابن مسعود نے بیان کیا کہ حضرت نے فرمایا اسلام کی چکی بعد ۳۵ برس یا ۳۶ برس یا ۳۷ برس کے زائل ہو جائیگی اب جو ہلاک ہوگا ہلاک ہوگا اور اگر ان کے لئے دین باقی رہا تو ستر برس تک باقی رہیگا عمر نے پوچھا زمانہ گذشتہ سے یا باقی سے حضرت نے فرمایا باقی سے۔

اب اس روایت کو ملا کر دیکھئے تو بتائیے کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ کیا رسول کی پیشگوئی اس طرح ہو سکتی ہے ۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷ یا ۷۰ اس حساب سے معویہ کی خلافت بھی آگئی بلکہ یزید بھی کیونکہ معویہ کی موت ۶۰ھ مین ہوئی اور یزید کی ۶۴ھ مین مگر ابن الزبیر خارج ہوے کیونکہ انکی موت ۷۳ھ مین ہے۔

اگر آپ ان روایات واحادیث کو جو حضرات اہلسنت نے اس بارہ مین بنائی ہین غور فرمائیے تو مرزا غلام احمد کے کشف والہامات زیادہ فصیح ہونگے اس سے کیونکہ اس طرح کا تناقض تو کسی عاقل کے کلام مین ہو نہین سکتا جو ان حضرت کے کلام مین بتاتے ہین چنانچہ خود شاہ صاحب فرماتے ہین۔

بالجملہ ذہن خود را مصفی کن از شوب کدورات وبعض احادیث را با بعض منطبق ساز تا مقصد کلام آنحضرت ہویدا گشتہ بود بعد از ان اخبار احبار اہل کتاب بعد بر خوان وآثار صحابہ بیاد آر تا اطمینان حاصل گردو ص۱۵۸

جس سے معلوم ہوا کہ حضرت کی احادیث مین اس طرح کا تناقض وتنافت ہے کہ آخر مین شاہ صاحب ہدایت کرتے ہین کہ اہل کتاب کی کتابون کو پڑھو جس سے تمکو حضرت کا مطلب معلوم ہو خدا کی شان جو شخص قول تو ہو حضرت کی تکذیب کرے اسکو دشمن خدا اور رسول قرار دے جنکے کذب و خرافات سے تمام قرآن بھرا ہو اور شاہ صاحب انکی ہدایت کرین کہ احبار احبار اہل کتاب پڑھو

ہوگا۔ بارہ ہونگے اور پیشینگوئیون کی طرح یہ بیان ہے کہ فلان خلیفہ ہوگا یہانتک کہ عبدالملک وغیرہ سب کی خلافت کا مذکور ہے تو کیا وہ سب خلافتیں حق اور صحیح ہیں۔

رجوع باصل مطلب بہرحال ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہین کہ یہ حدیث صحیح بخاری مین ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ایسی حدیث ہے کہ کسی طرح اوسکا حل ممکن نہین کیونکہ شاہ صاحب نے برخلاف تمامی علماے اہلسنت اسکا دعوی کیا تھا کہ اس سے مراد زمانہ خلفاے ثلثہ ہے جسکی تکذیب نہایت واضح طور پر مذکور ہوچکی۔

اب مناسب ہے کہ بحکم شاہ صاحب بدان اسعدک اللہ اگر در تاویل حدیث اشکالی پیدا شود رجوع بحدیث دیگر مین تا صحیح نظر آنحضرت در آن حدیث پیش تو منقلع شود کہ حدیث آنحضرت مثل قرآن است یشبہ بعضہا بعضا قال اللہ تعالی کتابا متشابہا مثانی و آنحضرت ہم مطالب خود را بعبارات مختلفہ و اسالیب متنوعہ بیان فرمودہ اند صـ۱۵

ہم یون روایات پر نظر کرین جو آنحضرت سے صحابہ کے بارہ مین وارد ہین تاکہ معلوم ہو آنحضرت بھی اصحاب سے خوش تھے یا ناراض جس سے خود بخود اس حدیث کی حالت بھی واضح ہوجائیگی کہ یہ حدیث موضوع ہے یا کیا کیونکہ یہ تو ناممکن ہے جس رسول کو خدا نے ہدایت امت کیلیے بھیجا ہو وہ کاذب و دروغ گو ہو۔ یا ویسکے کلام مین تناقض وتہافت ہو۔

صحیح بخاری کتاب الفتن صـ۱۳۶ جلد ۴ مطبوعہ مصر

(۱) قال النبی انا فرطکم علی الحوض ولیرفعن الی رجال منکم حتی اذا اھویت لانا ولہم اختلجوا دونی فاقول ای رب اصحابی فیقول لا تدری ما احدثوا بعدک

یعنی حضرت نے فرمایا مین حوض کوثر پر سب سے پہلے پہونچونگا اور ہماری طرف ہمارے گروہ کے لوگون سے اٹھائے جائینگے کہ جب ہم اونکو لینا چاہینگے تو وہ ہمارے پاس سے کھینچ لیے جائینگے مین کہونگا اے رب یہ میرے اصحاب ہیں مین کہونگا تو نہین جانتا تیرے بعد انھون نے کیا کیا بدعتین کین۔

دانا اشہد علی ابی سعید الخدری سمعتہ یزید فیہ قال انہم منی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول سحقا سحقا لمن بدل بعدی۔

یعنی نعمان بن عباس نے جب اس حدیث کو سنا تو کہا ہم گواہی دیتے ہین کہ ابو سعید خدری بھی اس روایت

مین بڑھاتے تھے کہ حضرت نے فرمایا ہمنے کہا یہ لوگ ہمسے ہین تو کہا جائیگا تو نہین جانتا انھون نے کیا کیا بدعتین کین تو ہم کہینگے برا ہو برا ہو اسکو جسنے بعد میرے تبدیلی کیا۔

اس حدیث کی شرح ذوالفقار حیدر جلد دوم و سوم و چہارم مین پوری طور پر ہو چکی ہے۔ مگر یہان اسی قدر کافی ہے کہ کیا ممکن ہے حضرت ایسے لوگون کو خیر القرون فرمائین کیونکہ وہان عموم صحابہ کی خیریت معلوم ہوتی ہے اور یہان بعض کا مصدر احداث ہونا۔

(۲) قال قال لنا رسول اللہ انکم سترون بعدی اثرۃ و امورا تنکرونہا قالوا فما تامرنا یا رسول اللہ ص قال ادوا الیہم حقہم و سلوا اللہ حقکم۔ ص ۱۳۶

یعنی آنحضرت نے فرمایا تم لوگ ہمارے بعد بہت سی حق تلفیون اور امور منکرہ کو دیکھوگے۔ تو صحابہ نے کہا پھر ہمکو کیا حکم ہے حضرت نے فرمایا اونکا مطالبہ ادا کرو اور اپنے حقوق خدا سے چاہو۔

تو کیا ممکن ہے کہ حضرت ان ظالمین کو جو ہر طرح کا ظلم و ستم کرین خیر القرون فرمائین۔ رہا یہ امر کہ کون ظالم ہوگا اور کون مظلوم تو فتح الباری سے ظاہر ہے ص ۲۲۵ جلد ۱۲

فالمستاثر من یلی الامر و من عداہ ھو الذی یستاثر علیہ ولما کان الامر یختص بقریش ولاحظ للانصار فیہ خوطب الانصار بانکم ستلقون اثرۃ و خوطب الجمیع

یعنی حق تلفی کرنیوالا وہی ہوگا جو صاحب حکومت ہو اور دوسرے لوگ مظلوم ہونگے۔ اور چونکہ خلافت حق خاص قریش ہے جسمین انصار کو کوئی حق نہین اسلئے خطاب کیا گیا انصار سے کہ تمکو ظلم پہونچیگا اور پھر سب سے خطاب کیا گیا۔

غور فرمائیے اسمین خلفا اور مہاجرین کی تعریف ہے یا مذمت۔ تو کیا ممکن ہے حضرت ان ظالمین کو خیر القرون فرمائین۔

(۳) دعانا النبی فبایعناہ فقال فیما اخذ علینا ان بایعنا علی السمع والطاعۃ فی منشطنا و عسرنا و یسرنا و اثرۃ علینا و ان لا ننازع الامر اھلہ الا ان تروا کفرا بواحا عندکم من اللہ فیہ برھان ص ۱۳۶

یعنی عبادہ بن صامت نے کہا کہ ہمسے حضرت نے یہ عہد لیا تھا کہ ہم اطاعت و فرمانبرداری کرینگے خوشی مین اور تنگی اور سہولت اور زیادتی مین۔ اور یہ کہ نزاع کرین امر خلافت مین اسکے اہل سے مگر یہ کہ کفر صریح

دیکھیں جسکے بارہ میں خدا کی طرف سے برہان واضح ہو۔

اس حدیث نے بتادیا کہ حضرت پہلے ہی سے اسکا عہد لیچکے ہیں کہ خلیفہ بحق سے کوئی منازعت نہ کرے۔ مگر افسوس کہ مہاجرین نے مانا نہ انصار نے انصار نے تو کسی طرح مان بھی لیا مگر مہاجرین نے نہ مانا اور بالکل خلاف حکم خدا و رسول کام کیا۔

فتح الباری میں ہے عن عبادۃ سیلی امورکم من بعدی رجال یعرفونکم ما ینکرون وینکرون علیکم ما تعرفون فلا طاعۃ لمن عصی اللہ وعند ابی بکر بن ابی شیبہ من طریق ازھر بن عبد اللہ عن عبادۃ رفعہ سیکون علیکم امراء یامرونکم بما لا تعرفون ویفعلون ما تنکرون فلیس لاولئک علیکم طاعۃ ص ۲۳ جلد ۱۳

یعنی بہت قریب ہے کہ ایسے لوگ بعد ہمارے خلیفہ ہوں جو اون باتونکو قبیح بتائیں جسکو تم اچھا جانتے ہو اور اچھا بتائیں بری بات کو پس نہیں طاعت ہوگی جو نافرمانی کرے خدا کی۔ اور عبادہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا قریب ہے تم پر ایسے امیر مقرر ہوں جو اچھا کو برا اور برا کو اچھا بتائیں۔ انکی طاعت تمپر واجب نہیں ہے۔

دیکھیے اسمیں حضرت خبر دیتے ہیں کہ بہت جلد ایسے خلیفہ ہونگے۔ پھر بجز خلفائے ثلثہ کون خلیفہ ہوا اور ایسے ہوئے مگر انکو حضرت کیونکر خیر القرون فرما سکتے ہیں۔

(۴) قال ابو ھریرۃ سمعت الصادق المصدوق یقول ھلکۃ امتی علی یدی اغلمۃ من قریش فقال مروان لعنۃ اللہ علیھم اغلمۃ فقال ابو ھریرۃ لو شئت ان قلت بنی فلان وبنی فلان صحیح بخاری ص ۱۰۴۳

یعنی ابو ہریرہ نے کہا کہ حضرت سے سنا کہ آپ فرماتے ہیں ہلاکت ہماری امت کی قریش کے لونڈوں کے ہاتھ ہوگی مروان نے کہا لعنت خدا کی اون لونڈوں پر ابو ہریرہ نے کہا کہ اگر ہم چاہیں تو کہہ سکتے ہیں وہ کس کس خاندان سے ہونگے۔

فتح الباری میں ہے ان ابا ھریرۃ کان یمشی فی السوق ویقول اللھم لا تدرکنی سنۃ ستین ولا امارۃ الصبیان وفی ھذہ اشارۃ الی ان اول الاغیلمۃ کان فی سنۃ ستین وھو کذلک فان یزید بن معویۃ استخلف فیھا وبقی الی سنۃ اربع

وستين فمات ثم ولي ولده معوية ومات بعد اشهر وهذه الرواية تخصص رواية

ابي زرعة عن ابي هريرة الماضية في علامات النبوة بلفظ يهلك الناس هذا

الحي من قريش والمراد بعض قريش وهم الاحداث منهم لا كلهم والمراد انهم يهلكون

الناس بسبب طلبهم الملك والقتال لاجله فتفسد احوال الناس ويكثر التخبط

بتوالي الفتن وقد وقع الامر كما اخبر صلى الله عليه وسلم وكان ابا هريرة يعرف

اسماءهم وكان ذلك من الجراب الذي لم يحدث به وتقدم الاشارة اليه في

كتاب العلم وتقدم هناك قوله لو حدثت به لقطعتم هذا البلعوم صفحہ ۵۲۲

یعنی ابوہریرہ بازارمین جاتے تھے اور کہتے تھے خداوندا مجکو سنہ ٦٠ نہ دکھانا نہ لڑکون کی خلافت اسمین اشارہ ہے اس طرف کہ لونڈون کی خلافت سنہ ٦٠ سے شروع ہوگی جیسا کہ ہوا کیونکہ یزید سنہ ٦٠ مین خلیفہ ہوا اور سنہ ٦٤ مین مرا اوسکے بعد اوسکا بیٹا معویہ خلیفہ ہوا۔ اور چند ماہ بعد مرگیا اس روایت نے اوسکی تخصیص کردی جو ابوہریرہ سے منقول ہوئی کہ آدمیون کو ہلاک کرینگے یہ قبیلہ قریش کا اور مراد اس سے بعض قریش ہین نہ کل کیونکہ بسبب طلب ملک و قتال کرینگے جس سے لوگون کا حال فاسد ہوگا اور کثرت سے فتنے پیدا ہونگے اور ویسا ہی ہوا جیسا کہ حضرت نے خبر دی تھی۔

اور ابوہریرہ نے جو یہ کہا کہ ہم بتا سکتے ہین وہ کس کس قبیلہ سے ہونگے تو وجہ اسکی یہ ہے کہ ابوہریرہ اونکے نام جانتے تھے اور یہ اوس تھیلی کا علم تھا جس سے کچھ نہ بیان کیا اور کہتے تھے اگر ہم اوس سے بیان کرین تو تم ہمارا گلا کاٹ ڈالوگے۔

تو کیا ممکن ہے حضرت جن صحابہ کی یہ حالت بیان فرماتے ہون اونھین کو خیر القرون فرمائین کیونکہ اگر کوئی یہ کہے کہ اس سے تو قریش کے لونڈون کی مذمت نکلتی ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ حدیث مین اونکی بھی خیریت تو مذکور ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم۔

روایت ابوہریرہ تو صاف ہے کہ حضرت نے فرمایا آدمیونکو یہ قبیلہ قریش ہلاک کریگا۔ پھر اس تخصیص کی کیا ضرورت تھی کہ بعض قریش مراد ہین۔ پھر ابوہریرہ کا واقف کار ہو کر ناموںکو نہ بتانا کس درجہ کی طرفداری ہے کیونکہ اگر وہ پوری حدیث بیان کر دیتے تو ممکن تھا شاید ایسے لوگونکو نہ خلیفہ ہونے دیتے۔

تعجب تو یہ ہے کہ حضرات اہلسنت یزید پر بھی لعنت کو جائز نہین جانتے حالانکہ وہ ایسا ملعون تھا کہ نہ

خود رسول اللہ صلعم نے اوسپر لعنت کی ہے بلکہ مروان نے بھی مگر اہلسنت اوسکی محبت مین سرشار ہین۔

ابن حجر لکھتے ہین تنبیہ یتعجب ممن لعن مروان الغلمۃ المذکورین مع ان الظاہر انہم من ولدہ فکان اللہ تع اجری ذلک علی لسانہ لیکون اشد فی الحجۃ علیہم لعلہم یتعظون وقد وردت احادیث فی لعن الحکم والد مروان وما ولد اخرجہا الطبرانی وغیرہ غالبہا فیہ مقال وبعضہا جید ص۲۵

یعنی تعجب ہوتا ہے مروان کے لعنت کرنیسے حالانکہ بظاہر اکثر لونڈے اسی کی اولاد سے ہونگے۔ گویا کہ خدا نے اوسکی زبان پر اس لعنت کو جاری کر دیا تاکہ حجت پوری ہو اون لوگونپر اور شاید اس سے نصیحت لین۔ اور بہت سی حدیثین وارد ہوئی ہین لعنت حکم پدر مروان مین اور اوسکی اولاد کی لعنت مین جسکی تخریج کی ہے طبرانی نے مگر اکثر مین کلام ہے۔ اور بعض حدیثین صحیح بھی ہین۔

ہم کہتے ہین کہ اے شیخ اب بھی تو آپلوگون کو عبرت پکڑنی چاہئیے کہ رسول تو مروان اور اوسکی اولاد پر لعنت کرین اور خود مروان لعنت کرے مگر آپ نہین مانتے۔

(۵) عن اسامۃ بن زید قال اشرف النبی علی اطم من اطام المدینۃ فقال ھل ترون ما اری قالوا لا قال فانی لاری الفتن تقع خلال بیوتکم کوقع المطر ص۱۳۶

یعنی حضرت نے ایک قصر سے جو مدینہ مین تھا نیچے نظر کیا اور فرمایا کیا تم بھی دیکھتے ہو جو ہم دیکھ رہے ہین کہا نہین حضرت نے فرمایا ہم دیکھ رہے ہین کہ فتنے تملوگون کے گھرونمین اس طرح گر رہے ہین جسطرح آب باران ابن حجر کہتے ہین کہ اس سے مراد فتنہ عثمان ہے جسکے بعد تمامی فتنے پیدا ہوے۔ کیونکہ جنگ صفین اسی کا شعبہ ہے جنگ نہروان بسبب تحکیم پیدا ہوا جو صفین مین ہوا اور جتنے فتنے ہوے۔ اسی سبب سے اور قتل عثمان کا باعث یہی ہوا کہ حکام و سلاطین پر اعتراض کیا گیا۔

مگر یہ تاویل بالکل لغو ہے کیونکہ حضرت نے بچشم خود وقوع فتنہ کو دیکھا تھا لہذا ضرور ہوا کہ حضرت ہی کے قرب زمانہ سے شروع ہوا اور وہ خلافت خلفاے ثلثہ ہے جو حضرت کے انتقال کے بعد بلکہ قبل از وفات شروع ہوا پھر اوسکو چھوڑ کر قصہ عثمان پر جانا بالکل لغو ہے۔ اور اعتراض بر حکام کو جو اصل وجہ قتل عثمان قرار دیا۔ تو اس سے اور بھی معلوم ہوا کہ یہی مراد ہے کیونکہ اگر خلیفہ منصوص و معصوم مقرر ہوتا تو نہ اعتراض ہوتا نہ یہ فسادات پیدا ہوتے۔

پھر یہ حدیث جو اسی فتح الباری مین ہے وقد جاء فی حدیث ابی ھریرۃ رفعہ ویل للعرب من شر قد اقترب موتوا ان استطعتم قال وھذا غایۃ فی التحذیر من الفتن و الخوض فیھا حیث جعل الموت خیرا من مباشرتھا واخبر فی حدیث اسامۃ بوقوع الفتن خلال البیوت لیتحاموا الیھا فلا یخوضوا فیھا ویسالوا اللہ الصبر والنجاۃ من شرھا ص۲۶ ھ

کہ حضرت نے فرمایا ہے ویل ہے عرب کیلئے اوس شر سے جو قریب پھونچ گیا مرجاؤ اگر اسکی قدرت رکھتے ہو۔ یہ حدیث انتہا درجہ سے ڈرانے والی ہے فتنہ سے اور اوس مین خوض کرنے سے کہ حضرت نے مرجانے کو بہتر کہا اوسکی مباشرۃ سے اور حدیث اسامہ مین خبر دی وقوع فتنہ سے گھرون مین تاکہ آمادہ ہون اوسپر اور نہ خوض کرین ۔

پھر تعجب ہے کہ ایسی صاف اور واضح حدیث مین ابن حجر یہ تاویل کرین کہ اس سے مراد فتنہ عثمان ہے۔ حالانکہ خلافت ابوبکر ہی نے تمام عرب مین آگ لگادی تھی نہ قتل عثمان نے جسکا اثر صرف بنی امیہ اور مہاجرین و انصار مین تھا پھر فتنہ عثمان کہان ہر گھر مین آیا یہ تو خواص فتنہ خلافت شیخین سے تھا جو ہر گھر مین پیدا ہوا اور جو فسادات پیدا ہوے اوسی خلافت سے ۔

ہرحال پھر ایسے زمانہ کو کیونکر ممکن ہے کہ آنحضرت خیر القرون فرمائین جسمین اسقدر شر و فساد ہو۔

(۲) عن الزبیر بن عدی قال اتینا انس بن مالک فشکونا الیہ ما یلقون من الحجاج فقال اصبروا فانہ لا یاتی علیکم زمان الا الذی بعدہ شر منہ حتی تلقوا ربکم سمعتہ عن نبیکم ص۱۳

یعنی زبیر بن عدی کہتے ہین ہم خدمت انس مین آئے اور ظلم حجاج کی شکایت کی تو کہا صبر کرو کیونکہ حضرت فرما چکے ہین کہ جو زمانہ آیندہ آتا ہے وہ شر ہوتا ہے گذشتہ سے یہانتک کہ خدا سے ملاقات کرو۔

پھر یہ حدیث کیونکر صحیح ہو سکتی کہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم کیونکہ حضرت تو اوسکو بدتر فرماتے ہین۔ فتح الباری مین ہے فی روایۃ عبد الرحمان بن مھدی لا یاتیکم عام وبھذا اللفظ اخرج الطبرانی بسند جید عن ابن مسعود نحو ھذا الحدیث موقوفا علیہ قال لیس عام الا والذی بعدہ شر منہ ولہ عنہ بسند صحیح قال امس خیر من الیوم

خیر من الغد وکذالک حتی یقوم الساعۃ لایاتی علی الناس زمان الا شر من الزمان الذی کان قبلہ سمعت ذالک من رسول اللہ صلعم صفحہ ۵۳

روایۃ عبد الرحمن بن مہدی میں ہے کہ جو سال آتا ہے وہ بدتر ہوتا ہے سال گذشتہ سے ابن مسعود سے موقوفا روایت ہے کہ ہر سال بدتر ہوتا ہے گذشتہ سے اور بسند صحیح ہے کہ آج کا دن بدتر ہے کل گذشتہ سے اور آج کا دن بہتر ہے کل آیندہ سے کوئی زمانہ انسان پر ایسا نہیں آتا جو بدتر ہو زمان گذشتہ سے۔ اب کون ہے جو ان روایات کو دیکھکر اسکی تصدیق کر سکتا ہے کہ حضرت نے یہ فرمایا ہو بہترین زمانہ ہمارا ہے پھر ان لوگوں کا جو بعد ہمارے آیگا پھر وہ لوگ جو اسکے بعد ہوں۔

فتح الباری میں ہے قال ابن بطال ھذا الخبر من اعلام النبوۃ لاخبارہ صلعم بفساد الاحوال وذلک من الغیب الذی لایعلم بالرای وانما یعلم بالوحی انتہی وقد استشکل ھذا الاطلاق مع ان بعض الازمنۃ تکون فی الشر دون التی قبلھا ولو لم یکن فی ذلک الا زمن عمر بن عبد العزیز وھو بعد زمن الحجاج بیسیر وقد اشتہر الخبر الذی کان فی زمن عمر بن عبد العزیز بل لو قیل ان الشر اضمحل فی زمانہ لما کان بعیدا فضلا عن ان یکون شرا من الزمن الذی قبلہ وقد حمل الحسن البصری علی الاکثر الاغلب فسئل عن وجود عمر بن عبد العزیز بعد الحجاج فقال لابد للناس من تنفیس واجاب بعضھم ان المراد بالتفضیل تفضیل مجموع العصر فان عصر الحجاج کان فیہ کثیر من الصحابۃ فی الاحیاء وفی عصر عمر بن عبد العزیز انقرضوا والزمان الذی فیہ الصحابۃ خیر من الزمان الذی بعدہ بقولہ صلعم خیر القرون قرنی وھو فی الصحیحین وقولہ اصحابی امنۃ لامتی فاذا ذھب اصحابی اتی امتی مایوعدون اخرجہ مسلم

یعنی ابن بطال نے کہا کہ حضرت کا یہ فرمانا ہر زمانہ اپنے ماقبل سے برا ہے علامات نبوت سے ہے کیونکہ آپ نے فساد احوال کی خبر دی ہے اور یہ وہ علم غیب ہے جو رائے و اجتہاد سے نہیں معلوم ہوتا بلکہ وحی سے معلوم ہوتا ہے مگر اس خبر پر اتنا کمال لازم آتا ہے کہ ایسا دعویٰ کرنا مطلقاً مشکل ہے کیونکہ بعض زمانہ شر میں کم ہوتا ہے اس زمانہ سے جو پہلے اسکے تھا اگر صرف زمانہ عمر بن عبد العزیز پر خیال کیا جائے تو یہی کافی ہے جو زمانہ حجاج کے تھوڑے دنوں بعد تھا اور مشہور ہو گیا جو زمانہ عمر بن عبد العزیز سے تعلق رکھتا تھا بلکہ اگر کہا جائے

شر اوسکے زمانہ مین مضمحل ہوگیا تھا تو بعید نہو جہ جائیکہ یہ کہا جائے کہ اوسکا زمانہ شر تھا زمانہ ماقبل سے۔ حسن بصری نے اس حدیث کو اغلبیہ و اکثریہ پر محمول کیا ہو تو سوال کیا گیا عمر بن عبد العزیز کے وجود سے بعد حجاج۔ تو جواب دیا ضرور تھا آدمیون کیلئے جو اونکے لئے کشادگی پیدا کرے۔

اور بعض نے یہ جواب دیا ہو کہ مراد تفضیل سے تفضیل مجموع عصر ہے کیونکہ زمانہ حجاج مین بہت سے صحابہ زندہ تھے بخلاف عمر بن عبد العزیز کے کہ سب صحابہ اوس مین مرچکے تھے۔ اور جس زمانہ مین کہ صحابہ تھے وہ بہتر تھا اوس زمانہ سے جسمین کوئی صحابی نہ تھا کیونکہ حضرت نے فرمایا ہے خیر القرون قرنی۔ اور صحابی امنۃ لامتی۔

اس تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ایسی مشکل ہو کہ اہلسنت آجتک اوسکے حل مین حیران ہین کیونکہ کیونکہ اگر حدیث خیر القرون کو ملنتے ہین تو اس حدیث سے دست برداری لازم آتی ہو۔ اور اگر اس حدیث کو مانتے ہین تو وہ خبر ہاتھ سے جاتی ہو مگر چونکہ محبت صحابہ سب پر غالب ہے اسلئے اسی حدیث کو اوڑا یا۔ حالانکہ یہ حدیث بقول ابن بطال علامات نبوت سے ہے جس سے حضرت کی نبوت ثابت ہوتی ہے۔

مگر اسکی وجہ نہ معلوم ہوئی کہ زمانہ حجاج اور زمانہ عمر بن عبد العزیز ہی مین یہ تحقیقات کیون دائر کی گئی کیونکہ حضرت نے تو ہر زمانہ آیندہ کی شریت کو عام طور سے فرمایا تھا۔ البتہ انس نے اسکو زمانہ حجاج مین بیان کیا۔ تو صرف یہان زمانہ حجاج سے تخصیص کی کیا وجہ جسپر ابن حجر فرماتے ہین۔

ویحتمل ان یکون المراد بالازمنۃ المذکورۃ ازمنۃ الصحابۃ بناء علی انھم ھم المخاطبون بذلک فیختص بھم فاما من بعدھم فلم یقصد فی الخبر المذکور لکن الصحابی فھم التعمیم فلذلک اجاب من شکا الیہ الحجاج بذلک وامرھم بالصبر وھم اوجلھم من التابعین۔

یعنی محتمل ہو کہ مراد ان زمانون سے زمانہ صحابہ ہو کیونکہ اصلی مخاطب وہی ہین اس سے پس اون سے مخصوص ہوگا لیکن اونکے بعد والے پس حدیث مین اون سے کوئی غرض نہین مگر صحابی نے اس حدیث کو عام سمجھا اسی لئے بجواب شکایت حجاج اس حدیث کو بیان کیا اور صبر کا حکم دیا اور اونکو تابعین سے ڈرایا۔

مین کہتا ہون کہ حدیث خیر القرون تو بہرطور باطل ہوئی خواہ حدیث عام ہو یا خاص کیونکہ اوس حدیث مین خیریت زمانہ رسول و زمانہ صحابہ و زمانہ تابعین یکسان طور پر ہے - اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر زمانہ اپنے ماقبل والے زمانہ سے بدتر ہوتا ہے - پھر وہ حدیث کیونکر صحیح رہی -

(۷) ان ام سلمہ زوج النبی ص قالت استیقظ رسول اللہ لیلۃ فزعا یقول سبحان اللہ ماذا انزل اللہ من الخزائن وماذا انزل من الفتن من یوقظ صواحب الحجرات یرید ازواجہ لکی یصلین رب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الاخرۃ (صحیح بخاری) -

ام سلمہ زوجہ رسول اللہ سے روایت ہے کہ ایک شب آنحضرت بیدار ہوے خوف زدہ ہو کر یہ کہتے ہوے سبحان اللہ کسقدر نازل کئے خدا نے خزانے ہیں اور کسقدر فتنے نازل ہوے - کون ہے جو بیدار کرے حجرہ والیون کو یعنی ازواج کو کہ وہ نماز پڑہین بہت سی عورتین دنیا مین تو لباس سے آراستہ ہین مگر آخرت مین برہنہ اوٹھیں گی -

فتح الباری مین ہے قال ابن بطال فی ھذا الحدیث ان المفتوح فی الخزائن تنشاء عنہ فتنۃ المال بان یتنافس فیہ فیقع القتال بسببہ وان یبخل بہ فیمنع الحق او یبطر صاحبہ فیسرف فاراد ص تحذیر ازواجہ من ذلک کلہ وکذا غیرھن ممن بلغہ ذلک صفحہ ۵۳

کہا ابن بطال نے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کثرت مال سے فتنہ پیدا ہوگا کیونکہ اوس مین تنافس کرینگے جس سے قتال واقع ہوگا لہذا حضرت نے اپنی ازواج کو اور دوسرونکو اس سے خوف دلایا -

پھر جب خود حضرت نے فتنون کا نزول بچشم خود ملاحظہ کیا اور سبکو اوسکی خبر دی تو کون کہہ سکتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہو کہ بہترین زمانہ ہمارا ہو پھر ہمارے بعد پھر اوسکے بعد - کیونکہ یہ حدیث تو بداہۃً بتا رہی ہے خلافت خلاف حکم خدا اور رسول قایم ہوگی اور روس سے ایسے ایسے فتنے پیدا ہونگے اور یہ امر باتفاق اہلسنت ثابت ہے کہ کثرت مال کا زمانہ مخصوص تھا زمانہ عمر و عثمان سے -

(۸) عن ابن عمر انہ سمع النبی ص یقول لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض یعنی حضرت نے فرمایا ہمارے بعد ایسا نہو کہ تم پھر جاؤ کافر ہو کر بعض کو بعض قتل کرین - پھر وہ حدیث کہان

صحیح رہی کیونکہ یہان حضرت ان صحابہ کے کفر کا خوف فرما رہے ہین جو واقع ہوا کہ بعض نے بعض کو قتل کیا۔ جسکی ابتدا ابوبکر سے ہوئی کہ اونھون نے اپنے مخالفین خلافت کو قتل کیا حالانکہ وہ سب کے سب مسلمان تھے اور صحابی تھے کہ خود آنحضرت نے بعض کو عامل صدقات مقرر کیا تھا۔

(۹) عن ابی بکرۃ ان رسول اللہ خطب الناس فقال الا تدرون ای یوم ھذا قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال حتی ظننا انہ سیسمیہ بغیر اسمہ فقال الیس یوم النحر قلنا بلی یا رسول اللہ قال ای بلد ھذا الیست بالبلدۃ الحرام قلنا بلی یا رسول اللہ قال فان دماءکم و اموالکم و اعراضکم و ابشارکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا الا ھل بلغت قلنا نعم قال اللھم اشھد فلیبلغ الشاھد الغائب فانہ رب مبلغ یبلغہ من ھو اوعی لہ وکان کذلک فقال لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض فلما کان یوم حرق ابن الحضرمی حین حرقہ ابن جاریہ بن قدامۃ قالوا اشرفوا علی ابی بکرۃ فقالوا ھذا ابوبکرۃ یراک قال عبد الرحمن فحدثتنی امی عن ابی بکرۃ انہ قال لو دخلوا علی ما بھشت بقصبۃ قال ابو عبداللہ بھشت یعنی رمیت صـ۱۳۸

(۱۰) عن ابن عباس قال النبیؐ لا ترتدوا بعدی یضرب بعضکم رقاب بعض۔

(۱۱) قال قال لی رسول اللہ فی حجۃ الوداع استنصت الناس ثم قال لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض صـ۱۳۸

ابوبکرہ کا بیان ہے کہ حضرتؐ نے بروز نحر خطبہ دیا اور پوچھا کہ آج کون روز ہے ہم لوگ سب سمجھے کہ حضرت کوئی دوسرا نام فرمائینگے۔ بعدہ فرمایا کیا یہ روز نحر نہین ہے (جس روز قربانی کی جاتی ہے) ہم سب نے کہا ہان یا حضرت پھر فرمایا کیا یہ بلدۃ الحرام نہین ہے۔ عرض کیا ہان۔ پھر فرمایا کہ تمھارا خون۔ تمھارا مال۔ تمھاری آبرو۔ تمھارا ظاہری جسم۔ تم پر اوسی طرح حرام ہے جس طرح آج کا روز اس مہینہ اور اس شہر (مکہ) مین کیا ہمنے یہ حکم پھونچا دیا ہمنے کہا ہان۔ پھر فرمایا خداوند گواہ رہنا اب چاہیے کہ جو موجود ہے اس حکم کو اوس تک پھونچائے جو غائب ہے کیونکہ بہت سے مبلغ ایسے ہین کہ وہ زیادہ حفظ کرتے ہین۔ پھر فرمایا کہ ایسا نہو تم لوگ ہمارے بعد کافر ہو جاوکہ ایک دوسرے کی گردن مارے۔ جب وہ روز آیا کہ ابن حضرمی جلایا گیا جسکو جاریہ بن قدامہ نے جلایا تو ابن حضرمی نے کہا ہمکو ابوبکرہ کو دکھا دو لوگون نے کہا ابوبکرہ تمکو دیکھ رہے

ہین۔ عبدالرحمن کہتے ہین کہ ہماری مان نے ابوبکرہ سے روایت کیا ہے کہ اگر وہ لوگ ہم پر داخل ہوتے تو ہم ایک تیر بھی نہ چلاتے۔

(۱۰) ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا ایسا نہو کہ ہمارے بعد مرتد ہو جاؤ کہ بعض تمھارے بعض کی گردن مارین۔

(۱۱) جریر راوی ہین کہ حضرتؐ نے حجۃ الوداع مین ہم سے فرمایا لوگونکو خاموش کراو۔ پھر فرمایا ایسا نہو کہ تم لوگ ہمارے بعد کافر ہو جاؤ کہ بعض تمھارے بعض کی گردن مارین۔

افسوس کہ حضرت تو اس طرح اپنے صحابہ کے کفر و ارتداد کو سب کے سامنے بیان فرمائین اور تاکید کرین کہ اس خبر کو موجودین غیر حاضرین تک پہونچائین کہ ہر شخص واقف رہے کہ یہ صحابہ ایسے ہین کہ آپکے بعد کافر ہو جائینگے۔ مگر اہلسنت اسکے مقابلہ مین یہ حدیث سناتے ہین کہ حضرت نے فرمایا بہترین قرن ہمارا ہی پھر اوسکا جو ہمارے بعد ہوگا۔ پھر اوسکا جو اوسکے بعد ہوگا۔

اب کون ہے دنیا مین جو رسول اللہ صلعم پر ایمان لایا ہوا اور وہ اسکو مان سکے کہ حضرتؐ نے اپنے صحابہ کے بالعموم بہتر ہونے کو کبھی ارشاد فرمایا ہو جو بالکل قرآن اور واقعات کے خلاف ہے۔

زیادہ افسوس تو یہ ہے کہ جب ابوبکر صاحب نے اپنے عہد خلافت مین اون مسلمانون سے جو انکی خلافت کو ناجائز اور باطل سمجھتے تھے۔ لڑے ہین تو کسی شخص نے بھی اس حدیث کو یاد نہ دلایا۔ اگرچہ اجماع عدم جواز قتال پر ہو چکا تھا۔ مگر خلافت کا بڑھا ہوا جوش کب ماننے والا تھا نہ قرآن کو مانا نہ حدیث کو نہ اجماع کو۔

(۱۲) انہ سمع حذیفۃ بن الیمان یقول کان الناس یسئلون رسول اللہ عن الخیر و کنت اسالہ عن الشر مخافۃ ان یدرکنی فقلت یا رسول اللہ انا کنا فی جاھلیۃ وشر فجاءنا اللہ بھذا الخیر فھل بعد ھذا الخیر من شر قال نعم قلت وھل بعد ذلک الشر من خیر قال نعم وفیہ دخن قلت وما دخنہ قال قوم یھدون بغیر ھدی تعرف منھم وتنکر قال قلت فھل بعد ذلک الخیر من شر قال نعم دعاۃ علی ابواب جھنم من اجابھم الیھا قذفوہ فیھا قلت یا رسول اللہ صفھم لنا قال ھم من جلدتنا ویتکلمون بالسنتنا قلت فما تامرنی ان ادرکنی ذلک قال تلزم جماعۃ المسلمین و امامھم قلت فان لم یکن لھم جماعۃ ولا امام قال فاعتزل تلک الفرق کلھا ولو ان

تعض باصل شجرۃ حتی یدرکک الموت وانت علی ذلک مد ۱۳۹

حذیفہ کا بیان ہے کہ اور صحابہ تو حضرت سے خیر کی باتین پوچھا کرتے اور ہم شر کی باتین اس خوف سے کہ ہمکو اوسکا سابقہ پڑے اسلئے حضرت سے عرض کیا یا حضرت ہملوگ پہلے جاہلیت اور شر مین تھے یہانتک کہ خدا اس خیر کو لایا۔ تو کیا اسکے بعد پھر شر ہوگا حضرت نے فرمایا۔ ہان۔ ہمنے کہا پھر اس شر کے بعد بھی خیر ہوگا حضرت نے فرمایا ہان۔ مگر اوس مین کچھ کدورت ہوگی ہمنے عرض کیا وہ کیا ہے حضرت نے فرمایا لوگ ہماری ہدایت کے خلاف چلینگے کہ بعض اونکے نیک رفتار ہونگے بعض بدکردار۔ ہمنے عرض کیا کیا اسکی بعد پھر شر ہوگا حضرت نے فرمایا ہان وہ لوگ ہونگے جو بلانے والے ہونگے ابواب جہنم پر کہ جو اون کی اجابت کریگا اوسکو جہنم مین ڈالینگے۔ مینے عرض کیا یا حضرت اونکے اوصاف بیان فرمایئے۔ فرمایا ظاہر تو اون کا ہمارے دین پر ہوگا اور ہماری زبان سے کلام کرینگے۔ مینے کہا پھر ہمکو کیا حکم ہے فرمایا کہ جماعت مسلمین اور اونکے امام کی پیروی کر۔ مینے کہا اگر مسلمانون کی جماعت اون کا امام نہو تو آپنے فرمایا ان سب فرقون کو چھوڑکر گوشہ نشین ہوجا اگرچہ تجھے بیخ درخت کے دانت سے کاٹنا پڑے اور تجھے موت آجائے اس حالت مین

اس روایت نے تو یقینی طور پر اوس حدیث خیر القرون کو باطل کردیا کیونکہ اوس روایت مین تینون قرن کو خیر القرون کا خطاب دیا گیا ہے۔ اور یہان تین قسم بنایا گیا۔ پہلا خیر۔ دوسرا شر تیسرا خیر۔ مگر دخن کے ساتھ چوتھا شر محض کہ جو اوس زمانہ مین ہوگا وہ داعی جہنم ہوگا سیا دیکھئے حدیث حضرت عمار یدعوھم الی الجنۃ ویدعونک الی النار کہ حضرت نے فرمایا عمار اون لوگون کو جنت کی طرف بلائینگے اور معویہ وغیرہ داعی جہنم ہونگے۔

اس حدیث نے نہ صرف اوس حدیث خیر القرون کو باطل کیا بلکہ خلافت ثلثہ کو بھی بدیہی طور پر باطل کیا کیونکہ حضرت فرماتے ہین ہمارے بعد جو زمانہ ہوگا وہ زمانہ شر ہوگا تو وہ بجز خلفائے ثلثہ کس کا زمانہ ہوسکتا ہے جو شر محض تھا اوسکے بعد زمانہ جناب امیرؑ آیا جو خیر تو تھا۔ مگر اوس مین دخن تھا یعنی کدورت جسکی شرح مین ابن حجر لکھتے ہین فکان المعنی ان قلوبھم لا یصفو بعضہا لبعض کہ دلون مین صفائی نہوگی کدورتین بھری ہونگی ہدایت پر لوگ کم چلینگے بعض امر قبیح اون سے ہونگے بعض امور معروف اسکے بعد والے زمانہ کو حضرت شر محض فرماتے ہین کہ اسکے لوگ دعاۃ الی ابواب جہنم سب داعیان باب جہنم ہونگے ظاہر تو ہمارے مذہب پر ہونگے اور ہماری حدیثین بیان کرینگے مگر

سب دین سے خارج ہونگے۔

فتح الباری مین ہے ص۳۵ھ

قال عیاض المراد بالشر الاول الفتن التی وقعت بعد عثمان والمراد بالخیر الذی یعلم ما وقع فی خلافۃ عمر بن عبد العزیز والمراد بالذین تعرف منہم وتنکر الامراء بعدہ فکان منہم من یتمسک بالسنۃ والعدل ومنہم من یدعو الی البدعۃ ویعمل الجور قلت والذی یظہر المراد بالشر الاول ما اشار الیہ من الفتن الاولی وبالخیر ما وقع من الاجتماع مع علی ومعاویہ وبالدخن ماکان فی زمنہما من بعض الامراء کزیاد بالعراق وخلاف من خالف علیہ من الخوارج وبالدعاۃ علی ابواب جہنم من قال فی طلب الملک من الخوارج والی ذلک الاشارۃ بقولہ الزم جماعۃ المسلمین وامامہم یعنی ولو جار ص۳۸ھ

یعنی قاضی عیاض نے کہا کہ مراد شر اول سے وہ فتنہ ہے جو بعد عثمان پیدا ہوا اور مراد خیر سے اوسکے بعد وہ ہے جو واقع ہوا خلافت عمر بن عبد العزیز مین اور مراد منہم من یعرف منہم وینکر سے وہ امراء ہین جو اوسکے بعد ہوے کہ بعض تو عدل والصاف کرتے اور بعض داعی بدعت تھے اور عامل بجور وستم۔

ابن حجر لکھتے ہین کہ ظاہر یہ ہے کہ مراد شر اول سے وہ ہے جسکی طرف اشارہ کیا گیا پہلے زمانہ کے فتنون سے اور خیر سے مراد وہ ہے جو واقع ہوا بسبب اجتماع جناب امیرؑ ومعویہ۔ اور دخن سے مراد وہ امور ہین جو بعض امرائے واقع ہوا مثل زیاد کے عراق مین اور جن لوگون نے مخالفت کی خوارج سے۔ اور مراد دعاۃ ابواب جہنم سے وہ لوگ ہین جن لوگون نے کلام کیا طلب ملک مین خوارج وغیرہ سے۔ اور اسی طرف اشارہ کیا ہے حضرتؐ نے کہ لازم پکڑو جماعت مسلمین کو اور اوسکے امام کو اگرچہ ظلم کرے۔

یہ دونون شرحین آپکو بتا رہی ہین کہ کس طرح حق مٹایا جاتا ہے اور قول رسول مین تحریف کی جاتی ہے کیونکہ قاضی عیاض تو پہلے شر سے فتنہ عثمان کو مراد لیتے ہین۔ اور خیر سے زمانہ خلافت عمر بن عبد العزیز کو مگر اوس شر کو نہین بتاتے جو اسکے بعد ہوگا کہ وہ سب داعیان جہنم ہونگے۔

چونکہ یہ تاویل بالکل لغو اور سراسر تحریف تھی اسلئے ابن حجر نے صاف صاف کہہ دیا کہ خیر ثانی سے مراد اجتماع جناب امیرؑ ومعویہ ہے۔ حالانکہ یہ ایسا لغو ہے کہ کوئی عاقل نہین قبول کر سکتا کیونکہ اجتماع معویہ سے وہ فساد عظیم پیدا ہو جسکی نظیر تاریخ دنیا مین نہین ملتی۔

بہر حال حدیث رسول سب کے سامنے ہے جسکا جی چاہے مطلب نکالے مگر حضرتؐ نے تو صاف صاف فرمادیا ہے کہ ہمارے بعد شر ہوگا۔ اوسکے بعد خیر ہوگا مگر ناصاف پھر ایسا شر ہوگا کہ جو ہوگا دعاۃ نار سے ہوگا اور چونکہ ابن حجر نے قول قاضی عیاض کو باطل کردیا کہ شر اول سے مراد فتنہ زمانہ عثمان ہے لہذا بجز اسکے چارہ نہیں کہ شر اول سے مراد خلافت خلفائے ثلثہ ہے اور خیر سے مراد خلافت جناب امیرؑ ہے چنانچہ عمدۃ القاری عینی میں ہے صفحہ ۲۴۳ جلد ۱۱

قال الکرمانی یحتمل ان یراد بالشر زمان قتل عثمان وبالخیر بعدہ زمان خلافۃ علی رضی اللہ عنہ والدخن الخوارج ونحوھم والشر بعدہ زمان الذی یلعنو علی المنابر۔

یعنی مراد شر سے زمانہ قتل عثمان ہے اور خیر سے مراد سے اوسکے بعد زمانہ خلافت علی ہے اور دخن سے مراد خوارج وغیرہ ہیں اور شر ثانی سے وہ زمانہ مراد ہے جسمین جناب امیرؑ پر منبروں پر لعن کیا جاتا تھا۔

جس سے یہ تو یقینی طور پر معلوم ہوا کہ خیر سے مراد زمانہ خلافت جناب امیرؑ ہے اور شر ثانی سے مراد زمانہ خلافت معویہ وغیرہ ہے جس زمانہ مین جناب امیر پر سب ہوتا تھا۔

اب اسکا اختیار اہلسنت کو ہے کہ شر اول سے مراد زمانہ قتل عثمان لیا جائے یا کل خلافت خلفائے ثلثہ کا زمانہ۔ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے خلافت عثمان فرع خلافت اول و دوم ہے۔ پس جب یہ شر ہی تو وہ زمانہ بدرجہ اولی شر ہوگا۔ اور حضرتؐ نے بصراحت تمام فرمایا ہے کہ ہمارے بعد شر ہوگا۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ زمانہ خلفائے ثلثہ شر اول سے خارج ہوسکتا ہے حالانکہ تمامی اہل علم کو معلوم ہے کہ ابتداے قتال مسلمین خلیفہ اول سے شروع ہوئی جسپر تمامی صحابہ کا اجماع ہوچکا تھا کہ قتال اہل قبلہ ناجائز ہے۔

افسوس ایسی ایسی حدیث صریح صحیح بخاری مین موجود ہو اور اہلسنت اوسپر ایمان نہ لائین اور خیر القرون کی گیت گائین حالانکہ صدہا حدیثین ہین جنمین حضرتؐ نے ان لوگونکی خلافت اور فتنہ و فساد کی خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ فتنے مثل قطرات باران تملوگون کے گھر و نمین گزر رہے ہین۔ اور قریب وفات خبر دی کہ مثل شب تاریک فتنے بلند ہو رہے ہین اور جناب امیرؑ کو وصیت فرماتے ہین کہ جب لوگ دنیا کیطرف مائل ہون تو تم صبر کرنا جنمین اگر سعد روحین ذرہ برابر بھی غور کرین تو معلوم ہوسکتا ہے حضرتؐ اپنی ناراضی

کسقدر ان خلافتون سے ظاہر فرما رہے ہین۔

اس حدیث مین جو حکم ہے کہ حضرت حذیفہ سے فرماتے ہین جماعت مسلمین اور اونکے امام کے ساتھ تمسک کرو اسنے بھی اہلسنت کو اسدرجہ پریشان کیا ہے کہ پناہ بخدا۔ حالانکہ مطلب بالکل واضح ہے کیونکہ جماعت مسلمین وہی ہے جو حکم خدا و رسول پر عمل کرے۔ اور امام مسلمین وہی ہے جسکو خدا و رسول مقرر کرے تو مطلب ظاہر ہے کہ جو منجانب خدا و رسول امام مقرر ہے اوسکی متابعت کرو۔ اور وہ بجز جناب امیرؑ کوئی نہین۔ اسی لئے سابق حدیثون مین حضرت نے اون صحابہ کو کافر و مرتد کہا ہے۔ پھر اونکی اقتدا اور تمسک کا کیونکر حکم دیسکتے ہین۔

بہرحال ابن حجر لکھتے ہین قال الطبری اختلف فی ھذا الامر وفی الجماعۃ فقال قوم ھو للوجوب والجماعۃ السواد الاعظم ثم قال قوم المراد بالجماعۃ الصحابۃ دون من بعدھم وقال قوم المراد بہم اھل العلم لان اللہ جعلھم حجۃ علی الخلق والناس تبع لھم فی امر الدین قال الطبری والصواب ان المراد من الخبر لزوم الجماعۃ الذین فی طاعۃ من اجتمعوا علی تامیرہ فمن نکث بیعتہ خرج عن الجماعۃ ص۳۱۵

یعنی کہا طبری نے اس مین اختلاف ہے کہ امر سے کیا مراد ہے اور جماعت کس کا نام ہے۔ ایک قوم قائل ہے کہ امر وجوب کیلئے ہے کہ واجب ہے اور جماعت سے مراد سواد اعظم ہے (مگر یہ نہ بتایا کہ سواد اعظم سے کیا مراد ہے صرف کثرت ناس ہے یا مع الحقیقۃ) اور ایک قوم کہتی ہے کہ مراد جماعت سے صحابہ ہین نہ دوسرے لوگ (تو یہ حکم صرف اوسی زمانہ کیلئے تھا۔ اب تکلیف ساقط ہے) ایک قوم کہتی ہے کہ مراد اس سے علما ہین کیونکہ خدا نے اونکو حجت بنایا ہے خلق پر۔ اور عوام اونکے تابع ہین امر دین مین کہا طبری نے کہ صواب یہ ہے کہ مراد اس سے وہ جماعت ہے جو کسی امیر کی امارت پر اجماع کر چکی ہو تو جو اوسکی بیعت توڑے گا وہ جماعت سے خارج ہو جائیگا۔

اس تحقیقات سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ رسول اللہ کی ایسی صاف اور صریح حدیث کو کس طرح وہ غارت کرتے ہین کہ آجتک نہ یہ معلوم ہوا کہ امر اول سے کیا مراد ہے اور خبر ثانی سے کیا مراد ہے۔ نہ یہ معلوم ہوا کہ جماعت سے کیا مراد ہے۔ اور حکم وجوب کیلئے ہے یا کیا۔ حالانکہ حضرت نے اس وضاحت سے کل امور کو بتایا ہے کہ کسی عاقل کو ذرہ برابر بھی تردد یا شک نہین ہو سکتا۔

عینی مین چوتھا قول یہ ہے وقال آخرون انما جماعة اهل الاسلام مادامو مجتمعین علے امر واجب علی اهل الملل فاذا کان فیهم مخالف منهم فلیسوا مجتمعین ص۳۴۹ جلد ۱۱
کہ جماعت سے مراد جماعت مسلمین ہے جبتک کہ مجتمع رہین وہ اوس امر پر جو واجب ہے اہل ملل پر جب کوئی اون مین سے مخالفت کریگا تو وہ مجتمع نہ کہلائینگے۔

اب فرمائیے آخر حضرت نے کس جماعت کے لزوم کا حکم دیا کیونکہ ایسی جماعت تو ہر فرقہ کو حاصل ہے پھر یہ حدیث کیا ہوئی کہ اور ضلالت اور گمراہی کا اسنے دروازہ کھول دیا۔

(۱۲) عن حذیفه بن الیمان قال ان المنافقین الیوم شر منهم علی عهد النبی صلعم کانوا یومئذ یسرون والیوم یجهرون۔

(۱۳) عن حذیفه قال انما کان النفاق علی عهد النبی صلعم فاما الیوم فانما هو الکفر بعد الایمان ص۱۰۲۳

یعنی حذیفہ سے روایت ہے کہ ان دنون جو لوگ منافق ہین وہ بدتر ہین اون منافقون سے جو عہد رسول مین تھے کیونکہ اوس زمانہ مین وہ اپنے نفاق کو ظاہر کرتے تھے اور اب ظاہر کر رہے ہین۔

دوسری روایت ہے کہ حذیفہ نے کہا نفاق تو عہد رسول مین تھا۔ اور آجکل تو وہ کفر ہے بعد ایمان کے اب کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت ایسے زمانہ کو جسمین منافقین بلکہ کفار کی ایسی کثرت ہو کہ وہ اپنے نفاق کو ظاہر کرین خیر القرون فرمائین اور اوس زمانہ کو مثل اپنے زمانہ کے کہین۔

فتح الباری مین ہے قال ابن بطال انما کانوا شرا من قبلهم لان الماضین کانوا یسرون قولهم فلا یتعدی شرهم الی غیرهم واما الآخرون فصاروا یجهرون بالخروج علی الائمة ویوقعون الشر بین الفرق فیتعدی ضررهم وقال ابن التین اراد انهم اظهروا من الشر مالم یظهر اولئک غیر انهم لم یصرحوا بالکفر وانما هو النفث یلقونه بافواههم فکانوا یعرفون به کذا قال ویشهد لما قال ابن بطال ما اخرجه البزار من طریق عاصم بن ابی وائل قلت لحذیفه النفاق الیوم شر ام علی عهد رسول الله قال فضرب بیده علی جبهته وقال اوه الیوم ظاهر انهم کانوا یستخفون علی عهد رسول الله ص۵۸

ابن بطال کہتے ہین کہ اس زمانہ کے منافقین پہلے زمانہ کے منافقین سے اس وجہ سے بدتر ہین کہ پہلے لوگ اپنے اقوال کو مخفی رکھتے تھے جسکا اثر دوسرون تک نہ پہونچتا بخلاف اس زمانہ کے منافقین کے کہ وہ ظاہر کرتے ہین خروج کو امراء پر اور فرقون مین شبہہ ڈالتے ہین جس سے ان کا ضرر متعدی ہوتا ہے ابن التین نے کہا کہ ان لوگون نے شر کو ظاہر کیا بخلاف سابق لوگون کے کہ وہ نہ ظاہر کرتے تھے بلکہ آہستہ آہستہ لوگون سے کہا کرتے اور کفر کو ظاہر نکرتے اسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کسی نے حذیفہ سے پوچھا آج کل کا نفاق بدتر ہے یا عہد رسول اللہ کا نفاق حذیفہ نے یہ سنکر اپنا ہاتھ پیشانی پر مارا اور کہا کہ آج تو وہ نفاق ظاہر ہے عہد رسول اللہ مین سب مخفی کرتے تھے۔

کیا اسکے بعد بھی اہلسنت کو خلفائے ثلثہ وغیرہ کے نفاق مین شبہہ رہ سکتا ہے جو عہد رسول اللہ مین اپنا نفاق مخفی رکھتے تھے اور اب موقع پاکر اوسکو ظاہر کیا جس سے اس طرح کی تفریق اسلام مین پیدا ہوئی اور وہ سب فسادات ہوے جو تمام عالم کو معلوم ہے۔

دوسری حدیث مین حضرت حذیفہ فرماتے ہین کہ نفاق تو پہلے زمانہ مین تھا اب تو کفر ہے بعد الایمان پھر کیونکر اہلسنت اس سے انکار کرسکتے ہین کہ بعد رسول اللہ کوئی منافق نہ تھا حالانکہ بتصریح حذیفہ اس زمانہ کے منافق بدتر ہین پہلے سے اور وہ حکم کفار مین ہین۔

اب ہم اس سلسلہ کو یہین ختم کرتے ہین کیونکہ یہ کل روایتین صحیح بخاری کی ہین جو تکذیب حدیث خیر القرون کیلئے کافی ہین کیونکہ حضرت نے ان احادیث مین بصریح صریح فرمایا کہ ہمارے بعد کا زمانہ بالکل شر محض ہے جس مین کسی طرح کا خیر نہین۔ زمانہ خیر صرف وہی زمانہ خلافت جناب امیر ہے جو ناصاف اور مکدر ہوگا۔ اسکے بعد تو جو ہونگے دعاۃ ابواب جہنم پھر کون ہے جو اسکا دعوی کر سکتا ہے کہ حضرت نے کسی طرح کی رضامندی بھی زمانہ خلفائے ثلثہ سے ظاہر کی ہو چہ جائیکہ اونکی حقیت اظہار کیا ہو۔

اب ہم اس بحث کو یہین تمام کرتے ہین اور صرف ایک حدیث اور لکھتے ہین جو کنز العمال مین ہے صفحہ ۳۴۲ جلد ۶

ان من اصحابی من لا یرانی بعد ان اموت ابدا اخرجہ احمد عن ام سلمہ

یعنی ہمارے بعض اصحاب سے ایسے لوگ بھی ہین جو ہمکو کبھی نہ دیکھینگے بعد ہمارے مرنیکے جس سے

معلوم ہوا کہ آپکے صحابہ میں ایسے لوگ ہیں۔ پھر کیونکر ہوسکتا ہے وہ خیر القرون کے حاملین۔

اذا فتحت علیکم فارس والروم ای قوم انتم قیل نکون کما امر الله قال او غیر ذلك تتنافسون ثم تتحاسدون ثم تتدابرون ثم تتباغضون ثم تنطلقون فی مساکن المهاجرین فتجعلون بعضهم علی رقاب بعض۔ م۔ ۸۔ عن ابن عمر ص۲۹

جب فارس و روم تمپر فتح ہوگا تو کونسی قوم ہوجاؤگے؟ کہا گیا کہ جیسا خدا نے حکم دیا ہے اوسکے مطابق عمل کرینگے حضرتؐ نے فرمایا اسکے خلاف عمل کروگے کہ تنافس کروگے۔ پھر حسد کروگے۔ پھر پیچھے پھروگے۔ پھر بغض کروگے۔ پھر مہاجرین کے گھروں میں گھسکر ایک کو دوسرے کی گردن پر سوار کروگے۔

یہ حدیث مناصکر بمخاطبہ عبدالرحمان بن عوف ہے جو عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں اور ابوبکر و عمر کی خلافت میں سب سے زیادہ ساعی رہے۔ عثمان کو انھیں نے خلیفہ بنایا

عن علی بن ابی طالب قال قال رسول الله یا علی کیف انت اذا زهد الناس فی الآخرة ورغبوا فی الدنیا واکلوا التراث اکلا لما واحبوا المال حبا جما واتخذوا دین الله دغلا ومال الله دولا قلت اترکهم وما اختاروا واختار الله ورسوله والدار الآخرة واصبر علی مصائب الدنیا وبلواها حتی الحق بك ان شاء الله قال صدقت اللهم افعل بی ذلك الثقفی فی الاربعین ص۲۹ جلد ۶ کنز العمال

جناب رسالتمآب نے جناب امیر سے پوچھا کہ یا علی تمھارا کیا حال ہوگا اوس وقت کہ لوگ آخرت سے منہ موڑینگے اور دنیا کی طرف رخ کرینگے میراث کو بالکل ہضم کرڈالینگے اور مال سے پوری محبت کرینگے دین خدا کو اپنا دخل بنائینگے اور مال خدا کو اپنی دولت بنائینگے۔ جناب امیر نے عرض کیا یا حضرت میں چھوڑدونگا اون لوگوں کو اور جو کچھ وہ لوگ اختیار کریں۔ اور میں خدا و رسول کو اختیار کرونگا اور مصائب و بلاے دنیا پر صبر کرونگا یہانتک کہ آپسے ملحق ہوں انشاءالله حضرتؐ نے فرمایا سچ کہا۔ یا الله ایسا ہی کرنا۔ اس روایت کو حافظ ثقفی نے اربعین میں روایت کیا ہے۔

یہی روایت بجنسہ ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ میں ہے ص۲۳۹ جلد ۲

قال قال رسول الله یا علی کیف انت اذا زهد الناس فی الآخرة ورغبوا فی الدنیا واکلوا التراث اکلا لما واحبوا المال حبا جما واتخذوا دین الله دغلا ومال الله

دو لا قلت اتر کہم بما اختار و ام اختار اللہ و رسولہ والدار الآخرۃ واصبر علی مصیبات الدنیا و بلواہا حتی الحق بک انشاء اللہ قال صدقت اللہم افعل ذلک بہ اخرجہ الحافظ الثقفی فی الاربعین

مجمع بحار الانوار میں ہے دغلا اتخذوا دین اللہ دغلا ای یخدعون الناس ص۲۱۶ کاف دین اللہ دخلا وحقیقتہ ان یدخلوا فی دین اللہ امور الم تجر بہا السنۃ ص۳۸۰ نہ اذا بلغ بنو العاص ثلثین کان عباد اللہ خولا ای خدما و عبیدا یعنی انہم یستخدمونہم ویستعبدونہم ص۳۸۵

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ایسی مشہور اور معروف ہے کہ کسی طرح اسمین شک و شبہہ نہین ہو سکتا۔ اب اہلسنت فرمائین کہ اس حدیث کی تطبیق خلفائے ثلثہ پر ہوتی ہے یا اور کسی پر کیونکہ خلفائے ثلثہ کا زہد آخرۃ اور رغبت دنیا کی طرف ایسا بدیہی ہے کہ کسیکو اسمین شک ہی نہین ہو سکتا کہ جنازہ رسول کو بے غسل و کفن چھوڑا اور سقیفہ مین جا کر دنگل جمایا۔

اکلو التراث لما کی تصدیق اس سے بڑھکر کیا ہو سکتی ہے کہ میراث جناب سیدہ کو ایسا غصب کیا کہ مرتے دم تک حضرت کو اوس مین سے ایک حبہ نہین دیا اتخذوا دین اللہ دغلا کی تصدیق کیلئے شاہ ولی اللہ صاحب کی ازالۃ الخفا کافی ہے جسمین کسقدر بدعتین خلفائے ثلثہ کی مندرج ہین کہ عشر عشیر بھی اوسے معویہ کو نصیب نہین ہوا عباد اللہ خولا کہ بندگان خدا کو لونڈی غلام بنائینگے کی تصدیق اس سے نمایان ہے کہ خلیفہ اول نے جنگ یمامہ کے کل قیدیون کو لونڈی غلام بنایا جنکو خلیفہ دوم نے بعد حصول خلافت واپس کیا۔ اس طرح کی کارروائی اور کسی سے آجتک نہین منقول ہوئی۔

اب کل روایات سابقہ کو ملایے جس مین فتنون کے آمد کی خبر دی ہے اور بتایا ہے کہ مثل شب تاریک یا مثل قطرات باران فتنے نازل ہو رہے ہین اور ہمارے بعد شر ہوگا اور اس روایت کو تو آپکو بدیہی طور پر معلوم ہوگا کہ اسی خلافت خلفائے ثلثہ کا انذار ہے۔

اہلسنت اس روایت کو بھی زمانہ معویہ سے متعلق مانتے ہین جیسا کہ حدیث صحیح بخاری کیلئے شر اول قتل عثمان کو قرار دیا اور خیر ثانی کو زمانہ عبدالعزیز سے متعلق کیا جسکا رد ابن حجر کے کلام سے ہو چکا مگر اس

تاویل کا رد تو خود حدیث مذکورسے ظاہر ہے کیونکہ زمانہ معویہ مین تو جناب امیر نے جہاد ہی فرمایا پھر اوسکے نسبت یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ جناب امیر نے صبر کیا حالانکہ جناب امیر وعدہ کرتے ہین اور جناب رسالتمآب دعا فرماتے ہین کہ خداوندا اسکی توفیق عطا فرما۔

قرآن مجید سورہ والفجر مین بھی اسکی طرف اشارہ ہے کلا بل لا تکرمون الیتیم ولا تحاضون علی طعام المسکین وتاکلون التراث اکلا لما وتحبون المال حبا جما یعنی ہرگز تم یتیم کی تکریم نہین کرتے اور نہ مسکین کے کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو اور میراث کے مال کو سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال کو بہت عزیز رکھتے ہو۔

جس سے معلوم ہوا کہ حضرت نے جو حالت ان لوگون کی بیان کی ہے اوسکا تذکرہ قبل سے قرآن مین ہو چکا ہے اور خداوندعالم ظاہر کر چکا ہے کہ صحابہ ایسے ہونگے کیونکہ ہر جگہ تا سے خطاب سے خطاب کیا گیا ہے مگر تفسیر درمنثور سیوطی سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بجائے تا خطاب یا سے تلاوت فرماتے واخرج ابن مردویہ عن ابی ہریرہ انہ سمع النبیؐ یقرء کلا بل لا یکرمون الیتیم ولا یحضون علی طعام المسکین ویاکلون التراث اکلا لما ویحبون المال حبا جما الاربعۃ بالیاء واخرج ابن مردویہ عن ابن عمر قال کان النبیؐ یقرء کلا بل لا یکرمون الیتیم ولا یحضون علی طعام المسکین الی قولہ ویحبون المال بالیاء کلہا ص ۳۴۹ جلد ۶

کہ ابوہریرہ کہتے ہین ہمنے خود رسول اللہ کو یا سے پڑہتے سنا۔ ابن عمر کہتے ہین کہ حضرت اسی طرح پڑھا کرتے کہ یکرمون۔ ولا یحضون یحبون چارو کو یائے غائب سے پڑھا کرتے۔ مگر افسوس جامعین قرآن نے ہر جگہ تا سے خطاب بنادیا اور قرآن پر اصلاح دیا حالانکہ اگر وہ لوگ کچھ بھی علم رکھتے تو سمجھتے کہ ابتدا اسکی فاما الانسان سے ہے جو ضمیر غائب یاد کیا گیا ہے اذا ما ابتلاہ ربہ فیقول ربی اکرمن واما اذا ابتلاہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اہانن۔ تو اب اسکے بعد تا خطاب سے خطاب کرنا زیادہ انسب ہے یا اوسی یائے غائب سے جسکا التزام صدر سے چلا آتا ہے۔ مگر شاید یہ مصلحت تھی کہ آنحضرت نے اسکی بھی خبر پہلے ہی سے دیرکھی ہو چنانچہ کنزالعمال مین ہے

صـ ۲۶۷ جلد ۲

یجیٔ یوم القیمۃ المصحف والمسجد والعترۃ فیقول المصحف یارب حرفونی ومزقونی ویقول المسجد یارب خربونی وعطلونی ویقول العترۃ طردونا وقتلونا وشردونا وجثوا برکبتی للخصومۃ فیقول اللہ ذلک الی وانا اولی بذالک ۔ الدیلمی عن جابر ۔ حم ۔ طب ۔ عن ابی امامہ ۔

یعنی حضرت نے فرمایا قیامت کے روز مصحف ۔ مسجد ۔ عترت (اہلبیت رسول) درگاہ جناب احدیت مین حاضر ہونگے ۔ مصحف عرض کریگا خداوندا لوگون نے ہم مین تحریف کی اور پھاڑ ڈالا ۔ مسجد کہیگی لوگون نے ہمکو خراب کیا اور معطل کیا ۔ عترت (اہلبیت) کہیگی ہمکو لوگون نے قتل کیا ۔ نکالا ۔ متفرق کیا ۔ اور ہم اوس وقت اس طرح دو زانو ہونگے جس طرح کوئی خصومت کیلئے دو زانو ہوتا ہے تو خداوند عالم فرمایگا ہم زیادہ اولی ہین اسکے ساتھ ۔

اب کسی کو ان احادیث کے انطباق مین خلفائے ثلثہ پر ۔ عذر ہوگا کیونکہ باتفاق اہلسنت جامع قرآن اول ابوبکر ہین ۔ پھر عمر ۔ پھر عثمان اور انھین کے زمانہ مین تحریف بھی ہوئی اور احراق بھی (اگر حرفونی حرقونی قاف سے پڑھین) اسی طرح اہلبیت طاہرین کے ساتھ جو بدسلوکی ہوئی اوسکی ابتدا ابوبکر سے ہوئی ۔ اور زمانہ یزید مین اوسکی تکمیل ہوئی ۔

دوسری حدیث مین فرمایا انکم ستبتلون فی اھلبیتی من بعدی کنز العمال ص۳۰ کہ بہت جلد تملوگ مبتلا ہوگے ہماری اہلبیت مین جسکو سب جانتے ہین کہ اول ابتلا بعد وفات رسول جناب سیدہ وامیر المؤمنین کے بارہ مین پیش آیا جسکے بانی ابوبکر ہین اور تکمیل یزید ۔

بہرحال اصل بحث حدیث خیر القرون کے متعلق تھی جسمین حضرات اہلسنت نے ثم الذین یلونہ ثم الذین یلونہ بڑھایا تھا کہ بہترین قرن ہمارا زمانہ ہے ۔ پھر اوسکا جو اسکے بعد آئیگا پھر اون کا جو اسکے بعد آئین جس سے اہلسنت خیریت زمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین پر استدلال کرتے ہین جسکی تکذیب بخوبی ان احادیث سے ظاہر ہوئی ۔

یہ باب صحیح بخاری کا تمام ہوا اور اسمین سے دو حدیثون کی شرح ہو چکی تیسری حدیث اوسکی یہ ہے حدثنا محمد بن کثیر انا سفین عن منصور عن ابراھیم عن عبیدہ عن عبد اللہ عن النبی صلعم قال خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم

ثم یجی قوم تسبق شہادۃ احدہم یمینہ ویمینہ شہادتہ قال قال ابراہیم وکانوا یضربوننا علی الشہادۃ والعہد۔

مطلب وہی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا بہترین قرن ہمارا قرن ہے۔ پھر اسکے بعد جو قرن ہے پھر اوسکے بعد تیسرا قرن ہے۔ پھر ایسی قوم آئیگی کہ اون کی شہادۃ قسم سے پہلے ہوگی۔ اور قسم شہادت کے پہلے کہا ابراہیم نے کہ لوگ ہملوگون کو مارا کرتے تھے گواہی اور عہد پر۔

اس حدیث کا حال چونکہ پہلے معلوم ہوچکا ہے لہذا اب کسی تشریح کی ضرورت نہین ہے مگر ابن حجر کی یہ تحقیق قابل قدر ہے واستدل بھذا الحدیث علی تعدیل اہل القرون الثلثۃ وان تفاوتت منازلہم فی الفضل وہذا محمول علی الغالب والاکثریۃ فقد وجد فیمن بعد الصحابۃ من القرنین من وجدت فیہ الصفات المذکورۃ المذمومۃ لکن بقلۃ بخلاف من بعد القرون الثلاثۃ فان ذلک اکثر فیہم واشہر۔

یعنی اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے اسپر کہ تینون زمانہ کے لوگ عادل تھے اگرچہ منازل اون کے فضل وکمال مین متفاوت ہون اور یہ امر محمول ہے اغلبیت واکثریت پر۔ ورنہ بعد صحابہ دونون قرن مین ایسے لوگ بھی پائے گئے جنمین مذموم صفتین تھین مگر کم بخلاف اوسکے جو بعد قرون ثلثہ ہوئے کہ اون مین یہ صفات مذمومہ زیادہ اور مشہور تھین۔

اس تحقیق سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کس طرح کی تحریف قول رسول مین کی گئی ہے کہ خیریت زمانہ سے عدالت صحابہ وتابعین پر استدلال کیا گیا ہے۔ پھر نہ معلوم کفار کو اس صفت سے کیون عاری کرتے ہین۔ حالانکہ وہ بھی قرن رسول اللہ وصحابہ وتابعین مین تھے۔

چونکہ یہ دعوی بدیہی البطلان تھا لہذا ابن حجر نے یہ تاویل کی کہ یہ حکم عام نہین ہے بلکہ اغلبیت اکثریت پر ہے حالانکہ یہ بھی اسقدر غلط ہے جسکی کوئی حد نہین کیونکہ جیسے سلاطین اوس زمانہ مین تھے ویسے تو کسی زمانہ مین نہوئے چنانچہ خود فرماتے ہین سیکون بعدی ائمۃ لایہتدون بہدیی ولایستنون بسنتی وسیقوم رجال قلوبہم قلوب شیاطین فی جثمان انسان عہ جلد ۷ کنز العمال یعنی قریب ہے کہ ہمارے بعد ایسے لوگ امام ہون جو نہ ہماری ہدایت پر چلین نہ ہماری سنت پر عمل کرین اور قریب ہے کہ ایسے لوگ کھڑے ہون جنکے دل شیطانی دل ہون اور جسم انسان کے ہون۔ پھر اس تاویل سے

ابن حجر نے اگر تکذیب رسول نہیں کیا تو کیا ہے کیونکہ سابقاً بہت سی حدیثیں اسکی گذر چکی ہین کہ حضرت نے آنحضرت کو بہتر بنایا ہے اول امت سے ۔

اگرچہ اس تحقیقات کے بعد کہ حدیث صحیح بخاری کا جواب خود صحیح بخاری کی بہت سی حدیثوں سے دیا گیا اسکی ضرورت نہ تھی کہ ہم اقوال رجال سے کام لین مگر چونکہ مدار مذہب اہلسنت اقوال علما پر ہے لہذا ہم بعض محققین اہلسنت کے اقوال بھی نقل کرتے ہین تاکہ حجت تمام ہو ۔

فاضل معاصر ابوبکر شہاب الدین مدرس اعلی نظام کالج حیدرآباد دکن اپنی لاجواب کتاب تصائح کافیہ مین لکھتے ہین صد ۱۳۱ ۔

قد اعترض علی استدلال الجمهور بهذا الحديث بانه لا ينهض بمدعاهم لان الخيرية التي حاولوا بها اثبات عدالة كل الصحابة شاملة لمن كان في قرنهم من المسلمين غير الصحابة فيلزمهم القول بعدالتهم كما قالوا بعدالة الصحابة وان كل فرد من اهل القرن الاول يكون اعدل وافضل من الحسن وابن سيرين وعمر بن عبد العزيز وامثالهم من اهل القرن الثاني واللازم باطل فبطل الملزوم ويلزمهم ايضا تفضيل يزيد والحجاج واغيلمة قريش وابن زياد وامثالهم من فسقة القرن الثاني على اكابر اهل القرن الثالث كمالك والشافعي وسفيان وامثالهم وليس كذالك ۔

یعنی جمہور نے جو اس حدیث سے استدلال کیا ہے عدالت صحابہ پر تو وہ کسی طرح درست نہین کیونکہ قرن شامل ہے صحابہ و غیر صحابہ دونو پر تو اگر عام طور پر خیریت قرن تسلیم کیجائے تو لازم آتا ہے کہ وہ مسلمین بھی عادل ہو جائین جو غیر صحابی ہین ۔ اور ہر فرد اہل قرن اول اعدل و افضل ہو حسن ۔ ابن سیرین ۔ عمر بن عبد العزیز وغیرہ سے جو اہل قرن ثانی تھے ۔ اسی طرح لازم آتی ہے تفضیل یزید ۔ حجاج ۔ اغیلمہ قریش ۔ ابن زیاد وغیرہ کی جو قرن ثانی کے فاسق ہین ۔ مالک ۔ شافعی ۔ سفیان ثوری وغیرہ پر جو اہل قرن ثالث سے تھے حالانکہ ایسا نہیں ہے ۔ پھر لکھتے ہین ۔

على ان في صحة حديث خيرية القرون من حيث المعنى مقالا مقبولا لان تحول الخيرية او القرن بما يطابق المعنى لان الخمسين الاخرة من سني اولى القرون

هی شر السنین علی الاسلام والمسلمین اذ فیها کانت ولایة یزید بن معاویه و
قتل الحسین وعترته وخیار شیعته واستباحه المدینة الشریفة وهتک حرم
ساکنیها وقتل اکابر الصحابة ومحاصره مکه ورمی الکعبة بالمنجنیق وفیها شرب
خلفاء الاسلام الخمور وارتکبوا الفجور وقتلوا المسلمین وسبوا حریمهم ونقشوا علی
ایدیهم کما نقش علی ایدی سبی الروم وذلک فی خلافة بنی مروان وامرة
الحجاج قال المازری فی شرح البرهان فی الصحابة عدول وغیر عدول ولا
نقطع الا بعدالة الذین لازموه واتبعوا النور الذی انزل معه واما عدالة کل من راٰه
یوما ما او زاره لماما او اجتمع به لغرض وانصرف فلا نقطع بها بل هی محتملة وجودا
وعدما انتهی قال السید الالوسی والی نحو هذا ذهب ابن العماد الحنبلی فی
مشذرات الذهب ص۱۳۲

یعنی صحت حدیث خیر القرون مین من حیث المعنی مقال مقبول ہے ۔ مگر یہ کہ تاویل کرین خیریت مین یا
قرن مین جو مطابق معنی ہو کیونکہ قرن اول کا پچاس آخر تو ایسا ہے جو اسلام اور مسلمانون کے تمام سالون
سے بدتر ہے کیونکہ اسمین ہے خلافت یزید یا اور شہادت امام حسین ۔ اور قتل خیار شیعہ اور مدینہ کا غارت
ہتک حرمت سکان مدینہ ۔ قتل اکابر صحابہ محاصرہ مکہ ۔ منجنیق کا نصب کرنا خانہ کعبہ پر اور خلفائے
اسلام کی شراب خواری اور ارتکاب فجور ۔ قتل مسلمین ۔ اسیری حریم مسلمین اور صحابہ کے ہاتھ پر نقش کرنا
جیساکہ اسیران روم کے ساتھ کیا جاتا تھا ۔ یہ سب باتین خلافت بنی مروان مین ہوئین ۔
علامہ مازری شرح برہان مین کہتے ہین کہ صحابہ مین عادل و غیر عادل سبھی تھے ہم انھین لوگون کی
عدالت مان سکتے ہین جو آنحضرت کی مدد و نصرت کی اور اوس نور پر ایمان لائے تھے غیرون کی عدالت
وغیر عدالت پر کسی طرح یقین نہین ہو سکتا ۔ سید آلوسی کہتے ہین کہ یہی مذہب ابن عماد حنبلی ہے مشذرات
الذہب مین ۔
سراج وہاج شرح صحیح مسلم مولوی صدیق حسن خان مین ہے کہ ذهب ابن عبد البر الی انه قد
یکون فیمن یاتی بعد الصحابة افضل ممن کان فی جملة الصحابة افضل ممن کان فی
جملة الصحابة وان قوله صلعم خیر الناس قرنی لیس علی عمومه بدلیل ما یجمع القرن

بین الفاضل والمفضول وقد جمع قرنہ جماعۃ من المنافقین المظہرین للایمان و

اہل الکبائر قام علیہم او علی بعضہم الحد ود وقد روی ابو امامۃ انہ

صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال طوبی لمن رانی وامن بی وطوبی سبع مرات

لمن لم یرانی وامن بی صد ۵۲۹

یعنی ابن عبد البر قائل ہین کہ صحابہ سے غیر صحابہ افضل ہو سکتے ہین کیونکہ صحابہ مین منافقین و

اہل کبائر بھی شامل تھے جنپر حد جاری کی گئی اور ابو امامہ نے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا

طوبی ہے اوسکو جو دیکھکر ہمپر ایمان لایا اور سات مرتبہ طوبی فرمایا اوسپر جو بے دیکھے ایمان لایا۔

پھر فرمایئے یہ حدیث صحیح بخاری کیسی غلط ہوئی کہ تمامی محققین اہلسنت نے اوسکی مخالفت

کی اور خود صحیح بخاری مین بیشمار حدیثین اسکی مخالف مذکور ہین کما بیناہ باوضح تفصیل

واللہ یہدی من یشاء الی سواء السبیل۔

وہذا آخر الکلام فی ہذا المقام وللہ الحمد ولی المنتہا

والانعام والصلوۃ والسلام علی رسولہ والہ الکرام

نوٹ جلد ثالث تنقید البخاری تو بفضلہ تمام ہوئی اب چوتھی شروع ہوگی جسکی ابتدا مناقب

ابوبکر سے ہوگی واللہ بالغ امرہ وہو علی کل شیء قدیر ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

تمت

تدلیس القرآن ہر حصہ ۔ آریوں نے بتعلیم اڈیٹر النجم تحریف

ن کا دعویٰ کیا تھا جسپر متعدد مضامین اخبار مسافر آگرہ میں شایع

ئے مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر الحدیث نے بعض نمبروں کا

ب بھی دیا مگر نہایت ناقص جسپر غیرت الٰہی کا تقاضا ہوا اور

ف کیطرف سے ایسا جواب دیا گیا کہ آریوں نے اسکی متانت و سنجیدگی

ان لیا اور اڈیٹر الحدیث نے کہا اسکا جواب اڈیٹر الشمس سے لکھوایا گیا

ا ہے مگر حصہ اول نہیں رہا حصہ دوم و سوم موجود ہے قیمت عہ

تحقیق آیہ الفسنا مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس آیہ

ار کہ پر بھی حملہ کیا تھا اوسکا جواب اس رسالہ میں دیا گیا ہے عجب

تحقیقات ہے ۔ ۲/

تنزیہ الانساب حصہ اول ۔ اصحاب کے نسب ناموں کا

پکو شوق اگر ہے تو اس کتاب کو ضرور دیکھئے صنہ ۱۱ ۸/

جواب رد الرفضہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی

نے ایک رسالہ رد الرفضہ لکھا تھا جسمیں شیعوں کو کافر کہا گیا تھا

اوسکا جواب مدلل قابل دید ہے ۔ قیمت ۲/

عد السارق جلد ۱ صفحہ ۲۸۴ قیمت ۱۲/ عہ

اس کتاب کے تین حصے اسوقت تک شایع ہو چکے پہلا دوسرا

حصہ کل فروخت ہو چکا تیسرے حصے کے کچھ نسخے باقی ہیں

اسمیں اون روایتوں کی تحقیقات کیگئی ہے جو اڈیٹر النجم نے شیعوں کے

قائل بہ تحریف ہونیکے ثبوت میں پیش کیا تھا اس کتاب نے بتا دیا

کہ قائل تحریف کون ہے ہر مسلمان کو ضرور ہے کہ اس کتاب کو اپنے

کتبخانہ میں داخل کرے اگر مومنین کی خواہش ہو تو جلد اول

و دوم بھی دوبارہ چھپ سکتی ہے ۔

حد السارق جلد چہارم بھی چھپ گئی صنہ ۲۳۲ عہ

ذو الفقار حیدر جلد اول جلد دوم یہ کتاب اصل میں

دس جلد ہے مگر صرف تین جلد طبع ہوئی جلد سوم کا تو اب وجود نہیں مگر

اول و دوم دوبارہ طبع ہوئی جو موجود ہے اس کتاب سے معلوم

ہو سکتا ہے مناظرہ کسکا نام ہے جناب فخر الحکماء دام ظلہ کی

کی یہ سب سے پہلی تصنیف ہے ۔

رد الملاحدہ بجواب خلافت راشدہ حصہ اول عہ

اس کتاب کی کیا ثنا و صفت کیجائے کیونکہ مرزائی جماعت

کی مایہ ناز کتاب خلافت راشدہ تھی جسکی دھجیاں

اس طرح رد الملاحدہ نے اوڑائیں کہ آجتک کوئی جواب

نہوسکا دوسرا حصہ بھی چھپ گیا صنہ ۲۶۰ قیمت عہ

سراج الدین ۔ یہ مختصر رسالہ ہے اثبات حقیت مذہب

شیعہ میں مختلف قسم کے مباحث پر دلچسپ بحث کیگئی ہے ۔ ۳/

الشمس جلد اول لغایت جلد نہم اگرچہ یہ بھی مثل اصلاح

ماہوار رسالہ ہے مگر اصلاح کی طرح اسکے مضامین متفرق نہیں

ہیں بلکہ بصورت کتاب سلسلہ وار ایک ایک رسالہ ہے اور

سب کی بحث صرف تحریف قرآن سے ہے جسمیں وہ وہ مضامین

جمع کئے گئے ہیں کہ چشم فلک نے بھی آجتک نہ دیکھا ہو البدر التمام

القول الکریم کشف الظلام اسکے مخصوص رسائل ہیں جو علحدہ

نہیں گئے گئے ۔ قیمت فی جلد عا

عریضہ خاور مولوی ماہ عالم صاحب چشتی مصنف الامامۃ

اور تنزیہ الانساب کا یہ وہ رسالہ ہے جو اونھوں نے بجواب اپنے

ایک بزرگ کے لکھا تھا قابل دید رسالہ ہے ۔ قیمت ۸/

عقل وتہذیب اہلحدیث یہ وہ رسالہ ہی جسنے وہابیونکی عقل وتہذیب کو اس طرح فاش کیا کہ وہ اسکو علمی ہیکا گولہ سمجھتے ہیں اس رسالہ کی اشاعت کو دس بارہ برس ہو چکے مگر کسی کو یہ جرات نہوئی کہ ایک حرف کا بھی جواب دیسکے اس رسالہ سے ایسے اسرار سربستہ انکے کھلتے ہیں کہ دیکھنے سے حقیقت حال منکشف ہوسکتی ہے۔ قیمت ۸/

فلسفہ شہادت مسٹر میوماربن عالم جرمنی نے فلسفہ شہادت جناب امام حسینؑ پر ایک پوری فصل اپنی کتاب کی لکھی تھی اوسکی شرح کتب تواریخ سے کیگئی ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ جو رائے اس عالم جرمنی نے قائم کی ہی وہی اصل ہی۔ قیمت ۴/

فرار ایڈیٹر النجم آج دس برس سے اڈیٹر النجم کا وعدہ تھا کہ ہم مناظرہ کرنے کھجوہ میں آئینگے جب ہر طرح اونکی قوم نے مجبور کیا تو بہزار پریشانی وہ سیوان آئے اور وہاں سے مراسلات شروع کی ہر چند فہمایش کی گئی کہ وعدہ کھجوہ کا تھا وہاں تشریف لیچلئے مگر نہ مانا آخر جب اڈیٹر اصلاح نے وہاں کا ارادہ کیا تو قبل وصول شکور وپوش ہو گئے اس رسالہ سے مفصل حال انکا معلوم ہوگا۔ ۴/

کنز مکتوم فی حل عقد ام کلثوم یہ وہ کتاب ہی جسنے تمام عقدے اس واقعہ کے حل کردیئے۔ ہر ہر جزو اس واقعہ کا علحدہ کرکے دکھایا گیا ہی اور کتب اہلسنت سے ثابت کردیا گیا کہ وقوع اس واقعہ کا محض محال ہی علماء اہلسنت کو بوجہ اشتراک نام دھوکھا ہوا یا قصداً یہ قصہ بنایا قیمت عہ

کشف الظلمات عن الآیات البینات آیات بینات حصہ فدک کا اسمیں جواب دیا گیا تھا حصہ دوم موجود ہے ۸/

مناظرہ امجدیہ حصہ اول و دوم اس کتاب میں معویہ کے وہ حالات بیان ہوئے جو آجتک کسی کتاب میں نہیں لکھے گئے حصہ اول میں آیات واحادیث واقوال صحابہ وائمہ مجتہدین سے یہ ثابت کیا گیا کہ اسپر لعنت کرنا نہایت ضروری ہے دوسرے حصہ میں وہ سب فسادات ہیں جو اسکی بدولت پیدا ہوئے مگر افسوس جلد اول اب نہیں رہی۔ ۱۲/

مجالس عشرہ حالات مصائب کربلا میں اس سے بہتر کوئی کتاب آجتک تصنیف نہیں ہوئی جسمیں صحیح روایات سے حالات مصائب کا بیان کیا گیا ہے دفتر اصلاح نے نہایت اہتمام سے اس کتاب کو لکھوایا اور بہت کم نسخے اسکے رہ گئے ہیں۔ قیمت ۲/

رسالہ وضویہ وہ رسالہ ہے کہ جو تین مرتبہ چھپ چکا ہی اسنے صدہا اہلحدیث کا وضو درست کردیا۔ عجب تحقیقات سے یہ رسالہ لکھا گیا کہ سنی شیعہ جسنے اسے دیکھا وہ اس کا عاشق ہوگیا تہذیب ومتانت ایسی ہے کہ ہر شخص کو دکھا سکتے ہیں تمام سنی اخباروں نے اسپر ریویو لکھا۔ اور صدہا اہلحدیث کو مفت تقسیم کیا گیا۔ قیمت ۸/

یہ کل کتابیں دفتر اصلاح کھجوہ ضلع سارن سے مل سکتی ہیں طلب فرمایئے۔